امین احسن اصلاحی

www.KitaboSunnat.com

حقیقتِ شرک و توحید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقيق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یادیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

حقیقتِ شرک و توحید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقتِ شرک و توحید

جامعة لاهور الاسلامية
دار المطالعة
کتاب نمبر 1988

امین احسن اصلاحی

فاران

فاران فاؤنڈیشن
لاہور پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ مطبوعات نمبر۹

جملہ حقوق محفوظ

2161، 3
ح - ن

جدید ایڈیشن

ناشر : ماجد خاور

مطبع : مکتبہ جدید پریس ۔ لاہور

طابع : رشید احمد چودھری

اشاعت : فاران فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام : طبع پنجم ۔ پانچ سو

تاریخ اشاعت : اکتوبر ۲۰۰۱ء ۔ رجب ۱۴۲۲ھ

ادارہ : فاران فاؤنڈیشن

122 ۔ فیروز پور روڈ، اچھرہ
لاہور - 54600 - پاکستان
فون : 042-7595100
E-Mail : faran@wol.net.pk

قیمت : 165.00 روپے

یہ کتاب قبل ازیں 'حقیقت دین' کے تحت شائع ہوتی رہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرس

عرضِ ناشر ۹

دیباچہ ۱۳

حقیقتِ شرک

تمہید ۱۹

باب ۱ شرک کی حقیقت اور اس کے اقسام ۲۳

باب ۲ مشرکین کا شرک ۲۷

۱- ملائکہ پرستی ۳۰

۲- جنّات پرستی ۳۷

۳- کواکب پرستی ۴۲

۴- آباء پرستی ۴۸

۵- خود پرستی ۵۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳	اہلِ کتاب کا شرک	۷۱
	۱۔ احبار پرستی	۷۴
	۲۔ حضرت مسیحؑ کو رب بنانا	۷۸
	۳۔ پاکی و برتری کا دعویٰ	۸۹
	۴۔ ایمان بالجبت والطاغوت	۹۴
	۵۔ حمایتِ شرک	۹۷
باب ۴	منافقین کا شرک	۱۰۰
	تحاکم الی الطاغوت	۱۰۱
باب ۵	پچھلے مباحث کا خلاصہ	۱۱۵
باب ۶	موجودہ دنیا کا سرسری جائزہ	۱۲۰
	مشرقِ بعید	۱۲۱
	ہندوستان	۱۲۶
	مغربی یورپ اور امریکہ	۱۲۹
	روس	۱۳۲
باب ۷	مسلمانوں کی موجودہ حالت کا جائزہ	۱۳۴
باب ۸	وقت کا اصلی فرض اور بعض شبہات کا ازالہ	۱۴۶
باب ۹	کیا شرک تقاضائے فطرت ہے	۱۵۹
باب ۱۰	شرک کا اصلی سبب	۱۷۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقتِ توحید

	مقدمہ	۲۰۱
	قرآن کے اوّلین مخاطب	۲۰۱
	قرآن کا طرزِ استدلال	۲۰۲
	قرآنی استدلال کی اساس	۲۰۴
	بعض ضروری تنبیہات	۲۰۷
	اس حصہ میں مباحث کی ترتیب	۲۰۹
باب ۱	توحید کے عمومی دلائل	۲۱۱
	دلائلِ آفاق	۲۱۱
	۱۔ کائنات کا حسن وجمال	۲۱۱
	۲۔ کائنات کے مختلف اجزاء کا باہمی توافق	۲۱۶
	۳۔ ضد سے ضد کا وجود	۲۲۴
	۴۔ متحدات سے مختلفات کا وجود	۲۲۶
	۵۔ مظاہرِ کائنات کی تسخیر	۲۲۷
	۶۔ کائنات کی محکم تدبیر	۲۲۹
	۷۔ ہر نظمِ اجتماعی کے لیے لازم ہے کہ حاکمیت غیر منقسم ہو	۲۳۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	۸۔حق و باطل کی آویزش اور حق کا غلبہ	۲۳۴
	۹۔ اشارات	۲۳۸
باب ۲	توحید کے دلائلِ انفس	۲۴۳
	۱۔ عہدِ فطرت	۲۴۴
	۲۔ علم ولیقین کی فطری طلب	۲۵۱
	۳۔ فطرتِ انسانی کا علوّ	۲۵۴
	۴۔ انسان کا ضعف وافتقار	۲۶۰
باب ۳	توحید کے خصوصی دلائل	۲۶۵
	دلائل بلحاظ مسلّماتِ مخاطب	۲۶۵
	۱۔ شرکاء کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے	۲۶۶
	۲۔ لوازم سے استدلال	۲۷۰
	۳۔ دلیلِ عدل	۲۸۸
	۴۔ اہلِ کتاب اور منافقین	۲۹۰
باب ۴	پچھلے مباحث کا خلاصہ	۲۹۴
باب ۵	توحید کے اثرات	۲۹۷
باب ۶	توحید کی اہمیت دین میں	۳۰۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

'میں اس بات کا آرزو مند تھا کہ میری ناچیز تالیفات، بالخصوص تدبرِ قرآن کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری کوئی ایسا شخص اٹھائے جو اس فکر کا حامل ہو جو ان کتابوں میں پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے یہ آرزو پوری کردی۔ عزیزم ماجد خاور صاحب سلمہٗ میرے پرانے رفقاء میں سے ہیں۔ وہ نہ صرف میرے فکر سے بلکہ بحیثیتِ مجموعی پورے فکرِ فراہی سے بڑی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ انہوں نے پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ اب اس فکر کی ترویج واشاعت کا بیڑا اٹھالیا ہے اور وہ اپنے ادارہ: فاران فاؤنڈیشن کو، اس کے قیام کے دن سے ہی، اسی مقصد کے لیے مختص کیے ہوئے ہیں۔ مجھے ان کی صلاحیتوں سے پوری توقع ہے کہ وہ اس خدمت کو بحسن وخوبی انجام دے سکیں گے اور خدا نے چاہا تو آئندہ تھوڑے عرصہ میں، ان کے اور ادارۂ تدبرِ قرآن و حدیث کے تعاون سے وہ قرآنی فکر و فلسفہ بالکل واضح ہو کر لوگوں کے سامنے آجائے گا جو اس عہد کے چیلنج کا اصل جواب ہے'۔

حضرت الاستاذ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی مدظلہ العالی نے جس بے پایاں محبت واعتماد کا اظہار اپنی محولہ بالا تحریر ــــ دیباچہ تدبرِ قرآن ــــ میں فرمایا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مجھ عاجز کے لیے سرتا سر اعزاز ہے۔ ان کے اور میرے درمیان اصلاً استاد و شاگرد کا رشتہ ہے جو ۱۹۶۲ء میں قائم ہوا۔ مصنف و ناشر کا رشتہ ان کی نظرِ عنایت سے ۱۹۷۶ء میں استوار ہوا۔ انہوں نے میری تعلیم و تربیت میں آج تک جو کمال رافت فرمائی اور مشقت اٹھائی ہے رسمی اسلوبِ بیان میں اس کا اظہار ناممکن ہے۔ ان سے نسبت ہی میرا سرمایۂ حیات ہے۔ ان کے دیئے ہوئے پروگرام کی تکمیل ہی میری زندگی کا مشن اور ترجیحِ اوّل ہے۔ انہوں نے جو شرف بخشا اور اپنے جس عظیم اعتماد کا اظہار فرمایا ہے خدائے بزرگ و برتر کے حضور ملتجی ہوں کہ وہ مجھے ان کی امیدوں کا مصداق بنائے اور فکرِ فراہی و اصلاحی کی ترویج و اشاعت کا جو زریں تاج مجھ بے مایہ فقیر کے سر پر سجایا گیا ہے اس کی لاج رکھے۔ و بیداللہ التّوفیق!

حضرت الاستاذ کا ذوق آشنا ہوتے ہوئے میرے لیے یہ لازم تھا کہ ان کی نگارشات کو ان کے مطلوبہ پسندیدہ معیار کے مطابق پیش کروں۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر ان پر کام شروع کر دیا۔ میں نے بیک وقت شاگرد و ناشر، دونوں حیثیتوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ الحمدللہ نظرِ ثانی اور از سرِ نو کتابت کا بیشتر کام مکمل ہو چکا ہے اور اب تک اس کا غالب حصہ اشاعت کے مراحل بھی طے کر چکا ہے۔ یہ پیش کش بھی اسی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی ایک کوشش ہے۔

زیرِ نظر کتاب دو حصوں: حقیقتِ شرک اور حقیقتِ توحید پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں اس کی اشاعت الگ الگ اجزاء کی شکل میں اور 'حقیقتِ دین' کے تحت بھی ہوتی رہی ہے۔ اب نفسِ مضمون کے اشتراک کی بنا پر ان کو یکجا کرنا مناسب خیال کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب کے جدید ایڈیشن میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا ہے:

۱۔ متن پر نہایت اہتمام سے نظرِ ثانی کی گئی ہے۔

۲۔ قرآن مجید کے تمام حوالے مکمل نقل کیے گئے ہیں اور ان کا ترجمہ تدبرِ قرآن کے مطابق کر دیا گیا ہے۔

۳۔ کتاب میں موجود تمام اقتباسات کو ان کے اصل ماخذوں سے تقابل کر کے درست کر دیا گیا ہے اور حوالے مکمل نقل کر دیے گئے ہیں۔ مزید برآں بعض جگہ اگر صرف ترجمہ دیا گیا تھا تو ان کی اصل عبارتیں بھی دے دی گئی ہیں۔

اس کتاب کے جدید ایڈیشن کی پیشکش کے غیر معمولی اہتمام کی وجہ سے اس کی دستیابی میں کچھ عرصہ تعطل رہا جس کے لیے میں انتہائی معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے کہ اس کے امتیازی محاسن کی روشنی میں اس کے قدرداں مجھے معاف فرما دیں گے۔ اب اس کا موجودہ ایڈیشن اِن شاءاللہ ہمیشہ دستیاب رہے گا۔

اس پیش کش میں ہر ممکنہ احتیاط کے باوصف، اپنی کوتاہیوں کے لیے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔ میری درخواست ہے کہ اس کے قارئین بھی اس کام میں حصّہ لیں۔ ان کی جانب سے ہماری کوتاہیوں کی نشان دہی اور بہتری کی ہر قابلِ عمل تجویز خندہ پیشانی اور شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی اور آئندہ اشاعتوں میں ان کا لحاظ رکھا جائے گا۔

اس پیش کش کی صورت میں مجھ بندۂ حقیر و فقیر سے جو خدمت بن پائی یہ سر تا سر اس کی توفیق اور تائید و نصرت کا کمال ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

لاھور — والسلام

۱۹ر دسمبر ۱۹۸۸ء — ماجد خاور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

اسلام کی اساس کلمہ 'لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ' ہے۔ یہ کتاب اس کی شرح ہے۔ اس کے حصہ اوّل ــــ حقیقتِ شرک ــــ میں پہلے ٹکڑے یعنی 'لَآ اِلٰہَ' اور حصہ دوم ــــ حقیقتِ توحید ــــ میں دوسرے ٹکڑے یعنی 'اِلَّا اللّٰہُ' کی شرح ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ حصہ اوّل میں بتایا گیا ہے کہ توحید کیا نہیں ہے۔ شرک کی حقیقت، اس کی قسمیں، اس کی خرابیاں اور انسانی فطرت سے اس کی نامناسبت پہلے حصہ سے پوری طرح واضح ہو جائے گی۔ توحید کے دلائل کی تفصیل دوسرے حصہ میں ہے۔

اس کتاب کے لکھنے سے مقصود یہ تھا کہ دین کے بنیادی عقائد کی وضاحت قرآن حکیم کے فطری و عقلی دلائل کی روشنی میں کی جائے۔ ہمارے متکلمین نے ان مسائل پر جس نہج سے بحث کی ہے وہ یونانیوں کے فرسودہ طریقِ استدلال سے ماخوذ ہے۔ جس کے اندر عقل و فطرت کے لیے کوئی اپیل نہیں ہے۔ میں نے چاہا کہ قرآنی علمِ کلام کا پورا سلسلہ مرتب کر دیا جائے یعنی شرک اور توحید کی طرح رسالت اور معاد سے متعلق تمام سوالوں کے جواب بھی قرآن کی روشنی میں دیے جائیں کہ قرآن کی عقلیت بھی آشکارا ہو اور عصرِ حاضر نے نئی نسل کے ذہنوں میں جو زہر پھیلائے ہیں ان کا تریاق بھی فراہم ہو۔ افسوس ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کلیتہً تفسیر کی طرف متوجہ ہو جانے کے سبب سے اس سلسلہ کی دو پیشِ نظر کتابیں ـــــ حقیقتِ رسالت اور حقیقتِ معاد ـــــ مرتب کرنے کی فرصت نہ پا سکا۔ اگر یہ دونوں کتابیں بھی مرتب ہو جاتیں تو یہ سلسلہ مکمل ہو جاتا۔ لیکن ان تمام مسائل پر تدبرِ قرآن میں اتنی وضاحت کے ساتھ میں بحث کر رہا ہوں کہ میرے رفقاء میں سے کسی کو توجہ ہوئی تو وہ بڑی آسانی سے 'حقیقتِ رسالت' اور 'حقیقتِ معاد' کے لیے سارا مواد تفسیر کے صفحات میں سے فراہم کر لیں گے۔ مطالب میں ایک منطقی ترتیب قائم کرنے کے سوا کوئی اور زحمت ان کو اٹھانی نہیں پڑے گی۔

اس کتاب کی تالیف اہلِ قلم کے عام طریقہ کے مطابق نہیں ہوئی ہے کہ ایک عنوان سامنے آیا ہو اور محض ظاہری مناسبت کو سامنے رکھ کر اس سے متعلق کچھ آیتیں قرآن سے یکجا کر لی گئی ہوں اور کچھ مواد اِدھر اُدھر سے اکٹھا کر لیا گیا ہو اور پھر اس مواد کو جمع کر کے ایک کتاب بنا دی گئی ہو۔ بلکہ اس میں جو خیالات ظاہر کیے گئے ہیں تدبرِ قرآن کے سلسلہ میں میں نے بار بار جانچا پرکھا ہے، بار بار ان کے ضعف و قوت کا امتحان کیا ہے اور برسوں کی تنقید و تنقیح کے بعد اس خیال سے ان کو ٹانک رکھا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تفسیر قرآن میں یہ اپنے اپنے مواقع میں بیان ہوں گے۔ ان ہی معلومات کا کچھ حصہ اس کتاب میں ایک مناسب ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ تاہم مجھے اس بات کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے سب ٹھیک ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مجھ سے لغزشیں ہوئی ہوں۔ پس جو اصحابِ علم کسی لغزش پر مجھے متنبہ فرمائیں گے میں نہایت مسرت اور کشادہ دلی کے ساتھ ان کی تنبیہات کا خیر مقدم کروں گا۔

یہ کاوش محض علمی تحقیق نہیں ہے، بلکہ ایک عظیم مقصد کے لیے دعوت کے ساتھ ساتھ وقت کے نظام اور وقت کی سوسائٹی پر تنقید بھی ہے۔ علمی تحقیقات کو بعض لوگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاموشی سے پڑھ لیتے ہیں، بعض اس کی تحسین کرتے ہیں، بعض اس کو مہمل قرار دیتے ہیں اور بعض یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، ان باتوں کو ہم بھی جانتے ہیں۔ لیکن وقت کے نظام اور سوسائٹی پر تنقید سے بہت سے لوگ آزردہ ہوتے ہیں اور بعض اوقات ان کی یہ آزردگی غصہ و غضب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مجھے تنقید کے جرم کا اقرار ہے اور اس کے لیے صفائی پیش کرنا فضول سمجھتا ہوں۔ لیکن میری نیت نیک ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ اگر میرے قلم سے حق نکلا ہے تو اس کے لیے دلوں میں جگہ پیدا کرے اور اس کے اجر و ثواب میں ان تمام دوستوں کو شریک کرے جو اس کتاب کے لکھنے کے محرک ہوئے اور اگر میرا قلم کہیں چوکا ہے تو اس کے اثر کو مٹا دے اور سب کو اس کے گناہ سے بچا لے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

لاہور
یکم مارچ ۱۹۷۳ء

والسلام
امین احسن اصلاحی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱

حقیقتِ شرک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید

شرک کی معصیت دوسری تمام معصیتوں کے مقابل میں، ایسی سخت و شدید ہے کہ کوئی مسلمان اس کی ادنیٰ نسبت بھی اپنی طرف گوارا نہیں کرتا۔ ایک عامی سے عامی مسلمان بھی ہر قسم کے الزامات سہ لے گا، ہر قسم کی معصیتوں کی نسبت اپنی طرف گوارا کرلے گا، ہر طرح کی آلودگیوں اور ہر قسم کے گناہوں کا اعتراف کرلے گا، لیکن اگر آپ اس کے کسی عقیدہ یا عمل میں، کسی معمولی شائبۂ تک کی بھی نشان دہی کیجیے گا تو تلملا اٹھے گا۔

موجودہ زمانہ میں جو لوگ جدید علوم و افکار سے متأثر ہیں، ان کا ذہین طبقہ بھی، بلا امتیاز مذہب و قوم، شرک سے بیزاری ضرور رکھتا ہے، خواہ توحید کے لیے اس کے اندر کوئی حمیّت ہو یا نہ ہو۔ ان کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں الحاد ہے یا توحید، شرک جیسی وہم پرستی میں اس زمانہ کا عقلیت پرست انسان مبتلا نہیں ہوسکتا، اور ان میں سے ہرگز کوئی شخص اس بات کا روادار نہ ہوگا کہ آپ اس کی طرف شرک کی نسبت کریں۔

ایک آدمی جس کے پاس قرآن و حدیث کا کچھ علم ہو، جب شرک سے لوگوں کی اس بیزاری و نفرت کو دیکھتا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے اعمال و عقائد اور دنیا کے احوال و معاملات پر غور کرتا ہے تو اس پر سخت حیرت سی چھا جاتی ہے۔ وہ اپنے علم اور لوگوں کی شہادت میں کھلا ہوا تضاد پاتا ہے۔ وہ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے کہ گوشہ گوشہ میں شرک کی نجاست پھیلی ہوئی ہے لیکن دوسروں کو اس بات پر متفق اللفظ پاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ دنیا اس نجاست سے پاک ہو چکی ہے، اور اگر اس کا کچھ نشان باقی ہے تو ایسی ناقابلِ ذکر اور غیر مؤثر حالت میں ہے کہ اس کے لیے چنداں فکر و اہتمام کی حاجت نہیں ہے۔ زمانہ کی ترقی اور علم کی اس وسعت سے وہ آپ سے آپ مٹ جائے گا۔ اپنی رائے کی مخالفت میں دوسروں کا یہ اتفاقِ کلمہ ایک نیک نیّت آدمی کو مشتبہ کر دیتا ہے اور بسا اوقات اپنے علم کو متہم کرنے لگ جاتا ہے کہ ممکن ہے میں نے ہی شرک کا مفہوم غلط سمجھا ہو، ممکن ہے توحید کی تعریف میں اصل حقیقت سے میں ہی دور جا پڑا ہوں۔ کمرے میں بدبو تو ضرور ہے لیکن جب سب یہی کہہ رہے ہیں کہ ہر طرف خوشبو ہی خوشبو پھیل رہی ہے تو ہو نہ ہو اس وقت کچھ میرا ہی دماغ گڑبڑ ہے۔ یہ چیز کچھ دیر کے لیے اس کو مذبذب اور متردّد کر دیتی ہے، لیکن جب بار بار کے تجربہ کے بعد بھی اسے اپنی ہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے اور بدبو کے وجود سے انکار کرنا اس کے لیے ناممکن ہو جاتا ہے تو اس وقت دو ہی راہیں اس کے سامنے ہوتی ہیں۔ اگر رائے عام کی مخالفت کی جرأت اس میں نہیں ہے تو وہ مجبور ہوتا ہے کہ دوسروں کی طرح خود بھی بدبو کو خوشبو کہنے لگے اور اگر رائے عام کی پروا اتنی نہیں ہے کہ اس کی خاطر حق کو جھٹلا سکے تو وہ اپنی قوتِ شامہ کی تصدیق کرتا ہے اور دوسروں کو یا تو صاف صاف خبردار کر دیتا ہے کہ وہ کسی مصلحت سے بدبو کو خوشبو کہہ رہے ہیں یا خیال کرتا ہے کہ ان کو خوشبو اور بدبو میں امتیاز ہی نہیں ہے۔

میں موجودہ زمانہ کے مسلمانوں اور دوسری مدّعیٔ توحید جماعتوں کے بارہ میں یہی آخری رائے رکھتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر شرک سے جو بیزاری اور توحید کے لیے جو عصبیت ہے اس کے پیچھے کوئی صحیح علم و شعور نہیں ہے۔ وہ محض ایک پندار ہے جو ان کی مذہبی و تاریخی روایات کے توارث پر قائم ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم دنیا میں ابطالِ شرک کی ایسی شاندار تاریخ رکھتے ہیں، کیسے ہو سکتا ہے کہ اسی باطل میں خود مبتلا ہو جائیں؟ مسلمانوں کے سوا جو دوسری جماعتیں توحید کی مدّعی ہیں ان کے نزدیک شرک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بیزاری اور توحید کی حمایت ایک علمی تفاخر کے قسم کی چیز ہے جس طرح کوپرنیکس نے قدیم خیال کے خلاف دعویٰ کیا کہ زمین کی حرکت کا مرکز سورج ہے اور گیلی لیو نے دوربین ایجاد کر کے اس دعویٰ کو حقیقت ثابت کر دیا، اسی طرح جدید تجربات و مشاہدات نے ان لوگوں کے خیال میں شرک کی تمام وہم پرستیوں کو مٹا دیا ہے اور علم و تحقیق کے اس دور میں اب ان میں گرفتار ہونے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں کہ شرک فی الحقیقت ہے کیا؟ اس کی صورتیں اور قسمیں کیا کیا ہیں؟ ہماری علمی، اخلاقی اور سیاسی زندگی پر اس کے کیا کیا اثرات پڑتے ہیں؟ ان میں سے وہ کسی ایک بات سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک اس معاملہ کی اہمیت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ یہ دنیا کی ایک علمی غلطی تھی علم انسانی کی ترقی نے جس کی اصلاح کر دی تھی۔ شرک کا ایک بہت ہی تنگ مفہوم 'بت پرستی' یا 'نیچر پرستی' ان کے ذہن میں ہے، اور ان کا کہنا یہ ہے کہ جب نیچر کے اتنے اسرار منکشف ہو چکے ہیں کہ قریب ہے انسان زمین آسمان اور زمان و مکان کے خداوند ہونے کا دعویٰ کر سکے تو دریاؤں، پہاڑوں، سیاروں اور ستاروں کی بندگی کے کیا معنی؟

یہ صورت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حکیمانہ بات یاد دلاتی ہے۔ ایک مرتبہ آپ سے کسی شخص کی نیکی کی تعریف کی گئی کہ وہ تو اس قدر نیک ہے کہ بدی کو جانتا بھی نہیں۔ آپ نے اس کی تعریف سن کر فرمایا: "تب تو اس کے بدی میں پڑ جانے کا بڑا احتمال ہے"؛ کیونکہ جو شخص بدی اور نیکی میں امتیاز ہی نہیں کر سکتا وہ ہر وقت بدی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک ٹھیک یہی حال ابنائے زمانہ کا ہے۔ یہ لوگ دین سے اس قدر بے خبر ہیں کہ دنیا کی اس سب سے بڑی برائی سے، جس کا نام شرک ہے، اچھی طرح واقف ہی نہیں ہیں، اور جو شخص بیماری کو بیماری جانتا ہی نہ ہو وہ اگر بیماری کا کچھ اندازہ نہ کر سکے یا بیماری ہی کو صحت خیال کرنے لگ جائے، تو کیا تعجب! پس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت ہے کہ اس جاہلیّت کی، جس کو قرآن نے ظلمِ عظیم کہا ہے، تشریح کی جائے تاکہ توحید کی صحیح حقیقت اجاگر ہو اور حق و باطل کے یہ دونوں نقطے اس قدر نمایاں ہو جائیں کہ التباس کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے: لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال۔ ۸:۴۲) (تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہے حجّت دیکھ کر ہلاک ہو اور جسے زندگی حاصل کرنی ہے وہ حجّت دیکھ کر زندگی حاصل کرے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱

شرک کی حقیقت اور اس کے اقسام

کسی شے کا صحیح تصوّر اس کی صحیح تعریف کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، اس وجہ سے سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم شرک کی تعریف کریں اور اس کے بعد اس کے اقسام و فروع پر بحث کریں۔

قرآن مجید اور احادیثِ رسول میں جن چیزوں کو شرک قرار دیا گیا ہے، ان کو سامنے رکھ کر، اگر شرک کی تعریف کی جائے تو اس کی تعریف یہ ہو گی:

"خدا کی ذات یا اس کی صفات میں جس مفہوم میں وہ خدا کے لیے مستعمل ہیں یا اس کے حقوق میں کسی کو ساجھی ٹھہرانا"

اس تعریف کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے کسی قدر توضیح کی ضرورت ہے۔

خدا کی ذات میں شریک کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ **خدا کو کسی سے یا کسی کو خدا سے قرار دینا،** کسی کو اس کی ذات برادری سمجھنا، کسی کو اس کا باپ یا بیٹا کہنا۔ مثلاً عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ مسیحؑ خدا کے جوہر سے ہیں یا خدا نے ان کو جنا ہے یا حضرت مریمؑ خدا کی ماں ہیں یا عربوں کا یہ عقیدہ کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ یہ ساری باتیں خدا کے قدیم اور ازلی و ابدی ہونے اور ان تمام صفاتِ کمال کے منافی ہیں جن کا ماننا عقل، فطرت اور مذہب کی رُو سے لازم ہے۔ یہ شرک فی الذات ہے[1]۔

[1] عقیدہ وحدت الوجود کی تقریر مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے۔ اس کی بعض صورتیں =

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفات میں شریک کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جو صفاتِ کمال خدا کے لیے مخصوص ہیں، مثلاً خلق، تدبیر، قدرت، علم، حکمت وغیرہ، ان میں کسی کو ساجھی قرار دینا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ قید لگی ہوئی ہے کہ جس مفہوم میں وہ خدا کے لیے مستعمل ہیں۔ اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ یہی صفتیں بسا اوقات ہم اپنے ہی جیسے انسانوں کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ جب ہم ان کو خدا کے لیے بولتے ہیں تو ان کا مفہوم بالکل خاص ہوتا ہے جو اس بے ہمہ و با ہمہ ذات کے شایانِ شان ہوتا ہے، اور جب ان کو انسانوں کے لیے بولتے ہیں، تو خدائی مفہوم سے بالکل الگ کر کے بولتے ہیں، مثلاً حکیم کی صفت ہم خدا اور آدمی دونوں کے لیے بولتے ہیں، لیکن جب اس کو خدا کے لیے بولتے ہیں تو اس کا مفہوم اور ہوتا ہے اور جب انسان کے لیے بولتے ہیں تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے اور اگر انسان کے لیے بھی اس صفت کو اس مفہوم میں بول دیں جس مفہوم میں خدا کے لیے بولتے ہیں تو یہ شرک فی الصفّات ہوگا۔

حقوق میں شریک کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی صفاتِ کمال سے جو باتیں لازم آتی ہیں یا جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں، ان میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ مثلاً خدا خالق ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام عالم میں حکم و انتظام اسی کا ہو۔ اب فرض کیجیے کہ ہم یہ تو مانیں کہ آسمان و زمین کا خالق خدا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی مان لیں کہ ان کا انتظام خدا کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں ہے تو یہ شرک فی اللوازم ہوگا اس لیے کہ خدا کے خالق ہونے سے جو بات لازم آتی ہے اس میں ہم خدا کے سوا ایک دوسرے کو شریک کر رہے ہیں حالانکہ جس نے خلق کیا ہے امر کا حق دار بھی وہی ہے، چنانچہ فرمایا ہے: ’اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ‘‘ (الاعراف - ۷ : ۵۴) (آگاہ کہ خلق اور امر اسی کے لیے خاص ہے)

= بالکل اس کے تحت آجاتی ہیں۔ بالخصوص جس صورت میں وہ گیتا اور ہندو فلسفہ میں ہے، اس کے شرک فی الذّات ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تمام کائنات کی تدبیرِ امر اسی کے ہاتھ میں ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ بندگی صرف اُسی کی کی جائے، اطاعت خالص اسی کی ہو، محبّتِ حقیقی کا مرکز وہی ہو۔ اب فرض کیجیے کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی بندگی کو بھی اختیار کرلیں، یا اس کی اطاعت کے خلاف کسی اور کی اطاعت کو جائز قرار دے لیں یا اس کی محبّتِ حقیقی کا مرکز ٹھہرائیں تو یہ ساری باتیں شرک فی الحقوق میں شمار ہوں گی چنانچہ اسی بنیاد پر قرآن نے یہ مطالبہ کیا ہے: وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ (البینۃ ۹۸: ۵)
(ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ وہ اللہ ہی کی بندگی کریں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ)۔
دوسری جگہ فرمایا ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ - ۲: ۱۶۵)
(جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھنے والے ہیں) یعنی دوسروں کے ساتھ ان کی محبت خدا کی محبت کے تحت ہوتی ہے۔

یہ شرک کی اصلی قسمیں ہوئیں ان کے علاوہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو اگرچہ فی نفسہٖ شرک نہیں ہیں اور مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی کے تحت وہ نہیں آتی ہیں، لیکن وہ صورتِ شرک یا ذریعۂ شرک ہیں، اگر ان کو باقی رکھا جائے تو اس کا اندیشہ ہے کہ وہ اصلی شرک کا دروازہ کھول دیں گی۔ اسلامی شریعت کا اصول یہ ہے کہ وہ اصلی گناہ کے ساتھ ساتھ ان ذرائع کا بھی سدّباب کرتی ہے جو اس گناہ کے محرّک ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے شریعت نے ان کو بھی ناجائز قرار دیا۔ مثلاً غیر اللہ کو سجدہ، یا بقصدِ تعظیم غیر اللہ کی قسم کھانا۔ چونکہ سجدہ ہمیشہ سے انتہائی تذلّل کی نشانی خیال کیا گیا ہے اور مشرک قومیں اپنے معبودوں کی قسمیں بھی کھایا کرتی تھیں، اس وجہ سے اسلام نے جو آخری اور مکمل شریعت ہے، ان تمام صورتوں کا بھی خاتمہ کر دیا جو ذریعۂ شرک ہو سکتی تھیں۔ اس قسم کے شرک کو شرک شبہی کہتے ہیں۔

شرک کی ان اقسام کی توضیح کے لیے مناسب ہوگا کہ ہم قرآن مجید سے ان کی مثالیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کریں۔

قرآن نے اپنے زمانۂ نزول میں جن جماعتوں سے براہِ راست خطاب کیا ہے اور ان کے افعال و معتقدات میں شرک کا پتا دیا ہے، وہ تین ہیں: اہلِ عرب (بنی اسماعیل)، اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ)، اور منافقین۔ ان تینوں جماعتوں میں اہلِ عرب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ قرآن نے ان کے لیے 'مشرکین' کا لفظ بطور علم اور صفت کے استعمال کیا ہے۔ بقیہ جماعتوں کی طرف فعلِ شرک کی نسبت تو ضرور کی ہے لیکن 'مشرک یا مشرکین' کا لفظ بطریقِ علم یا صفت ان کے لیے استعمال نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری جماعتیں توحید کو اساس اور بنیاد کی حیثیت سے تسلیم کرتی تھیں۔ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان توحید بطور ایک مسلّمہ اور قدرِ مشترک کے تھی۔ یہود اور نصاریٰ میں سے کوئی بھی توحید کا منکر نہیں تھا۔ اور منافقین تو اپنے تمام ظاہری اعمال و اعترافات میں گویا مسلمان ہی تھے۔ ان گروہوں کے اندر جو شرک تھا وہ ان کے اقرار و اعلان کے بالکل خلاف تھا۔ برعکس اس کے مشرکین شرک کو بطور ایک اساسی عقیدہ کے تسلیم کرتے تھے۔ خدائی کے اس کارخانہ میں ان کے شرکاء نہ صرف شریک تھے بلکہ وہ ناگزیر تھے۔ شرک کو تسلیم کیے بغیر ان کے نزدیک اس کائنات کا معمّہ حل ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ ان کی اس اہمیّت کی وجہ سے شرک و توحید کی بحث میں قرآن نے بھی ان کو مقدّم رکھا ہے اور ہم بھی ان کو مقدّم رکھیں گے۔ چنانچہ ان کے اندر قرآن نے شرک کے جن اقسام کی نشان دہی کی ہے، ہم پہلے ان کو اجمال کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲

مشرکین کا شرک

اہل عرب کے متعلق سب سے پہلی بات یہ جاننی چاہیے کہ ان میں کوئی جماعت خدا کی منکر نہیں تھی۔ بعض لوگوں نے ان کے قول "وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ" (الجاثیۃ ۴۵: ۲۴) (ہم کو تو بس گردشِ زمانہ فنا کرتی ہے) سے یہ استدلال کیا ہے کہ ان میں بعض جماعتیں خدا کی منکر یا باصطلاحِ جدید نیچری (NATURALIST) تھیں، لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ عربوں میں نزولِ قرآن کے وقت دہریوں کی کوئی جماعت موجود نہیں تھی۔ "وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ" (الجاثیۃ - ۴۵: ۲۴) جو وہ کہتے تھے تو اس سے ان کا مقصود خدا کی ہستی کا انکار نہیں ہوتا تھا، بلکہ یہ بات وہ قرآن کے اس دعوے کی تردید میں کہتے تھے کہ قوم کے عروج و زوال کا انحصار اس کے عقائد و اعمال کے صلاح و فساد پر ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کے لیے قرآن مجید ایک اخلاقی بنیاد قرار دیتا تھا۔ وہ عاد، ثمود، قومِ لوط، اہلِ مدین اور قومِ فرعون کی تباہی کا سبب ان کے کفر و شرک، ظلم و سرکشی، فسق و عدوان اور ان کے دوسرے عملی و اعتقادی فسادات کو بتاتا تھا اور عربوں کو متنبہ کرتا تھا کہ اگر انہوں نے اپنی اعتقادی و اخلاقی غلطیوں کی اصلاح نہ کی تو اپنی قوت و جمعیت کے باوجود مذکورہ قوموں کی طرح وہ بھی تباہ ہو جائیں گے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ وہ قوم کے عروج و زوال میں کسی اخلاقی اصول کو کارفرما نہیں مانتے تھے۔ وہ قوم کو ایک درخت کے مانند سمجھتے تھے، جو اگتا ہے، نشوونما پاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، پھل پھول لاتا ہے، یہاں تک کہ اپنی فطری قوتیں نچوڑ کر ایک دن گردشِ لیل ونہار کی نذر ہو جاتا ہے یا ایک فرد کے مانند سمجھتے تھے، جو پیدا ہو جاتا ہے، جوان ہوتا ہے، پھر کسی بیماری کے سبب سے، یا درازئ عمر سے، ایک دن مر جاتا ہے۔ موت و زیست کا جو طبیعیاتی ضابطہ کائنات کے ہر گوشہ میں کام کر رہا ہے وہ اسی ضابطہ کو قوموں کی موت و زیست میں بھی کارفرما مانتے تھے اور اپنے شعروں میں اسی نقطۂ نظر سے گزشتہ اقوام و قبائل کی تباہی کا ذکر کرتے تھے۔

قرآن مجید نے تاریخ ایک نئے نقطۂ نظر سے پیش کی تھی جو ان کے اس مادہ پرستانہ نقطۂ نظر سے بالکل مختلف تھا اور دنیا میں زندہ رہنے کے لیے ان سے نئے اصولِ زندگی کا مطالبہ کرتا تھا جو ان کی خواہشاتِ نفس کے بالکل خلاف تھا۔ اس وجہ سے وہ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، اور جواب میں یہ کہتے تھے کہ "وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ" قوم کی موت و زیست کو اصولوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قوموں کو تو صرف گردشِ روزگار فنا کرتی ہے، قوم کی بدی کو اس کی تباہی میں کوئی دخل نہیں ہوا کرتا۔ اٹلی کے مشہور سیاسی فلسفی میکیاولی کا مذہب بھی یہی ہے۔ وہ جب یہ کہتا ہے کہ حکومت ایک مجرّد سیاسی وجود ہے، وہ نہ اخلاقی ہے نہ قانونی، فرمانروا اور مدبّرینِ ملک کے تمام اعمالِ سیاسی کا محور صرف فائدہ پرستی کو ہونا چاہیے، جس کام میں حکومت کا بھلا ہو رہا ہو یا جس بات کے لیے حکومت کی قوت و صلاحیت مقتضی ہو، وہ ان کو کر گزرنی چاہیے، اس میں کسی ضابطۂ قانونی و اخلاقی کو مانع نہیں ہونا چاہیے تو وہ درحقیقت کوئی نئی بات نہیں کہتا، بلکہ ٹھیک ٹھیک عرب جاہلیت کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتا ہے۔

الغرض اہلِ عرب نہ تو خدا کے منکر تھے اور نہ وہ خدا کی بنیادی صفات میں سے کسی صفت کے منکر تھے۔ وہ زمین و آسمان، سورج اور چاند اور ابر و ہوا کا خالق خدا ہی کو مانتے تھے۔ زندگی بخشنے والا، روزی دینے والا اور زندگی لینے والا اسی کو کہتے تھے۔ اپنی تمام قوتوں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابلیتوں کو اسی کا عطیہ جانتے تھے۔ اس کائنات کا انتظام و انصرام اسی کے دستِ تصرف میں سمجھتے تھے، لیکن ساتھ ہی بعض ایسی باتیں بھی مانتے اور کرتے تھے جن سے یا تو خدا کی صفتوں اور ان کے مقتضیات کا انکار لازم آتا تھا، جو کفر ہے، یا خدا کی صفات اور اس کے حقوق میں دوسروں کی حصہ داری لازم آتی تھی، جو شرک ہے۔ قرآن نے ان کے اس تناقض پر ان کو جگہ جگہ متنبہ کیا ہے۔ ہم صرف دو آیات نقل کرتے ہیں، جو کافی ہوں گی :

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ
مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ
الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ
اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۰ فَذٰلِكُمُ
اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ
الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ
(یونس۔ ۱۰ : ۳۱ - ۳۲)

ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین
سے روزی دیتا ہے ؟ یا کون ہے جو سمع
اور بصر پر اختیار رکھتا ہے اور کون ہے جو زندہ
کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور
کون ہے جو سارے کائنات کا انتظام فرماتا ہے
تو جواب دیں گے : اللہ ! تو ان سے کہو کہ کیا
تم اس اللہ سے ڈرتے نہیں؟ پس وہی اللہ تمہارا
ربِ حقیقی ہے تو حق کے بعد گمراہی کے سوا اور
کیا ہے تو کہاں تمہاری عقل الٹ جاتی ہے؟

اس تناقض نے اہلِ عرب کو خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ دوسرے بہت سے خداؤں کی پرستش میں مبتلا کر دیا تھا جس سے خدا کی ذات، اس کی صفات اور اس کے حقوق میں شرک کی بہت سی قسمیں پیدا ہو گئیں اور وہ آہستہ آہستہ ان پر چھاتی چلی گئیں۔

قرآن کی روشنی میں اگر ان کی مشرکانہ پرستشوں کی تحلیل کی جائے تو ان کی پانچ قسمیں نکلیں گی : ملائکہ پرستی، جنات پرستی، کواکب پرستی، آباء پرستی اور خود پرستی۔ اب ہم ان میں سے ہر ایک پر، اختصار کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- ملائکہ پرستی:

اہل عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور اس کی اولاد قرار دیتے تھے، جو صریحاً شرک فی الذات ہے اور اس سے اس کی شانِ بے ہمگی اور اس کے استغناء کی نفی لازم آتی ہے جو کھلا ہوا کفر ہے۔ قرآن نے ان کے اس عقیدہ کی تردید اس طرح فرمائی ہے:

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ	یہ کہتے ہیں کہ خدا کے اولاد ہے۔ وہ ایسی
هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	باتوں سے پاک ہے۔ وہ بے نیاز ہے جو
وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ	کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا
مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ	ہے۔ تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	نہیں ہے۔ کیا تم اللہ پر وہ بات لگاتے
(یونس - ۱۰ : ۶۸)	ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے؟

ان فرشتوں کو وہ خدا سے قربت کا وہ مقام دیتے تھے جو عبدیت و بندگی کے مقام سے بالاتر اور الوہیت کے مقام سے قریب تر ہے اور یہ کھلا ہوا شرک فی الصفات ہے۔ قرآن نے اس کی تردید فرمائی:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں
وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ	اور زمین میں جاندار ہیں اور فرشتے
وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	بھی، وہ سرتابی نہیں کرتے۔ وہ
يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ	اپنے اوپر رب سے ڈرتے ہیں اور
وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝	وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ملتا ہے۔
(النحل - ۱۶ : ۴۹ - ۵۰)	

"وہ تکبر نہیں کرتے" یعنی اپنے تئیں بندگی سے بالاتر نہیں سمجھتے، اپنے رب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈرتے ہیں اپنے اوپر سے، یعنی قربت حاصل ہونے کے باوجود خدا کے ساحت جلال تک ان میں سے کسی کی رسائی نہیں ہے۔ بس اوپر سے جو حکم نازل ہوتا ہے اس کی تعمیل کر دیتے ہیں۔ یُؤْمَرُوْنَ عربی زبان میں مجہول کا صیغہ ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ حکم دینے والے کا مقام ان کی پہنچ سے بالاتر ہے۔ اس وجہ سے بجائے اس کے کہ وہ اپنی اس قربت پر فخر کریں اور یہ گمان کرنے لگ جائیں کہ اب وہ جو چاہیں خدا سے کرا سکتے ہیں، جیسا کہ مشرکین کا ان کے بارہ میں خیال ہے، وہ ہر وقت خدا کی بندگی و اطاعت میں سرگرم اور اس کی خوشنودی اور قربت کے طلب گار رہتے ہیں: یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ (بنی اسرآءیل - ۱۷ : ۵۷) (وہ تو خود ہی اپنے رب کے قرب کی طلب میں سرگرم ہیں کہ ان میں سے کون سب سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے)۔

مشرکین اپنے لیے بلا کسی واسطہ کے خدا کی قربت ناممکن خیال کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان فرشتوں کو خدا تک رسائی کا وسیلہ بناتے تھے اور ان کی بندگی کرتے تھے اور اس طرح شرک فی اللوازم یا شرک فی العبادت کی بدعت شروع ہوئی۔ قرآن مجید نے خود ان کی زبان سے ان کی ملائکہ پرستی کی یہی توجیہ پیش کی ہے:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی ط (الزمر - ۳۹ : ۳)	اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا سے قریب تر کر دیں

دنیا کی فارغ البالی اور خوش حالی ان فرشتوں کی بندگی کی برکت سمجھتے۔ ان کے خیال میں اولاد ان کی عنایت سے ملتی تھی۔ چنانچہ قرآن نے ان کے اس خیال کا اظہار کر کے اس کی تردید فرمائی ہے:

فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا صَالِحًا	تو جب اللہ ان کو تندرست اولاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ (الاعراف - ۷ : ۱۹۰ - ۱۹۱)	دے دیتا ہے تو اس کی بخشی ہوئی چیزیں وہ اس کے لیے دوسرے شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ برتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں کیا وہ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔

اسی طرح روزی، ان کے خیال میں، فرشتوں کی عنایت سے ملتی تھی۔ قرآن نے ان کے اس گمان کی تردید فرمائی ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (العنکبوت - ۲۹ : ۱۷)	جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو یہ تمہارے لیے رزق پر کوئی اختیار نہیں رکھتے تو اللہ ہی کے پاس رزق کے طالب بنو اور اسی کی بندگی کرو اور اسی کے شکر گزار رہو۔ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اہل عرب موت کے بعد کی زندگی اور حساب وکتاب کو اگرچہ مستبعد خیال کرتے تھے، لیکن کہتے تھے کہ بالفرض مرنے کے بعد اٹھنا ہی پڑا اور حساب وکتاب کی نوبت ہی آئی تو یہ فرشتے جن کو ہم پوجتے ہیں ہماری سفارش کریں گے اور ہم پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے۔ ان کے اس عقیدہ سے ایک طرف خدا کی صفت علم وعدل اور حکمت کا انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے[1] اور دوسری طرف یہ خدا کی صفتوں میں غیر اللہ کو شریک کرنا ہے جو کھلا ہوا

---

[1] اس عقیدہ سے خدا کی صفاتِ علم، عدل وحکمت کا انکار کس طرح لازم آتا ہے؟ اس سوال کا تفصیلی جواب 'حقیقتِ توحید' میں ملے گا۔ ہم یہاں صرف بالاجمال اہلِ عرب کے مشرکیہ عقائد کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرک ہے۔ قرآن نے اس کی مختلف پہلوؤں سے تردید کی ہے۔ ہم بعض آیتیں یہاں نقل کرتے ہیں، جن سے ان کے عقیدہ کا اصلی پہلو بھی واضح ہو جائے گا اور قرآن نے جس پہلو سے اس کی تردید کی ہے، وہ بھی سامنے آجائے گا:

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝

(القلم-٦٨: ٣٥-٤١)

کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کے برابر کردیں گے! تمہیں کیا ہوا ہے، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو! کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو، اس میں تمہارے لیے وہی کچھ ہے جو تم پسند کرو گے! کیا تمہارے لیے ہمارے اوپر قسمیں ہیں قیامت تک باقی رہنے والی کہ تمہارے لیے وہی کچھ ہے جو تم فیصلہ کرو گے! ان سے پوچھو ان میں سے کون اس کا ضامن بنتا ہے! کیا ان کے کچھ شرکاء ہیں تو وہ لائیں اپنے شریکوں کو اگر وہ سچے ہوں!

سورۂ نجم میں ان فرشتوں کے نام بھی قرآن نے گنا دیے ہیں جن کی شفاعت پر اہل عرب کو بڑا اعتماد تھا اور ایک دوسرے پہلو سے ان کے شریکِ خدا یا شفیع ہونے کی تردید بھی کردی ہے:

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ۝ إِنْ هِيَ

بھلا، کبھی غور کیا ہے لات اور عزّٰی اور منات پر جو تیسری اور درجہ کے اعتبار سے دوسری ہے! تم اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اس کے لیے بیٹیاں!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ	یہ تو بڑی ہی بھونڈی تقسیم ہوئی! یہ محض نام
وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ	ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے
سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ	ہیں، اللہ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں
وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ	اتاری۔ یہ لوگ محض گمان اور نفس کی خواہشوں کی
جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۭ	پیروی کر رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب
(النجم - ۵۳ : ۱۹ - ۲۳)	کی جانب سے نہایت واضح ہدایت آچکی ہے۔

ان آیتوں میں لات، منوٰۃ اور عزّیٰ کا جو ذکر آیا ہے، یہ تینوں فرشتوں کے بت تھے اور تینوں کے نام عورتوں کے نام پر تھے ان کی شفاعت پر مشرکین کو بڑا اعتماد تھا۔ اہلِ عرب ان کا طواف کرتے تھے اور طواف کے وقت یہ الفاظ دہراتے تھے "تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى" (یہ بلند مرتبہ ہیں اور ان کی شفاعت کی امید ہے) آگے کی آیات میں ان کے اسی خیال کی تردید ہو رہی ہے:

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۖ فَلِلّٰهِ	کیا انسان وہ سب کچھ پالے گا جو وہ تمنا
الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۚ وَكَمْ مِّنْ	رکھتا ہے! سو یاد رکھو کہ آخرت اور دنیا
مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ	سب خدا ہی کے اختیار میں ہے اور آسمانوں
شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ	میں کتنے فرشتے ہیں جن کی سفارش ذرا بھی
بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ	کام آنے والی نہیں مگر بعد اس کے کہ اللہ اجازت
يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ	دے جس کو چاہے اور جس کے لیے پسند
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ	کرے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے
الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۞	انہی نے فرشتوں کے نام عورتوں کے نام
(النجم - ۵۳ : ۲۴ - ۲۶)	پر رکھ چھوڑے ہیں۔

اس کے بعد شفاعت کے ابطال کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ شفاعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیک کو بد اور بد کو نیک بنا دے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے عدل اور حکمت کے بالکل خلاف ہے۔ ہر شخص اپنے عمل کا بدلہ پائے گا۔ خدا کی رحمت کے مستحق وہی ٹھہریں گے جو بھلے کام کریں گے۔ گناہوں اور بدکاریوں سے بچیں گے۔ ہاں کبھی لغزش اور خواہش نفس کے غلبہ سے کسی بدی میں آلودہ ہو جائیں گے تو یہ علیحدہ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا دامن بہت وسیع ہے۔ وہ بڑی برائیوں سے بچنے والوں کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا	اور اللہ ہی کے اختیار میں ہے جو کچھ آسمانوں
فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ	اور جو کچھ زمین میں ہے کہ وہ بدلہ دے ان
اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ	لوگوں کو جنہوں نے برے کام کیے ہیں
الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ اَلَّذِيْنَ	ان کے کیے کا، اور بدلہ دے ان لوگوں کو
يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ	جنہوں نے اچھے کام کیے ہیں اچھا۔ یعنی
اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ	ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں اور کھلی بے حیائیوں
الْمَغْفِرَةِ ۭ	سے بچتے رہے مگر یہ کہ کبھی کسی برائی پر پاؤں پڑ
(النجم ۔ ۵۳ : ۳۱ - ۳۲)	گئے۔ تو تیرے رب کا دامن مغفرت بہت وسیع ہے

جن فرشتوں سے یہ امیدیں وابستہ کی گئیں لازماً وہ اس درجہ کی محبت کے بھی سزاوار قرار پائے جو صفاتِ الٰہی کے مقتضیات و لوازم اور اللہ تعالیٰ کے خاص حقوق میں سے ہے اور جو اسی کے لیے مخصوص ہونی چاہیے۔ قرآن مجید ان کے اس شرک فی الحقوق کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ	اور لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا کے ہمسر
دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ	ٹھہراتے ہیں، جن سے وہ اس طرح محبت کرتے
كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	ہیں جس طرح خدا سے محبت کرنی چاہیے لیکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط وَلَوْ یَرَی	جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ
الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ یَرَوْنَ	خدا سے محبت رکھنے والے ہیں اور اگر یہ اپنی
الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ	جانوں پر ظلم ڈھانے والے اس وقت کو دیکھ
جَمِیْعًا وَّ اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ	سکتے جب کہ یہ عذاب سے دوچار ہوں گے
الْعَذَابِ ہ	تو ان پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوجاتی کہ
(البقرۃ - ۲ : ۱۶۵)	سارا زور اور اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے اور
	اللہ بڑا ہی سخت عذاب دینے والا ہے۔

یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ، (جن سے وہ اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح خدا سے محبت کرنی چاہیے) کا مطلب یہ ہے کہ ان فرشتوں کے ساتھ ان کی یہ محبت مستقل محبت ہے۔ خدا کی محبت کے تابع نہیں ہے، اور جو محبت خدا کی محبت کے تابع نہ ہو وہ شرک ہے۔ اہلِ ایمان کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ دوسری تمام محبتیں اس کے تابع ہوجاتی ہیں جہاں کوئی محبت خدا کی محبت سے متصادم ہوئی انہوں نے فوراً اس سے استعفا دے دیا۔ یہ نہیں ہے کہ اس کی خاطر خدا اور اس کی شریعت کو نظر انداز کر بیٹھے۔ یہی مفہوم ہے : وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ، کا۔

ان تمام امیدوں اور نیاز مندیوں کے بعد ان فرشتوں کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا بھی لازم ہوگیا کہ وہ ان ساری دعاؤں اور عبادتوں اور اپنی بندگی کرنے والوں کے حالات سے باخبر بھی ہیں، کیونکہ اس کے بغیر ان کی بندگی کرنے اور ان سے محبت کرنے کا فائدہ کیا؟ چنانچہ صفتِ علم کے اس مفہوم میں وہ شریک ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے قرآن نے اس کی تردید کی ہے :

وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ	اور یاد کرو اس دن کو جس دن ہم سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ○ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ○	کو اکٹھا کریں گے پھر ہم شرک کرنے والوں کو حکم دیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر ہم ان کے درمیان تفریق کریں گے اور ان کے شریک کہیں گے، تم ہم کو تو نہیں پوجتے تھے، اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے کافی ہے ہم تمہاری عبادت سے بالکل ہی بے خبر رہے ہیں
(یونس - ۱۰ : ۲۸-۲۹)	وقت ہر شخص اپنے اس عمل سے دوچار ہوگا جو اس نے کیا ہوگا اور لوگ اپنے مولائے حقیقی کے حضور پیش ہوں گے اور افترا کرکے انہوں نے جو معبود بنائے تھے وہ سب ہوا ہو جائیں گے۔

۲ - جنّات پرستی :

ملائکہ کی طرح جنّات کو بھی اہلِ عرب بندگی سے مافوق اور زمرۂ الوہیت سے نسبت رکھنے والی مخلوق خیال کرتے تھے۔ قرآن نے ان کے اس خیال کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے :

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۙ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ	اور انہوں نے خدا اور جنوں کے درمیان بھی رشتہ جوڑ رکھا ہے اور جنوں کو خوب پتا ہے کہ وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔
(الصّٰفّٰت - ۳۷ : ۱۵۸-۱۵۹)	

اس نسبتِ بلند کی وجہ سے لازماً خدائی میں یہ جنّات بھی شریک قرار دیے گئے :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ۔ (الانعام - ۶ : ۱۰۱)

اور انہوں نے جنوں میں سے خدا کے شریک ٹھہرائے حالانکہ خدا ہی نے ان کو پیدا کیا۔

ان جنوں کو بالکل اس مفہوم میں نافع وضار خیال کیا جانے لگا جس مفہوم میں خدا کو نافع وضار خیال کیا جانا چاہیے۔ یعنی یہ سمجھا جانے لگا کہ اگر یہ کسی کو نقصان پہنچائیں تو کوئی ان کو روکنے والا نہیں اور اگر کسی کو نفع پہنچائیں تو کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض اوقات ان کے جوشِ غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لیے انسانی جانوں کی قربانی کی جانے لگی جو تذلل اور نیاز کا آخری درجہ ہے اور خدا کے سوا کوئی نہیں ہے جو اس کا حقدار ہو سکے۔ اگرچہ اس نے بھی بندوں سے اس صورت میں اس کا مطالبہ نہیں کیا ہے جس صورت میں مشرکین اپنے ان شرکاء کے لیے جانی قربانیاں پیش کرتے تھے۔ قرآن اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے :

زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ (الانعام - ۶ : ۱۳۷)

بہت سے مشرکین کی نظر میں ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کو ایک مستحسن فعل بنا دیا ہے۔

مصائب و آفات میں ان کی دہائی دی جاتی اور پناہ بھی پکڑی جاتی :

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ۔ (الجن - ۷۲ : ۶)

اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو جنوں میں سے بعض کی دہائی دیتے رہے ہیں۔

زمرۂ الوہیت میں سے خیال کیے جانے کی وجہ سے یہ بھی خیال کیا جانے لگا کہ ان کی رسائی ملاءِ اعلیٰ تک ہے۔ وہاں سے غیب کی خبریں لاتے ہیں اور کاہنوں کو پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ کہانت کے بازار کی ساری رونق انہیں کے دم سے تھی۔ قرآن نے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تردید کی :

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ
الْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ
شَيْطَانٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُونَ
إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ
مِن كُلِّ جَانِبٍ دُحُورًا وَ
لَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ إِلَّا
مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ
شِهَابٌ ثَاقِبٌ
(الصّٰفّٰت - ۳۷ : ۶-۱۰)

بے شک ہم ہی نے سجایا ہے سماءِ
دنیا کو ستاروں کی زینت سے اور اس کو
محفوظ کیا ہے اچھی طرح ہر سرکش شیطان کی
دراندازی سے اور وہ ملاءِ اعلیٰ کی طرف کان
نہیں لگانے پاتے اور وہ ہر جانب سے
دھتکارے جاتے ہیں، کھدیڑنے کے لیے
اور ان کے لیے ایک دائمی عذاب ہے۔
مگر یہ کہ کوئی اچک لے کوئی بات تو ایک
دمکتا شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔

غیب دانی کے شوق میں کاہنوں نے ان سے تعلق پیدا کیا اور اس راستہ سے ایک خلق کثیر کو انھوں نے سفلی علوم کے فتنوں میں مبتلا کر دیا اور جنوں کی پرستش شروع ہو گئی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے :

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم
مِّنَ الْإِنسِ
(الانعام — ۶ : ۱۲۹)

اے جنوں کے گروہ، تم نے تو انسانوں
میں سے بہتوں کو اپنا لیا۔

یہ کاہن لوگ عبدیت و نیاز کے تمام لوازم ان کے لیے پورے کرتے اور غیب کی خبریں معلوم کرنے کے لیے ان کا مراقبہ کرتے اور پھر جاہل عوام غیب کی باتیں معلوم کرنے کے شوق میں جب ان کے پاس آتے تو ان کی جھوٹی سچی باتیں بتا کر ان کو الّو بناتے۔ قرآن نے ان کی مکاری کا ذکر کیا ہے :

يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ
(الشعراء — ۲۶ : ۲۲۳)

وہ کان لگاتے ہیں اور ان میں سے
اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید چونکہ مسجّع اور مقفّٰی ہے اور کاہنوں کا کلام بھی مسجّع اور مقفّٰی ہوتا تھا، نیز قرآن مجید میں پیشین گوئیاں اور کاہنوں کے کلام میں بھی پیشین گوئیاں ہوتی تھیں، اس وجہ سے اس ظاہری مشابہت کی بنا پر ابتدائے نبوت میں قریش نے طعنہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاہن ہیں اور یہ وحی فرشتوں کی لائی ہوئی وحی نہیں ہے بلکہ جس طرح کاہنوں پر جنات وحی لاتے ہیں اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی جنات وحی لاتے ہیں۔ قرآن نے اس کی تردید کی:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝	اور اس کو شیاطین لے کر نہیں اترے
وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝	ہیں۔ نہ یہ ان کے لیے لائق ہے اور
اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝	نہ یہ ان کے بس کا ہے وہ سن گن لینے
(الشعراء - ۲۶: ۲۱۰ - ۲۱۲)	سے معزول کیے جا چکے ہیں۔

قرآن نے جو پہلا جواب قریش کو دیا ہے، بعینہٖ وہی جواب اس سے پہلے اس طرح کے شبہ کے جواب میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے معترض فریسیوں کو دیا تھا۔ فریسیوں نے جب حضرت مسیح علیہ السلام کے پُرتاثیر کلام کو سنا اور ان کے معجزوں اور کارناموں کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ لوگ برابر ان کے گرویدہ ہوتے چلے جا رہے ہیں تو ان کے بڑھتے ہوئے اثر کو روکنے اور عوام کو ان سے بدگمان کرنے کے لیے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ انہوں نے بڑے شیطان، بعلزبول کو کسی عمل کے ذریعہ سے اپنے قابو میں کر لیا ہے اور اسی کی مدد سے یہ معجزے دکھاتے ہیں اور رعب جمانے کے لیے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ وہ خدا کی مدد سے کر رہے ہیں۔ انجیل میں ہے:

"فریسیوں نے سن کر کہا: یہ بدروحوں کے سردار، بعلزبول کی مدد کے بغیر بدروحوں کو نہیں نکالتا۔ اس نے (مسیح نے) ان کے خیالوں کو جان کر ان سے کہا: جس بادشاہی میں پھوٹ پڑتی ہے وہ ویران ہو جاتی ہے۔ اور جس شہر یا گھر میں پھوٹ پڑے گی وہ قائم نہ رہے گا۔ اور اگر شیطان ہی نے شیطان کو نکالا تو وہ آپ اپنا مخالف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا۔ پھر اس کی بادشاہی کیونکر قائم رہے گی؟[1]

قرآن نے بھی 'وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ' کے الفاظ سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ وحی جس کا ایک ایک حرف شیطان اور اس کے سارے مقاصد و محبوبات کے بالکل خلاف ہے، شیطان کی مدد سے کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ خود اپنے کاروبارِ ضلالت کو درہم برہم کرنے کے لیے ایسا مبارک صحیفۂ ہدایت کیسے نازل کر سکتا ہے؟ اگر وہ ایسا کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنی سلطنت خود اپنے ہاتھوں برباد کر ڈالی اور آپ اپنا دشمن بن گیا۔

دوسرا ٹکڑا 'وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ' (اور نہ یہ ان کے بس کا ہے۔ وہ سُن گُن لینے سے معزول کیے جا چکے ہیں) اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس کا سورۂ صافات والی آیات میں اوپر ذکر آچکا ہے اور جس کا جنات نے خود، سورۂ جن میں اعتراف کیا ہے :

وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ	اور ہم اس کے بعض ٹھکانوں میں کچھ
لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ	سُن گُن لینے کو بیٹھا کرتے تھے۔ اب جو
يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۝	بیٹھے گا تو وہ ایک شہاب کو اپنی گھات
(الجن — ۷۲ : ۹)	میں پائے گا۔

ملاء اعلیٰ سے جنات کے اس تعلق کی قرآن نے جگہ جگہ تردید کی ہے اور بار بار یہ بات بیان فرمائی ہے کہ قرآن شیطانی تصرف سے بالکل پاک ہے اور ایسے مواقع پر بالعموم ستاروں کے گرنے، ان کے ٹوٹنے اور ان کے پھینکے جانے کی بطورِ شہادت قسم بھی کھائی ہے، جس سے شہابِ ثاقب کا گرنا اور شیاطین کا دھتکارا جانا مراد ہے۔ سورۂ واقعہ سورۂ حاقہ، سورۂ تکویر اور سورۂ نجم میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ سورۂ شعراء میں ایک

[1] انجیل متی۔ باب ۱۲ : ۲۴-۲۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے پہلو سے اس کی تردید کی ہے۔ فرمایا کہ پیغمبر پر شیاطین نہیں آ سکتے۔ جس طرح مکھی صرف غلیظ اور نجس چیزوں پر بیٹھتی ہے اسی طرح جنات و شیاطین صرف گندی اور نجس روحوں پر ہی اترتے ہیں، وہ خدا کے رسولوں اور نبیوں پر آنے کی جرائت نہیں کر سکتے اور نہ ان کے کلام میں اپنی باتوں کی کوئی ملاوٹ کر سکتے ہیں:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ	کیا میں نہیں بتاؤں کہ شیاطین کن
الشَّيٰطِيْنُ ؕ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ	پر اترتے ہیں! وہ لپاٹیوں، بدکاروں
اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ	پر اترتے ہیں جو کان لگاتے ہیں اور ان
وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ؕ	میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

(الشعرآء - ۲۶ : ۲۲۱-۲۲۳)

۳۔ کواکب پرستی

دنیا کی تقریباً تمام بت پرست قوموں میں سورج اور چاند کی پرستش رائج رہی ہے۔ اہل عرب بھی ان کو زمرۂ الوہیت میں خیال کرتے تھے۔ قرآن نے اس کی تردید کی:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ	اور اسی کی نشانیوں میں سے رات اور
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا	دن، سورج اور چاند بھی ہیں۔ نہ سجدہ
لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا	کرو سورج کو اور نہ چاند کو، بلکہ سجدہ
لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ	کرو اس اللہ کو جس نے ان ساری
اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿﴾	چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر تم اسی کی
(حٰمٓ السجدۃ - ۴۱ : ۳۷)	بندگی کرتے ہو۔

اہل عرب نکھتروں کی تاثیر کے بھی معتقد تھے۔ ان کا خیال تھا کہ انواء (نکھتروں) کو زمین کی خوش حالی میں بڑا دخل ہے۔ بارش انہی کے جود و کرم کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ بارش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی تو کہتے 'مطرنا بنوء کذا' فلاں نکھتر خوب برسی۔ اور یہ نسبت ان کے نزدیک مجازی نہیں ہوتی تھی، بلکہ وہ فی الحقیقت اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ پانی برسانا نکھتروں کا کام ہے۔

مشہور ستارہ شعریٰ بھی اہلِ عرب کا معبود تھا۔ یہ گرمیوں کے زمانہ میں طلوع ہوتا تھا۔ تابط شرّاً کا شعر ہے:

شامس فی القرحتیٰ اذا ما

ذکت الشعری فبرد وظل

(ممدوح) سردیوں میں گرمی پہنچاتا ہے، یہاں تک کہ جب شعریٰ طلوع ہوتا ہے (گرما میں) تو وہ ٹھنڈک اور سایہ بن جاتا ہے۔

عرب میں جاڑوں کا موسم قحط و افلاس کا موسم ہوتا تھا۔ شمال کی ٹھنڈی ہوائیں اس زمانے میں پورے ملک کی تمام کاروباری سرگرمیوں کو سرد کر دیتی تھیں۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب جاڑے کے موسم کو 'ایام نحسات' کہتے تھے۔ آمد و رفت اور تجارت کی چہل پہل زیادہ تر گرمیوں کے موسم کے ساتھ مخصوص تھی اور چونکہ یہی زمانہ شعریٰ کے طلوع ہونے کا زمانہ ہوتا تھا۔ اس وجہ سے یہ ساری خیر و برکت اسی کی طرف منسوب ہوتی تھی۔ قرآن نے سورۂ نجم میں اسی وہم کی تردید کی ہے:

وَاَنَّہٗ ھُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی ۙ — اور اسی نے غنی اور سرمایہ دار کیا اور

وَاَنَّہٗ ھُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ۙ — وہی شعریٰ کا بھی رب ہے۔

(النجم - ۵۳: ۴۸-۴۹)

اہلِ عرب کے تصورِ مذہبی نے ان مختلف عناصر کو جوڑ توڑ کر دیوتاؤں کی ایک بزم سجائی (CONSTELLATION OF GODS)۔ جس میں خدا کی حیثیت ایک عرش والے (ذوالعرش) یا مہادیو کی قرار دی اور ان دیوتاؤں کو مقربینِ بارگاہ اور ارکانِ سلطنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت بخشی۔ پھر اس تصوّر میں تشبیہ نے، جو ہمیشہ سے شرک کے نہایت اہم اسباب و عوامل میں سے رہی ہے، رنگ آمیزی کی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح زمین کے ملوک و سلاطین اپنے دور دراز کے علاقوں کا انتظام اپنے حکام و عمّال کے سپرد کر دیتے ہیں اسی طرح خدائے عرش نشین نے بھی زمین کے معاملات کا انتظام و انصرام ان دیوتاؤں کے سپرد کر چھوڑا ہے۔ اس نے اپنا تعلق صرف آسمان کے نظم و اہتمام سے رکھا ہے، جس کو دارالسلطنت کی حیثیت حاصل ہے۔ باقی رہی زمین، تو اس کے معاملات میں اس کی حیثیت بس ایک گوشہ نشین علۃ العلل کی ہے۔ اس کی عام تدبیر و سیاست سے وہ بذاتِ خود متعلق (IN TOUCH) نہیں ہے۔ یہ تصور ایک تنزیہی تصور ہے جو بعض مشرک اقوام میں پایا جاتا ہے، لیکن یہ تنزیہ ایک طرف تو خدا کی قدرت اور علم کی نفی ہے، دوسری طرف اس سے خدا کی خدائی اور اس کی حاکمیت کی تقسیم لازم آتی ہے۔ اس وجہ سے قرآن نے اس کی تردید فرمائی ہے۔

اس تقسیم سے خدا کی قدرت اور اس کے علم کی جو نفی ہوتی ہے اور اس پر عجز اور ناواقفیت کا جو عیب لگتا ہے اس کی تردید اس طرح فرمائی ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ .... وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا (البقرۃ - ۱۲ - ۲۵۵)	اللہ ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ زندہ ہے سب کا قائم رکھنے والا ہے۔ نہ اس کو اونگھ لاحق ہوتی ہے نہ نیند، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت ہے..... اس کا اقتدار آسمانوں اور زمین سب پر حاوی ہے اور ان کی حفاظت اس پر ذرا بھی گراں نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ	بے شک تمہارا رب وہی اللہ ہے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ	جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ادوار
اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی	میں پیدا کیا، پھر وہ معاملات کا انتظام
الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط	سنبھالے، عرش پر متمکن ہوا۔
(یونس - ۱۰ : ۳)	

اس تقسیم سے خدا کی بادشاہی میں بٹوارے کی جو شکل پیدا ہوتی ہے اس کی تردید اس طرح فرمائی ہے:

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا	اور اللہ نے فرمایا کہ دو معبود نہ بنانا،
اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا هُوَ	وہ ایک ہی معبود ہے تو مجھی سے
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ	ڈرو۔
فَارْهَبُوْنِ ○	
(النحل - ۱۶ : ۵۱)	
وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ	اور وہی اکیلا آسمانوں میں بھی خداوند
وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ط وَهُوَ	ہے، اور وہی زمین میں بھی خداوند
الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ ○	ہے اور وہی حقیقی علیم و حکیم ہے۔
(الزخرف - ۴۳ : ۸۴)	

اسی تصور کی تردید ان آیات میں بھی ہے:

قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ کَمَا	کہہ دو کہ اگر کچھ اور اللہ بھی اس کے
یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی	شریک ہوتے، جیسے یہ دعویٰ کرتے
الْعَرْشِ سَبِیْلًا ○	ہیں، تو وہ عرش والے پر ضرور چڑھائی
(بنی اسرائیل - ۱۷ : ۴۲)	کر دیتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَوْكَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (الانبیآء — ۲۱ : ۲۲)	اگر ان دونوں کے اندر اللہ کے سوا الگ الگ اللہ ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو کے رہ جاتے۔

زمین کے معاملات میں براہِ راست متصرّف ماننے کی وجہ سے اہلِ عرب نے ان دیوتاؤں کو عبادت و تعظیم کے ان تمام لوازم کا مستحق ٹھہرایا جو خدا کے لیے مخصوص تھے۔ خدا کے لیے کعبہ تھا، ان کے لیے بھی الگ الگ استھان اور معبد بنائے گئے، خدا کے لیے حج اور قربانی کے طریقے تھے، ان کے لیے بھی حج اور قربانی کے مراسم اختیار کیے گئے۔ خدا نے اپنے لیے شعائر اور قربانی و نیاز کے جانور مقرر کیے، مشرکین نے اپنے معبودوں کے لیے بھی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مخصوص کر دیئے[1]۔ خدا کے لیے زمین کی پیداوار اور چوپایوں میں سے ایک متعیّن حصّہ تھا، ان کے دیوتا بھی اس حصّے کے مستحق ٹھہرے، اور چونکہ زمین کے نظم و اہتمام کے اصلی ذمّہ دار، ان کے خیال کے مطابق، یہی تھے اس وجہ سے خدا کے مقابل میں ان کا حق کچھ زیادہ ہی رہا: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ[2] (الانعام - ۶ : ۱۳۶)

---

[1] بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام، یہ جانوروں کی مختلف قسمیں ہیں جن کو اہلِ عرب اپنے دیوتاؤں کے نام پر چھوڑتے تھے اور ان کو ہدی کے جانوروں کی طرح مقدّس سمجھتے تھے۔

[2] (اور خدا نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کیے اس میں انہوں نے اللہ کا ایک حصّہ مقرر کیا ہے پس کہتے ہیں: یہ حصّہ تو اللہ کا ہے، ان کے گمان کے مطابق، اور یہ حصّہ ہمارے شرکا کا ہے تو جو حصّہ ان کے شرکا کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچ سکتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ ان کے شرکا کو پہنچ سکتا ہے۔ کیا ہی بُرا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کا حصہ ان کے شرکاء کی طرف منتقل ہو سکتا تھا، لیکن شرکاء کا حصہ خدا کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا تھا۔ خدا کے لیے صرف جانوروں کی قربانی تھی، لیکن شرکاء کے لیے جیسا کہ اوپر گزرا، بعض حالات میں اولاد تک کی قربانی پیش کی جاتی تھی۔ خدا نے صرف چند چیزیں حرام کی تھیں، لیکن ان دیوتاؤں کے تعلق سے بہت سی چیزیں حرام (TABOO) ہو گئیں۔ خدا وحی و الہام نازل کرتا تھا، یہ دیوتا بھی فال کے تیروں کی زبان سے اپنے فیصلے صادر کرنے لگے۔

خواص یہ ساری نیاز مندیاں ملائکہ، جنات اور کواکب کے لیے بجا لاتے تھے، لیکن عوام کو اتنی پرواز بھی نصیب نہیں تھی۔ وہ مٹی، پتھر اور لکڑی وغیرہ کے بنے ہوئے بتوں ہی کو اصل کارفرما مانتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآن نے بت پرستی کی تردید میں خواص و عوام دونوں کی ذہنیت کو سامنے رکھا۔ مثلاً سورۂ اعراف میں پہلے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝	جن کو تم اللہ کے ماسوا پکارتے ہو یہ تو تمہارے ہی جیسے بندے ہیں۔ پس ان کو پکارو۔ دیکھو، وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

(الاعراف - ۷: ۱۹۴)

پھر فرمایا:

أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا	کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں؟

(اعراف - ۷: ۱۹۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ - آباء پرستی :

دیوتاؤں کی اس بزم میں انہوں نے اپنے آباء و اجداد میں سے ان بزرگوں کو جگہ دی، جن کے مذہبی تقدس کی روایات ان میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کی قبریں اور ان کے آثار حصولِ برکت و قبولیتِ دعا کے مرکز بنتے بنتے بالآخر معبد بن گئے اور آہستہ آہستہ ان کے متعلق بھی انہوں نے اسی طرح کے عقائد و تصورات قائم کر لیے جس طرح کے عقائد و تصورات انہوں نے جنات اور ملائکہ سے متعلق قائم کر لیے تھے اور جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ قرآن نے اس کی تردید فرمائی :

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ	اور جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں
اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ	وہ کچھ پیدا نہیں کرتے، وہ تو خود مخلوق
يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ	ہیں، مردہ غیر زندہ، اور ان کو احساس
وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝	بھی نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے

(النحل — ۱۶ : ۲۰ - ۲۱)

اس آباء پرستی کی سب سے زیادہ منحوس شکل یہ تھی کہ آباؤ اجداد کے رواج اور چلن کو انہوں نے دین اور شریعت کی حیثیت دے دی، چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مخالفت میں سب سے زیادہ قوی محرک ان کا یہی آباء پرستی کا خبط تھا جب ان کو اللہ کے رستہ پر چلنے کی دعوت دی جاتی اور خدا کے احکام و قوانین بتائے جاتے تو کہتے: کیا ایک مجنون شاعر کے کہنے سے ہم اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ چھوڑ دیں ؟ یہ نہیں ہو سکتا :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى	اور جب ان کو دعوت دی جاتی ہے
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ	کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے
قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا	اتاری ہے اور رسول کی طرف آؤ تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ ۝

(المآئدة - ۵ : ۱۰۴)

جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اس صورت میں بھی جب کہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے رہے ہوں نہ ہدایت پر رہے ہیں؟

اس آیت کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ دادا کا چلن اس اعتبار سے تو اچھی چیز ہے کہ طبیعت کو اس سے انس اور لگاؤ ہوتا ہے، لیکن کسی چلن کی اچھائی کے لیے مجرّد اتنی بات کافی نہیں ہوسکتی کہ وہ آباء و اجداد سے چلا آرہا ہے۔ اس کے متعلق سب سے مقدّم سوال یہ ہے کہ وہ عقل کے خلاف تو نہیں ہے، فطرت انسانی سے بعید تو نہیں ہے، اخلاق کے منافی تو نہیں ہے، بالاجمال یہ کہ خدا کے بتائے ہوئے طریقہ سے الگ تو نہیں ہے؟ اگر ان کسوٹیوں پر وہ صحیح اتر جائے تو بے شک وہ صحیح ہے اور آباء و اجداد کا طریقہ ہونا اس کی صحت کے لیے ایک مزید سفارش ہے اور اگر ان کسوٹیوں پر وہ کھوٹا ثابت ہوجائے تو وہ باطل ہے اور کسی باطل کا موروثی ہونا اس کی صحت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

اس معاملہ میں دنیا ہمیشہ سے افراط و تفریط میں مبتلا رہی ہے۔ جاہلیتِ قدیمہ کا نظریہ تو، جیسا کہ اوپر گزرا، یہ تھا کہ آباء و اجداد کا طریقہ بہر صورت حق ہے۔ اس کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ آباء اجداد سے چلا آرہا ہے۔ جاہلیتِ جدیدہ اس معاملہ میں جو نقطۂ نظر رکھتی ہے اس کی بہترین ترجمانی مشہور شاعر ٹینی سن کے لفظوں میں یوں کی جاسکتی ہے کہ 'اگر بہتر سے بہتر چلن بھی ہمیشہ باقی رہے تو دنیا کو بگاڑ ڈالے'۔ یہ دونوں راہیں افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔ ایک کی بنا تقلیدِ اعمٰی پر ہے، جو عقل سے کام نہ لینے کا نتیجہ ہے۔ دوسری کی بنا خیرہ سری اور بددماغی پر ہے، جو عقل کو اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حد سے بڑھانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شرک و بت پرستی کی ایک خاص قسم آباء پرستی (ANCESTOR WORSHIP) کی طرف رہبری کرتی ہے، دوسری الحاد و زندقہ کی طرف لے جاتی ہے جو خود پرستی کا دروازہ ہے اور ان دونوں ہی راہوں میں انسان خدا پرستی کی حقیقت سے محروم اور عاقبت بینی کی ذمہ داریوں سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی عقل و تمیز پر مہر لگا کر چوپایوں کے گلہ میں داخل ہو جائے تو یہ بات بھی جائز نہیں ہو سکتی کہ ایک راستہ کی غلطی اور دوسرے کی صحت کا فیصلہ کیے بغیر وہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے پر چل کھڑا ہو۔

ان دونوں راہوں میں انسان شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کا مجرم ہے۔ عقل و فطرت کا راستہ وہ ہے جس کی شہادت دنیا کے اچھے انسانوں اور انبیاء علیہم السلام کی قبلِ بعثت کی زندگیوں سے ملتی ہے۔ ان کا طریقہ یہ رہا ہے کہ جونہی سنِّ رشد کی کرنیں ان پر چمکیں انہوں نے سب سے پہلے اپنے اس ذہنی ورثہ کا جائزہ لیا جو انہیں آباؤ اجداد سے پہنچا تھا، اور اس سے جو چیز بھی انہیں عقل و فطرت سے متناقض نظر آئی اس کو انہوں نے بے دررنگ چھوڑ دیا۔ اس راہ میں انہیں خلق کی طرف سے بے شمار مصیبتیں بھی جھیلنی پڑیں، لیکن اس کی انہوں نے کوئی پروا نہیں کی۔ یہی لوگ نوعِ انسانی کے گلِ سرسبد تھے اور اپنے اس جوہر کی وجہ سے حق سے مستفید ہونے میں ہمیشہ سب سے آگے رہے جس طرح سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں سب سے پہلے اونچی منڈیروں ہی پر چمکتی ہیں، اسی طرح جب کبھی دنیا میں آفتابِ حق طلوع ہوا انہی کے دل و دماغ اس سے سب سے پہلے نورانی ہوئے۔ اس کی ایک عمدہ مثال حضرت یوسف علیہ السّلام کی زندگی ہے۔ آپ نے فرمایا:

اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا میں نے ان لوگوں کے مذہب کو چھوڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ

ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے یہی لوگ منکر ہیں اور میں نے اپنے بزرگوں، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے مذہب کی پیروی کی۔

(یوسف - ۱۲ : ۳۷ - ۳۸)

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلوم ہے کہ ظاہر ہیں نہ انہوں نے کسی مذہب کو اختیار کیا اور نہ کسی مذہب کو ترک کیا۔ جس مذہب پر پیدا ہوئے تھے روزِ اوّل سے اپنی حیاتِ پاک کے آخری انفاس تک اسی مذہب پر رہے۔ نبوّت کے بعد اسی مذہب کی ان پر وحی ہوئی۔ مصر میں انہیں قبطیوں کے مذہب سے سابقہ پڑا، لیکن ان کا پاک دل ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی نجاستوں سے آلودہ نہیں ہوا۔ تاہم وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کے مذہب کو جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتی تھی، چھوڑا اور اپنے آباء و اجداد ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے مذہب کو اختیار کیا۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ ترک و اختیار عقلی اور باطنی ہے۔ انہوں نے اپنے آباء و اجداد کے مذہب کو محض میراثِ پدر سمجھ کر نہیں اپنا رکھا تھا، بلکہ ایک پاکیزہ فطرت اور متقی دل کی تمام کاہشوں اور کاوشوں کے ساتھ اس کی صداقت و حقانیت کو جانچا پرکھا تھا۔ وہ طریقہ ان کے لیے خود ان کا اپنا انکشاف تھا اِس لیے اپنا بن چکا تھا اور ان کے دل کے ریشہ ریشہ میں اترا ہوا تھا۔ اس کی صحت پر ان کی عقل گواہ تھی اور اس کے فطری اور خدائی ہونے پر ان کا دل بالکل مطمئن تھا۔ وہ اس کے ساتھ اس لیے نہیں لگ لیے تھے کہ باپ دادا کی عصبیت میں گرفتار تھے، بلکہ تمام جہان میں اگر ایک متنفس بھی اس راستہ پر نہ ہوتا۔ جب بھی ان کا راستہ وہی ہوتا۔ البتہ یہ اللہ کا ایک مزید فضل تھا کہ وہی راستہ ان کے آباء و اجداد کا بھی تھا۔ اس کی شہادت ان کی مصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پُرمحن زندگی سے ملتی ہے۔ آزمائشوں کی کیسی کیسی گھٹائیں امنڈ امنڈ کے آتی ہیں، لیکن ان کے قدم کو لغزش نہیں ہوتی، بلکہ تاریکی جتنی بڑھتی جاتی ہے ان کا اطمینان اتنا ہی مضبوط ہوتا جاتا ہے اور جتنا ہی ان کو ہلانے کی کوشش کی جاتی ہے ان کے حق میں اتنے ہی زیادہ استوار ہوتے جاتے ہیں۔ دنیا میں جو لوگ بھی کسی راستہ کو اس نورِ بصیرت کی رہنمائی میں اختیار کرتے ہیں وہ اس کو فی الحقیقت اختیار کرتے ہیں اس کی تقلید نہیں کرتے، اگرچہ وہ راستہ ان کے آباؤاجداد ہی کا راستہ ہو اور ایسے لوگ دوسری راہوں کو جو چھوڑتے ہیں تو درحقیقت وہ چھوڑتے ہیں، اگرچہ ایک قدم بھی وہ ان پر چلے نہ ہوں۔ یہی بصیرت و اجتہاد روحِ دین ہے۔ یہ نہ ہو تو تمام ادیان بے جان و بے روح ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک شخص کسی حق کو بھی اختیار کرے، مگر اس لیے نہیں کہ وہ حق ہے اور خدا کی طرف سے ہے بلکہ اس لیے کہ وہ اس کے آباؤاجداد کا طریقہ ہے، تو یہ بھی عرب جاہلیت کی اسی آباء پرستی میں داخل ہے، جو شرک ہے۔

۵۔ خود پرستی:

دیوتاؤں کی اس بزم میں مشرکینِ عرب خود بھی شریک تھے، لیکن وحیٔ الٰہی کی تنبیہ سے پہلے جس طرح انہیں اپنے بہت سے دوسرے مشرکانہ اعمال و عقائد کا شعور نہیں تھا اسی طرح اس چیز کے شعور سے بھی وہ محروم تھے۔ وہ اپنے تئیں خدا کا بندہ تو کہتے تھے، لیکن بندگی کے مقتضیات و لوازم سے بے خبر تھے۔ اس وجہ سے حدودِ بندگی سے تجاوز کر کے حدودِ الوہیت میں داخل ہو گئے تھے۔ قرآن نے ان کی اس طرح کی تعدیوں کی جو صورتیں بیان کی ہیں ہم ان کا بالاجمال ذکر کریں گے، اور یہ بحث نہایت قابلِ توجہ ہے۔

ا۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اہلِ عرب کو اپنی عبدیت اور خدا کی خالقیت و ربوبیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے انکار نہیں تھا، لیکن اس کے لوازم یعنی خدا کی بندگی اور پھر بندگی کے لوازم یعنی تنہا اللہ ہی کی اطاعت میں وہ جادۂ حق سے منحرف تھے وہ اطاعت میں دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے۔ عبادت اور بندگی کا مفہوم ان کے ہاں 'پوجا پاٹ' سے زیادہ نہیں تھا۔ وہ اس بات میں کوئی قباحت نہیں خیال کرتے تھے کہ عبادت خدا کی ہوتی رہے اور اطاعت اپنی یا کسی اور کی ——— وہ اللہ کی ہدایت کی جگہ اپنے نفس، اپنے آباؤ اجداد اور اپنے سرداروں اور لیڈروں کی خدا کے احکام کے خلاف پیروی کر کے بھی یہی خیال کرتے تھے کہ اس سے اللہ کی بندگی میں کوئی فرق نہیں آیا، لیکن قرآن نے متنبّہ کیا کہ خدا کی عبادت اس کی اطاعت کے بغیر بے معنی ہے۔ خدا کی بندگی کا لازمی اقتضا یہ ہے کہ صرف اسی کی اطاعت کی جائے :

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۝ (الزمر - ۳۹ : ۲ - ۳)	بے شک ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف قولِ فیصل کے ساتھ اتاری ہے تو تم اللہ ہی کی بندگی کرو، اسی کی خالص اطاعت[1] کے ساتھ۔ یاد رکھو کہ اطاعتِ خالص کا سزاوار اللہ ہی ہے۔

اس مضمون کی آیتیں قرآن مجید میں کئی جگہ ہیں، سب کو نقل کرنے میں طوالت ہے۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے جو دین نازل کیا تھا اس میں تحریف و تبدّل نے بہت سے اختلافات ڈال دیے تھے اور بے شمار بدعتیں داخل کر دی تھیں۔ اس

---

[1] دین کے معنی یہاں اطاعت کے ہیں : الدین الطاعۃ وقد دنتہ ودنت لہ اطعتہ - قال عمرو بن کلثوم :

وایاما لنا غرا کراما　　عصینا الملک فیہا ان ندینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے خدا کی خالص عبادت و بندگی کی راہ مسدود ہو گئی تھی۔ ان بدعات کی موجودگی میں جو لوگ بھی عبادت کر رہے تھے وہ خدائے واحد کی عبادت سے محروم تھے۔ وہ نام تو اللہ کا ضرور لیتے تھے، لیکن ہر قدم پر غیر اللہ کی اطاعت سے دوچار تھے۔ اس کتاب نے یہ اختلافات مٹا دیے اور شریعت کو غیر الٰہی عناصر سے پاک کر دیا۔ یہ حق و باطل کے درمیان ایک قول فیصل کی حیثیت سے نمودار ہو گئی۔ اب خدا کی اطاعت و بندگی کی سیدھی راہ باز ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو تنہا اسی کی اطاعت کرتے ہوئے یعنی بندگی وہی معتبر ہے جو خالص اطاعت کے ساتھ ہو۔ اگر محض مخصوص اوقات میں خدا کا نام جپ لیا جائے اور اطاعت میں اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کیا جائے، خواہ وہ شریک انسان کا اپنا ہی نفس ہو، تو یہ بندگی نہیں، نمرود کی خدائی ہے جس سے کسی بھلائی کی توقع نہیں رکھنی چاہیے:

أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝	بھلا یہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تم اس کے ذمہ دار ہو گے!

(الفرقان - ۲۵: ۴۳)

خدا کی اطاعت کا راستہ یہ ہے کہ اس کے انبیاء کی پیروی کی جائے:

وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۔	اور جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(النساء - ۴: ۸۰)

یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کی دعوت یہ رہی ہے کہ اللہ کی بندگی کرو اور میری بات مانو:

أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ	کہ اللہ کی بندگی کرو، اس کے حدود کی پابندی کرو اور میری بات مانو۔

(نوح - ۷۱: ۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی عبادت و بندگی کی راہ یہ ہے کہ نبی کی اطاعت کی جائے اور ساتھ ہی ان لوگوں کے راستہ کی پیروی سے انکار کیا جائے جو اللہ کے راستہ سے منحرف ہیں۔ چنانچہ انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اس کی تصریح فرما دی کہ: 'وَلَا تُطِيعُوٓا أَمۡرَ ٱلۡمُسۡرِفِينَ' (الشعرآء - ۲۶: ۱۵۱) (اور حدود سے گزر جانے والوں کی بات نہ مانو)۔ ہماری اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت نہ کرو جنہوں نے حدودِ الٰہی سے تجاوز کیا ہے اور خدا کے باغی ہیں۔

توحید کا یہی وہ مقام ہے جہاں موحدین اور مشرکین میں اصلی نزاع برپا ہوتی ہے۔ جب خدا کی عبادت صرف 'پوجا پاٹ' پر قناعت نہیں کرتی، بلکہ یہ مطالبہ بھی کرتی ہے کہ جو خدا کے بندے ہیں وہ صرف خدا ہی کی اطاعت بھی کریں اور اس کی اطاعت کے سوا ہر اس اطاعت کو شرک قرار دیں جو خدا کی اطاعت کے خلاف ہے تو اس بات کو وہ لوگ نہیں برداشت کر سکتے جو خود اپنی خدائی کے دعویدار ہوتے ہیں۔ علمائے اسلام میں سے علامہ ابن تیمیہؒ نے اس بحث پر 'العبودیۃ' کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا ہے جو نہایت مفید مباحث پر مشتمل ہے۔ اس سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ 'عبادت' صرف چند رسوم کا نام نہیں ہے، بلکہ پورا دین اس کے مفہوم میں داخل ہے اور یہ کہ اطاعت کے بغیر خدا کی عبادت کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔

ب - اسی بنیاد پر قرآن نے وضعِ قانون مخصوص اللہ تعالیٰ کا حق قرار دیا اور کسی کے لیے اس میں ادنیٰ شرکت بھی گوارا نہیں فرمائی۔ چنانچہ اکثر جگہ توحید کے بیان کے ساتھ اس امر کا بھی ذکر کیا کہ کسی شے کو حرام اور کسی چیز کو حلال قرار دینا اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ وہی بادشاہ ہے۔ اسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی رعیت اور اپنی مملکت کے لیے قانون بنائے۔ اس کے قانون کے خلاف قانون سازی توحید کی خلاف ورزی، خطواتِ شیاطین کی پیروی اور خدا کی عبادت کی نفی ہے۔ جو شخص اللہ کے قانون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف قانون بناتا ہے وہ اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے اور اگر دوسرے کے لیے اس حق کو تسلیم کرتا ہے تو اس کو اللہ کے سوا رب بناتا ہے اور اگر اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یہ شرک کے ساتھ خدا پر افترا بھی ہے۔ سورۂ بقرہ میں آیات ۱۶۳ - ۱۷۳ پڑھیے۔ شروع کی پانچ آیتوں میں توحید کا بیان ہے پھر اسی کے ذیل میں یہ آیت آتی ہے:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی	اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو
الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَّ لَا	حلال طیب ہیں ان کو کھاؤ اور
تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ	شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ
اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝	کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

(البقرۃ - ۲ : ۱۶۸)

"شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو" سے اس کی اس دعوتِ شرک کی طرف اشارہ ہے جس کا اس نے روزِ اول ہی میں اعلان کر دیا تھا: "وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ" (النسآء - ۴ : ۱۱۹) (میں ان کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا، ان کو آرزوؤں کے جال میں پھنساؤں گا، ان کو سکھاؤں گا تو وہ چوپایوں کے کان کاٹیں گے اور ان کو سکھاؤں گا تو وہ خدا کی بنائی ساخت کو بگاڑیں گے)۔

اس کے بعد شیطان کی دعوت کا اصل مقصد واضح کیا ہے کہ وہ برائی اور بے حیائی کی دعوت دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ انسان خود اپنے جی سے حلال و حرام کرے اور اپنا شارع آپ بنے اور پھر بلا سند اس کو خدا کی طرف منسوب کرے: "اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" (البقرۃ-۲ : ۱۶۹) (وہ تو بس تمہیں برائی اور بے حیائی کی راہ سوجھائے گا اور اس بات کی کہ تم خدا کی طرف وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتیں منسوب کرو جن کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں ہے)۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر انسان کو قانونِ الٰہی کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے تو باپ دادا کی روایات کی سند لاتا ہے، حالانکہ باپ دادا کی روایت کوئی سند نہیں ہے جب تک ان کے اقوال و اعمال کی بنیاد شرع الٰہی پر نہ ہو۔ باپ دادا کے طریقہ پر شریعت کی سند کے بغیر جم جانا اپنے آپ کو انسانوں کی صف سے نکال کر چوپایوں کے گلہ میں داخل کر دینا اور گونگوں، بہروں اور اندھوں کے زمرہ میں شامل ہو جانا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا	اور جب ان کو دعوت دی جاتی ہے
أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ	کہ خدا کی اتاری ہوئی چیز کی پیروی کرو تو
مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا	وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی
أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ	پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ
شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝ وَ	دادا کو پایا ہے۔ کیا اس صورت میں بھی جبکہ
مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ	ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے رہے ہوں اور نہ
الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ	راہ ہدایت پر رہے ہوں۔ ان کافروں کی تمثیل
إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ	ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی چیزوں کو پکارے
عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝	جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سنتی سمجھتی ہوں۔
(البقرۃ - ۲: ۱۷۰-۱۷۱)	یہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں، یہ سمجھ نہیں سکتے

پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا کی عبادت کے مدعی ہیں تو اس کی عبادت صرف اس طرح نہیں ہو سکتی کہ عبادت تو اس کی کریں، لیکن حرام و حلال اپنے جی سے کریں۔ اس کی عبادت کا لازمی اقتضا یہ ہے کہ وضع قانون اور تشریع کا حق خالص اسی کے لیے تسلیم کریں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن	اے ایمان والو، جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم
طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا	کو بخشی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ ہی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ — شکر گزار بنو اگر تم اس کی بندگی کرنے والے ہو۔

(البقرۃ - ۲ : ۱۷۲)

اسی بنیاد پر اللہ کے ایمان اور اس کی بندگی کے لیے تمام خدائی ادیان میں اس بات کو ایک لازمی شرط قرار دیا گیا ہے کہ زندگی کے معاملات اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق چلائے جائیں اور شریعت کو چھوڑ کر کسی اور چیز کو رہنما نہ بنایا جائے۔ قرآن سابق امتوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے خبر دیتا ہے کہ یہی حکم یہود کو دیا گیا تھا:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

(المآئدۃ - ۵ : ۴۴)

بے شک ہم ہی نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق خدا کے فرمانبردار انبیاء ربانی علماء اور فقہاء یہود کے معاملات کے فیصلے کرتے تھے، بوجہ اس کے کہ وہ کتاب الٰہی کے امین اور اس کے گواہ ٹھہرائے گئے تھے کہ لوگوں سے نہ ڈریو مجھی سے ڈریو اور میرے احکام کو دنیا کی متاعِ حقیر کے عوض نہ فروخت کیجیو اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں۔

پھر قرآن مجید خبر دیتا ہے کہ بعینہٖ یہی حکم نصاریٰ کو بھی دیا گیا تھا کہ وہ بھی اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق معاملاتِ زندگی کو چلائیں، ورنہ فاسق ٹھہریں گے:

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ — اور واجب ہے کہ اہلِ انجیل بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ ؕ وَمَنْ لَّمْ	فیصلہ کریں اس کے مطابق جو اللہ
یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ	نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے
ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو
(المائدۃ - ۵ : ۴۷)	وہی لوگ نافرمان ہیں۔

پھر بتایا کہ جو حکم ان امتوں کو دیا گیا تھا بعینہٖ وہی حکم مسلمانوں کو بھی دیا جاتا ہے کہ زندگی کے تمام معاملات کو اس کتاب کی راہنمائی میں چلائیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ	اور ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری
مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ	حق کے ساتھ، مصداق اس سے پیشتر سے
مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ	موجود کتاب کی اور اس کے لیے کسوٹی
فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ	بنا کر، تو ان کے درمیان فیصلہ کرو
اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ	اس کے مطابق جو اللہ نے اتارا اور اس
عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ ؕ	حق سے ہٹ کر، جو تمہارے پاس آچکا
(المآئدۃ - ۵ : ۴۸)	ہے، ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔

بعینہٖ یہی مضمون اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ، سورۂ انعام کی آیات ۱۳۶ سے لے کر ۱۵۳ تک بیان ہوا ہے، اور آخری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جماعت کی شیرازہ بندی اور تنظیم قانون و شریعت سے ہوتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ وضع قانون و شرع کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تسلیم کیا جائے جو سب کا خالق اور سب کا بادشاہ ہے۔ اگر اس حق میں دوسرے بھی شریک ہو جائیں اور ہر قوم و جماعت اپنے لیے قانون بنانے کی مجاز ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ بدنظمی، انتشار اور فساد فی الارض ہے

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ؕ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (الانعام - ۶ : ۱۵۳)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اور یہی میرا راستہ سیدھا راستہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور دوسری پگ ڈنڈیوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اس کی راہ سے الگ کر دیں۔ یہ باتیں ہیں جن کی تمہیں ہدایت فرمائی تاکہ اس کے غضب سے بچو)۔

توحید اور تشریع کا یہی تلازم سورۂ نحل کی آیات ۵۴ - ۵۵ میں موجود ہے لیکن یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

ج۔ خود پرستی کی ایک نہایت اہم اور عام شکل یہ ہے کہ جو لوگ ایک مدت تک فارغ البالی اور خوش حالی کی زندگی بسر کر چکے ہوتے ہیں اور دولت و ثروت اور اکتساب علم و فن کے وسائل پر قابض رہتے چلے آتے ہیں، کچھ عرصہ کے توارث کے بعد، اس حالت امن و اطمینان کو وہ اپنا استحقاقِ ذاتی اور اپنے علم و قابلیت کا ثمرہ سمجھنے لگ جاتے ہیں یہ ذہنی حالت فرد کی ہو یا جماعت کی، بس کی گانٹھ ہے، جس سے بے شمار مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی تہ میں اتر کر غور کیا جائے تو یہ صریح شرک ہے۔ کیونکہ اس دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب کا خالق اللہ ہے۔ تمام وسائل و ذرائع اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور ان وسائل و ذرائع پر ہم اپنے جن اعضا اور جن قوتوں اور قابلیتوں کے ذریعے سے تصرف کرتے ہیں وہ سب بھی خدا ہی کا عطیہ ہیں:

قُلْ هُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ	کہہ دو کہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا
وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ	کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں
وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ	اور دل بنائے۔ پر تم بہت ہی
(الملک - ۶۷: ۲۳)	کم شکر کرتے ہو!

ہمارے عروج و کمال کا کوئی درجہ، ہمارے علم و فضل کا کوئی مرتبہ اور ہماری عظمت و سطوت کا کوئی مقام ایسا نہیں ہے جو ہمیں اس کی بندگی اور غلامی سے بے نیاز کر سکتا ہو۔ ہم سلیمانؑ و ذوالقرنین ہو کر بھی اس کے آگے ویسے ہی محتاج اور فقیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جیسے سلمان اور ابوذر ہو کر (رضی اللہ عنہما) احتیاج و افتقار ہماری ایک صفتِ ذاتی ہے جو کسی حال میں بھی ہم سے جدا نہیں ہو سکتی، خواہ ہم کتنے ہی بلند مرتبہ پر پہنچ جائیں اور قوت و سطوت کی کتنی ہی بڑی مقدار فراہم کر لیں۔

عرب جاہلیت میں شرک کی یہ قسم بھی موجود تھی۔ وہ اپنی خوش حالی اور فارغ البالی کو اپنے علم و تدبر کا نتیجہ اور اپنے استحقاقِ ذاتی کا ثمرہ سمجھتے تھے۔ آخرت کے اوّلاً تو قائل نہیں تھے اور اگر ایک مفروضہ کے درجہ میں اس کو مانتے بھی تھے تو اس کے لیے عمل و اطاعت کی کسی سرگرمی کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح ہم دنیا میں بہتر حالت میں ہیں اسی طرح آخرت میں بھی بہتر حالت میں رہیں گے۔ یہ بہتر حالت میں رہنا ہمارا ایک ذاتی حق ہے جو کسی حال میں ہم سے چھن نہیں سکتا۔ قرآن نے اسی ذہنی حالت کی تصویر کھینچی ہے:

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(الزمر - ۳۹ : ۴۹)

پس جب انسان کو کوئی دکھ پہنچتا ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس پر اپنی طرف سے فضل کر دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میری تدبیر کی بدولت حاصل ہوا۔ بلکہ یہ ایک آزمائش ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

یعنی انسان کوئی چیز اپنے علم و قابلیت سے نہیں پاتا۔ جو کچھ بھی پاتا ہے خدا کے فضل سے پاتا ہے اور اس سے مقصود اس کی آزمائش ہوا کرتی ہے کہ وہ شکر کرتا ہے یا ناشکری۔ لیکن اکثر اس آزمائش سے ناواقف ہیں اور وہ ناشکری ہی کرتے ہیں اور جو چیز خدا کی عنایت سے ملتی ہے اس کو اپنے علم و قابلیت کا ثمرہ اور اپنا ذاتی استحقاق سمجھنے لگتے ہیں اور اس طرح خدا کی ربوبیت اور رزاقیت میں شریک بن بیٹھتے ہیں یہ چیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استکبار اور فساد فی الارض کی جڑ ہے۔ اسی متکبّرانہ ذہنیت کی تصویر دوسری جگہ اس طرح کھینچی ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ
(حٰمٓ السجدۃ - ۴۱ : ۵۰)

اور اگر ہم اس کو اپنی رحمت کا مزا چکھا دیتے ہیں، اس تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی ہوتی ہے تو کہتا ہے: یہ تو میرا حق ہی ہے اور میں قیامت کے ہولے کا گمان نہیں رکھتا اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا ہی گیا تو میرے لیے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے۔

یہی ذہنیت ہے جس کا ذکر سورۂ مدثّر میں ہے:

وَجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ
(المدثّر - ۷۴ : ۱۲-۱۵)

اور اس کو بخشا مال فراواں۔ اور بیٹے دیے حاضر باش۔ اور اس کے لیے خوب راہ ہموار کی۔ پھر وہ یہ توقع رکھتا ہے کہ اس کے لیے اور زیادہ کروں گا۔

آخری ٹکڑے: ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (پھر وہ یہ توقع رکھتا ہے کہ میں اس کے لیے اور زیادہ کروں گا) کا مطلب یہ ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ اگر بالفرض خدا کے ہاں جانا ہی ہوا تو مجھے دنیا میں جو کچھ حاصل ہے اس سے زیادہ وہاں حاصل ہوگا، کیونکہ وہ اس تمام عظمت و ثروت کو اپنے استحقاق کا نتیجہ سمجھتا ہے، اس کو خدا کی بخشش اور آزمائش نہیں سمجھتا۔

اسی ذہنیت کی تصویر سورۂ معارج میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۙ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۙ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝	تو ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمنے باتیں سے، تم پر پلے پڑ رہے ہیں گروہ در گروہ! کیا ان میں سے ہر ایک یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ جنت نعیم میں داخل کر دیا جائے گا! ہرگز نہیں! ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اس چیز سے جس کو وہ جانتے ہیں!
(المعارج - ۷۰ : ۳۶ - ۳۹)	

یہ تصویر ہے اس حالت کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ قرآن کے وقت پیش آئی۔ آخرت میں اربابِ اقتدار کی ذلت اور جزاء و سزا کی آیتیں جب آپ سناتے تو قریش کے سرداروں کو سخت چوٹ لگتی۔ ان کے لیے یہ تصور بہت شاق تھا کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جس میں بلندی اور پستی کی میزان ایمان اور عمل صالح کے ہاتھ میں ہوگی اور ایک غریب سے غریب کسان اور ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور بھی اپنی بندگی اور اطاعت کے صلہ میں بڑے بڑے سرداروں کے لیے قابلِ رشک ہوگا۔ وہ جب قرآن کی یہ آیتیں سنتے تو ان کی تردید کرتے اور ان کا مذاق اڑانے کے شوق میں ہر چہار طرف سے آپ پر پل پڑتے اور استحقاق ذاتی کے گھمنڈ میں جو ایک متوارث خوش حالی اور سیادت کا قدرتی نتیجہ ہے، یہ کہتے کہ اگر ہم خدا کے ہاں جائیں گے بھی تو وہاں بھی ان کمینوں سے اچھے ہی رہیں گے۔ ہمیں جو کچھ حاصل ہے ہمارے استحقاقِ ذاتی کا ثمرہ ہے۔ یہ کسی جگہ بھی ہم سے چھن نہیں سکتا، نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ ہم پیدا ہی اسی لیے ہوئے ہیں کہ حکومت کریں، عیش و آرام کریں اور لوگوں پر بلند و بالا رہیں۔ قرآن نے اس کا جواب دیا: "كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ" (المعارج - ۷۰ : ۳۹) (ہرگز نہیں! ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز سے جس کو وہ جانتے ہیں)۔ (جس کو وہ جانتے ہیں، یعنی بتلانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی بے حقیقی اور کم قدری ان پر اچھی طرح واضح ہے۔ نجس پانی کی ایک بوند کے لیے برتری اور پاکیزگی، اپنے استحقاقِ ذاتی و موروثی اور اپنے شرفِ نسبی و حسبی کا یہ غرور زیب نہیں دیتا اور جس انسان کی یہ تمام توانائیاں اور قوتیں اور تمام قابلیتیں بچپنے اور بڑھاپے کی دو ناتوانیوں کے درمیان گھری ہوئی ہیں :

اَللّٰہُ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَۃً	اللہ ہی ہے جس نے تم کو ناتوانی سے پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد قوت بخشی پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا طاری کر دیا۔

(الروم - ۳۰ : ۵۴)

اس انسان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے تئیں بندگی سے بالاتر، عمل و اطاعت سے بے نیاز اور خدا کی خدائی میں حصّے دار خیال کرنے لگے۔

یہی حقیقت سورۂ نجم میں نہایت لطیف اسلوب سے بیان ہوئی ہے :

وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۚ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ ؕ ھُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ	اور اللہ ہی کے اختیار میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین ہے کہ وہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اچھے کام کیے ہیں اچھا۔ یعنی ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں اور کھلی بے حیائیوں سے بچتے رہے مگر یہ کہ کبھی کسی برائی پر پاؤں پڑ گئے۔ سو تیرے رب کا دامنِ مغفرت بہت وسیع ہے۔ وہ تم کو خوب جانتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

(النجم - ۵۳: ۳۱-۳۲)

ہے جب کہ اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب کہ تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں جنین کی شکل میں رہے۔ تو تم اپنے کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ۔ وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے۔

اس سے اوپر والی آیت میں ملائکہ کی شفاعت کی تردید تھی اس کے بعد جزا و سزا کا حق ہونا بیان کیا اور فرمایا کہ اللہ کے ہاں کی کامیابی صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو کبائر اور فواحش سے بچتے رہیں اور اگر کبھی اس طرح کی گندگی کا کوئی چھینٹا دامن پر پڑ جائے تو توبہ و استغفار کے اشکِ ندامت سے اس کو دھو ڈالیں۔ باقی رہے وہ لوگ جو استحقاقِ ذاتی کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں اور اپنے آپ کو بڑی چیز، بلکہ پیدائشی حقدارِ جنت سمجھ رہے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خدا ان کے اس وقت سے بھی واقف ہے جب اس نے ان کو خاک سے پیدا کیا اور اس وقت سے بھی واقف ہے جب وہ پانی کی ایک بوند کی شکل میں اپنی ماؤں کے پیٹوں پڑے اور پھر مضغہ، گوشت اور جنین کی صورت اختیار کی۔ ایسے ناتواں اور حقیر وجود کے لیے جس کی ابتدا، اتنی ناچیز ہے، زیبا نہیں کہ وہ اپنی برتری کے غرور میں مبتلا ہو۔ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے سب خدا کی بخشش ہے، ایک ذرّہ بھی اس کی قدرت و قابلیت کا نتیجہ نہیں ہے:

اسی مشرکانہ ذہنیت کی تصویر سورۂ کہف میں ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۭ كِلْتَا

اور ان کو دو شخصوں کی تمثیل سناؤ۔ ان میں سے ایک کے لیے ہم نے انگور کے دو باغ بنائے، ان کو کھجوروں کی قطار سے گھیرا اور ان کے درمیان کھیتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۙ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۙ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝

(الکہف - ۱۸ : ۳۲-۳۸)

کے قطعات بھی رکھے۔ دونوں باغ خوب پھل لائے، ان میں ذرا کمی نہیں کی۔ اور ان کے بیچ بیچ میں ہم نے نہر بھی دوڑا دی اور اس کے پھلوں کا موسم ہوا تو اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا: میں تم سے مال میں بھی زیادہ اور تعداد کے اعتبار سے بھی زیادہ طاقتور ہوں اور وہ اپنے باغ میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ اپنی جان پر آفت ڈھا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ کبھی برباد ہو جائے گا اور میں قیامت کے آنے کا بھی گمان نہیں رکھتا اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا ہی گیا تو اس سے بھی بہتر مرجع پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے بحث کرتے ہوئے کہا: کیا تم نے اس ذات کا انکار کیا جس نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر پانی کی ایک بوند سے، پھر تم کو ایک مرد بنا کر کھڑا کیا۔ لیکن میرا رب تو وہی اللہ ہے اور میں اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

یہ ایک مفاخرت کی تصویر ہے جو عرب کی اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی اور جس کے لیے عربی ادب میں اصطلاحی لفظ "منافرت" ہے۔ اس پر غور کیجیے تو ایک ایسے ذہن کے تمام مفاسد اس میں عریاں ہو گئے ہیں جو استحقاقِ ذاتی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو۔ اس کے جواب میں دوسرے بندۂ موحد نے بعینہٖ وہی بات کہی ہے جو اوپر سورۂ نجم اور سورۂ معارج والی آیتوں میں گزر چکی ہے۔ یعنی اس کو خلقت اور اس کی اصل کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جس انسان کی اصل مٹی ہے جو اپنی ابتدا میں صرف نجس پانی کی ایک بوند ہے، اس کے لیے استحقاقِ ذاتی کا لفظ بالکل بے معنی ہے اور پھر نہایت خوبی کے ساتھ اس امر کو واضح کیا ہے کہ یہ استکبار اور استحقاقِ ذاتی کا گھمنڈ درحقیقت شرک ہے۔ جو شخص اس غرور میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو خدائی میں شریک بناتا ہے اور پھر اپنے آپ کو اس شرک سے بری کیا ہے: 'لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا' (لیکن میرا رب تو وہی اللہ ہے اور میں اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا) بعد کی آیت میں اس برخود غلط مغرور کے باغ کی تباہی کا ذکر ہے اور اس کی حسرت ان الفاظ میں بیان کی گئی: 'يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا' (الکہف - ۱۸: ۴۲) (اے کاش! میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بناتا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دولت و ثروت کی چکا چوند باقی رہی آنکھیں بند رہیں، اس وقت تک اپنی قوت و تدبیر پر ناز تھا، اپنی جمعیت و عصبیت پر فخر تھا، اپنے خدم و حشم کی کارفرمائیوں پر غرور تھا، لیکن جب باغ ویران ہو گیا اور جمعیت و عصبیت کچھ کام آ سکی نہ خدم و حشم کچھ کام آ سکے۔ 'وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝' (الکہف - ۱۸: ۴۳) (اور اس کے پاس نہ تو کوئی جتھا تھا جو خدا کے مقابلے میں اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہی انتقام لینے والا بن سکا)۔

تو ان اصنام کی بے حقیقتی اس پر واضح ہو گئی اور پھر اس نے افسوس کیا کہ ہائے میری کم بختی میں نے ان کو کیوں اپنے پروردگار کا شریک ٹھہرایا!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن ذہنوں کے اندر یہ گھمنڈ بسا ہوا ہے ان پر مایوسی و دل شکستگی چھا جاتی ہے لیکن جوں ہی حالات بدل جاتے ہیں، سرو سامان پھر بہم ہو جاتا ہے، قوت و شوکت کے جلوے پھر نظر آنے لگتے ہیں، نفس کے اندر کی دبی ہوئی خدائی پھر جاگ اٹھتی ہے اور وہ قرآن کے لفظوں میں فرحٌ فخورٌ (اکڑنے والے اور فخر کرنے والے) بن کر زمین میں پھر فساد پھیلانے اور خدا کی خدائی کی جگہ خدا کے بندوں سے اپنی خدائی منوانے میں اپنا سارا زور صرف کرنے لگتے ہیں:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ

(یونس: ۲۲-۲۳)

وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں سفر کراتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور کشتیاں ہوائے موافق سے چل رہی ہوتی ہیں اور وہ اس میں مگن ہوتے ہیں کہ دفعتًہ ایک بادِ تند آتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موجیں اٹھنے لگتی ہیں اور وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ ہم ہلاک ہوئے تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں، خالص اسی کی اطاعت کا عہد کرتے ہوئے کہ اگر تو نے ہمیں اس آفت سے نجات دی تو ہم تیرے شکر گزار بندوں میں سے ہو کر رہیں گے۔ تو جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے وہ نجات پاتے ہی زمین میں بلا کسی حق کے، سرکشی کرنے لگتے ہیں۔

دار المطالعة
کتاب نمبر ۹۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی مشرکانہ ذہنیت ہے جس کا ذکر سورۂ قصص میں ہے :

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي

(القصص - ۲۸ : ۷۷ - ۷۸)

اور جو کچھ خدا نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں آخرت کے طالب بنو اور دنیا میں سے اپنے حصّہ کو نہ بھولو اور جس طرح خدا نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تم بھی دوسروں کے ساتھ احسان کرو اور زمین میں فساد کے طالب نہ بنو. اللہ تعالیٰ فساد چاہنے والوں کو پسند نہیں کرتا. اس نے جواب دیا کہ مجھے یہ جو کچھ ملا ہے میرے ذاتی علم کی بدولت ملا ہے۔

سورۂ فجر میں ہے :

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝

(الفجر - ۸۹ : ۱۵ - ۱۶)

لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا خداوند اس کا امتحان کرتا اور اس کو عزت و نعمت بخشتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ میرے رب نے میری شان بڑھائی ہے اور جب اس کو جانچتا اور رزق میں کمی کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے خداوند نے مجھے ذلیل کر ڈالا۔

یعنی یا تو یہ سمجھ کر کہ میں لائقِ عزّت ہوں اور مجھے جو کچھ ملا ہے میرے استحقاق کا نتیجہ ہے مغرور و متکبر ہو جاتا ہے اور زمین میں اکڑنے اور فساد پھیلانے لگتا ہے یا بحالتِ دیگر یہ سمجھ کر کہ خدا نے مجھے بالکل نکمّا اور ذلیل بنا دیا، ذلیل و نامراد ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عزتِ نفس کا وہ جوہر بھی کھو بیٹھتا ہے جو سوسائٹی کے اندر اس کو ایک خوددار اور باوقار انسان کی جگہ دلا سکے۔ یہ عدمِ توازن محض اس غلطی کا نتیجہ ہے کہ انسان اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اپنے استحقاقِ ذاتی اور اپنی تدبیر و قابلیت کا ثمرہ خیال کرنے لگتا ہے۔ یہ تصوّر ایک مشرکانہ تصوّر ہے۔ موحدانہ تصوّر یہ ہے کہ انسان عُسر اور یُسر، تنگی اور فراخی دونوں کو خدا کی طرف سے سمجھے، دونوں میں اپنے لیے آزمائش خیال کرے۔ فراخی کے متعلق یہ خیال کرے کہ یہ شکر کی آزمائش ہے۔ تنگی کے متعلق یہ خیال کرے کہ یہ اس کے صبر کا امتحان ہے۔ ان دونوں حالتوں سے ایک بندے کا پورا دین ایمان کی کسوٹی پر جانچا جاتا ہے، کیونکہ دین درحقیقت صبر اور شکر ہی کے مجموعہ کا نام ہے۔ جس شخص کا تصوّر یہ ہوگا، لازماً اس کا نفس متوازن رہے گا۔ نہ وہ مصائب میں گھبرائے گا، نہ فراخی و کشادگی کے وقتوں میں مغرور و متکبر ہوگا۔ وہ جب دشمنوں کے نرغہ میں ہوگا اور اس کے سر کے لیے بڑے بڑے انعاموں کا اعلان ہوگا تو عین اس وقت جب کہ آخری خطرہ بالکل سامنے ہوگا وہ اپنے ایک ہی ساتھی کو ان لفظوں میں تسلّی دے گا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، (التوبۃ - ۹ : ۴۰) (تم غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے) اور عین اس وقت جب کہ ہزاروں انسانوں کی دَل بادَل فوج کے اندر اس پر ایک شہنشاہِ اعظم کا دھوکا ہو رہا ہوگا اس کی مقدس پیشانی گھوڑے کی زین پر خدا کے آگے جھکی ہوگی۔ ایسے متوازن نفس کے لیے قرآن نے نفسِ مطمئنہ کا لفظ استعمال کیا ہے: یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ (الفجر - ۸۹ : ۲۷-۳۰) (اے وہ جس کا دل (اپنے رب پر) جما رہا، چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ مل جا میرے بندوں میں، داخل ہو جا میری بہشت میں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

اہلِ کتاب کا شرک

اہلِ کتاب کے دو گروہوں کا ذکر قرآن نے کیا ہے: یہود اور نصاریٰ کا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے سوا ان تمام اساساتِ دین کو تسلیم کرتے تھے جن پر ایمان لانے کی دعوت قرآن دیتا تھا۔ یہاں تک کہ عقیدۂ توحید بھی ان کے اور مسلمانوں کے درمیان مسلّم تھا۔ نہ یہ لوگ اصول کی حد تک اس کے منکر تھے، نہ تورات اور انجیل کی تصریحات کی موجودگی میں اس کا انکار ممکن تھا۔ لیکن اس مسلّمہ پر ایمان رکھنے کے باوجود وہ بہت سے ایسے اعمال و معتقدات میں مبتلا تھے جو کفر اور شرک کو مستلزم تھے۔ قرآن نے اسی مسلّمہ کو اساسِ بحث قرار دے کر ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے اعمال و عقائد کو تناقض سے پاک کر لیں یا تو توحید کا انکار کر دیں کہ اس کے لوازم کو تسلیم کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر جس وادی میں چاہیں ٹھوکر کھائیں، یا اس کے لوازم اور مقتضیات کو بھی تسلیم کریں اور اسی چراغ کو لے کر اپنے تمام اعمال و عقائد کا جائزہ لیں اور جو بدعات و مفاسد ان میں، توحید سے بالکل متناقض، پیدا ہو گئے ہیں، ان کو دُور کریں۔

یاد ہو گا، عربوں سے بحث کا آغاز اس نقطہ سے ہوا تھا کہ جب آسمان و زمین کا خالق، قوتوں اور قابلیتوں کا موجد، آسمان و زمین کا مدبّر خدا ہی ہے اور تمہیں ان مسلّمات سے انکار نہیں ہے تو پھر ایسی باتیں کیوں مانتے ہو جو ان تمام مسلّمات کے تار و پود بکھیر دیتی ہیں۔ بالکل اسی طرح ایک قدم آگے بڑھ کر اہلِ کتاب سے نفسِ عقیدۂ توحید کو مرکز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دے کر بحث کا آغاز ہوا کہ اگر یہ عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان مانا ہوا ہے تو آؤ اسی کسوٹی پر اپنے کھرے کھوٹے کا امتحان کر لو، فرمایا:

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔ (آل عمران - ۳ : ۶۴)	کہہ دو اے اہل کتاب، اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی اللہ کی بندگی کرنا، کسی کو اس کا شریک نہ ماننا، کسی کو خدا کے سوا رب نہ ٹھہرانا اہلِ کتاب اور مسلمانوں کے درمیان مسلّم تھا۔ ان میں سے کسی ایک بات سے بھی نہ یہود کو اختلاف تھا نہ نصاریٰ کو۔ لیکن کسی کو رب نہ ماننے کا مفہوم وہ صرف یہ سمجھتے تھے کہ کسی کو خدا کے سوا رب نہ پکارا جائے۔ ان کے نزدیک خدا کی ربوبیت میں اس بات سے کوئی فرق نہیں آتا تھا کہ جو حقوق و صفات خدا کے لیے مخصوص ہیں ان میں دوسروں کو بھی شریک کر دیا جائے۔ مثلاً تشریع اور قانون سازی اللہ تعالیٰ کے مخصوص اختیارات میں سے ہے، اور کسی کے لیے بھی یہ بات جائز نہیں ہے کہ اس کے اس اختیار میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی خدائی میں ساجھا بٹانے کی جرأت کا مرتکب ہوتا ہے اور اگر ہم خود کسی کے لیے یہ حق تسلیم کرتے ہیں تو گو زبان سے ہم اس کو رب یا خداوند نہ کہیں، لیکن درحقیقت ہم اس کو خدا کی حاکمیت اور ربوبیت میں شریک گردانتے ہیں مگر یہود اور نصاریٰ خدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس حق میں دوسروں کو شریک کرنے میں کوئی قباحت نہیں خیال کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن نے اسی بنیاد پر یہود و نصاریٰ دونوں ہی کو اس امر کا مجرم قرار دیا کہ یہ اپنے علماء اور فقیہوں کو اللہ کے سوا رب ٹھہراتے ہیں:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ	انہوں نے اللہ کے سوا اپنے فقیہوں
رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ	اور راہبوں کو رب بناڈالا اور مسیح ابن
اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ	مریم کو بھی، حالانکہ انہیں صرف ایک
وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا	ہی معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔
اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ	اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک
سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝	ہے ان چیزوں سے جن کو یہ شریک
(التوبۃ - ۹ : ۳۱)	ٹھہراتے ہیں۔

اس آیت سے متعلق احادیث میں عدی بن حاتمؓ کا ایک سوال منقول ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہود و نصاریٰ اپنے عالموں اور راہبوں کو رب تو نہیں کہتے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے جو چیزیں حلال قرار دی ہیں ان کو وہ حرام کرتے ہیں، تو تم ان کو حرام قرار دے دیتے ہو، اور جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو وہ حلال کر دیتے ہیں، تو تم ان کو حلال قرار دے دیتے ہو؟ عدی بن حاتمؓ نے کہا: ہاں، یہ بات تو ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: فتلك عبادتهم، یہی ان کی پرستش ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ عدی بن حاتمؓ کو یہ غلط فہمی تھی کہ جب تک زبان سے کسی کے خداوند ہونے کا اقرار نہ کیا جائے اس وقت تک وہ خدا اور رب نہیں ہوتا اور جب تک کسی کی رسمی عبادت نہ کی جائے اس وقت تک وہ معبود نہیں بنتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط فہمی کا ازالہ یوں فرمایا کہ کسی کو خداوند کہو یا نہ کہو، اگر وہ حقوق و اختیارات اس کو دیتے ہو جو خدا کے لیے مخصوص ہیں، تو بغیر اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تم زبان سے اس کو رب اور اللہ کہو اس کو رب مان رہے ہو اور بغیر اس کے کہ اس کی پوجا کے رسمی طریقے بجا لاؤ اس کی پرستش کر رہے ہو۔ قانون اور شریعت بنانا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ اس منصب پر تم جس کو سرفراز کردو وہ خداوند بن جائے گا اور تم اس کے بندے بن جاؤ گے، زبان سے اس کو بندہ کہو یا خدا۔

آیت کی صحیح توجیہ سمجھنے کے لیے یہ تشریح کافی ہے، لیکن اس کی مزید وضاحت کے لیے یہاں چند مفید باتوں کا بیان کرنا ان شاء اللہ بے موقع نہ ہوگا۔

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے دو شرک بیان ہوئے ہیں: احبار و رہبان کو رب بنانا اور حضرت مسیحؑ کو رب بنانا۔ ہم دونوں چیزوں پر بالاجمال گفتگو کریں گے۔

۱-۱ احبار پرستی:

یہود کے متعلق یہ امر معلوم ہے کہ انہوں نے اپنی شریعت کی بہت سی باتیں فراموش کردی تھیں: ﴿فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ﴾ (المائدۃ – ۵: ۱۴) (تو جس چیز کے ذریعے سے ان کو یاد دہانی کی گئی وہ اس کا ایک حصہ بھلا بیٹھے)۔ بہت سے مقامات میں تحریف کر ڈالی تھی، مثلاً جہاں بنی اسمٰعیل کے اندر ایک نبیؑ خاتم کی بعثت یا قبلۂ ابراہیمی یا مقامِ قربانی وغیرہ کا بیان تھا۔ بہت سے احکام انہوں نے چھپا دیے تھے، بالخصوص جو زنا، سرقہ، قتل نفس وغیرہ کے حدود کے متعلق تھے۔ بہت سے احکام پر انہوں نے شرعی حیلوں کے پردے ڈال دیے تھے، بہت سے فتوے قانونِ الٰہی کے بالکل خلاف، محض اغراضِ دنیوی کے لیے لکھتے تھے، اور پھر ان کے متعلق یہ دعوے کرتے تھے کہ یہ عین تورات کے احکام ہیں۔ یہ ساری باتیں قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی شریعت کے ان تمام گوشوں میں خدا کی حاکمیت بالکل معدوم ہو چکی تھی اور اس کی جگہ ان کے علماء و فقہاء کے خود ساختہ احکام و قوانین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے لے لی تھی۔

اسی طرح بائیبل ہسٹری اور یہود کے نظامِ قضا اور طریقِ قانون سازی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں اجتہاد بالکل معدوم تھا۔ قبائل میں جو قاضی مقدمات کے فیصلہ کے لیے مامور تھے وہ نئے مسائل میں، جن کے بارے میں کوئی صریح حکم تورات میں موجود نہ ہوتا، یہ نہیں کرتے تھے کہ تورات کے احکام اور اپنے نبی کے فیصلے سامنے رکھ کر اجتہاد کرلیں، اور اسلام کے اصول کے مطابق خدا کی مرضی سے اوفق بات معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ معاملہ کو کاہنِ اعظم کے سامنے پیش کر دیتے۔ کاہنِ اعظم خدا کی مرضی معلوم کرنے کا ایک قدرتی ذریعہ (NATURAL ORGAN) خیال کیا جاتا تھا۔ کاہنِ اعظم یہ کرتا کہ وہ خیمۂ عبادت میں قدس الاقداس کے اندر جاتا، جہاں تابوت ایک پردہ کے پیچھے رکھا ہوا ہوتا۔ یہ مقام الہامِ ربانی کا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس پر یہواہ — خدا — کے احکام الہام ہوتے۔ وہ ان احکام سے لوگوں کو مطلع کرتا اور لوگوں پر ان کی تعمیل واجب ہوتی۔ بلنچلی اپنی کتاب 'دی تھیوری آف سٹیٹ' (THE THEORY OF STATE) میں مذہبی حکومت (تھیاکریسی) کے باب میں لکھتا ہے:

"قانونِ الٰہی ایک سونا منڈھے ہوئے صندوق میں رکھا رہتا، جس کی دو کروبی حفاظت کرتے، اور جس کی تعظیم الہامِ ربانی کے مرکز کی حیثیت سے کی جاتی تھی۔ تابوت خیمہ کے اندر ایک پردہ کے پیچھے قدس الاقداس میں رہتا تھا اور کاہنوں کی طرف سے پورے اہتمام سے اس کی نگرانی ہوتی تھی۔ یہیں کاہنِ اعظم یہواہ — خدا — کے احکام معلوم کرتا اور لوگوں کو مطلع کرتا۔

"قاضی جو قبائل میں شریعت کی تنفیذ پر مامور تھے وہ یہ کام خدا کے نام سے انجام دیتے تھے۔ کیونکہ قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص تھا۔ اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی معاملہ ان کے سامنے ایسا آجاتا جس کا فیصلہ ان کے لیے مشکل ہوتا تو اس میں ان کے لیے ضروری ہوتا کہ لاویوں کے ذریعہ سے خدا کی مرضی معلوم کریں۔ یہ طریقہ ٹھیک ٹھیک بت پرستوں کی نقالی ہے، اور یہود نے اپنے بگاڑ کے زمانہ میں اس کو اختیار کیا۔ جس طرح مصر، عراق، نینوا وغیرہ کے بت خانوں میں پجاری اور پروہت، کسی اہم ضرورت کے وقت، اپنے معبودوں کے سامنے جاکر ہاتفِ غیب کی زبان سے، ان معبودوں کی مرضی معلوم کرتے تھے یا جس طرح اہلِ عرب اپنے معبودوں کے سامنے فال کے تیروں کے ذریعہ سے ان کے احکام اور فیصلے معلوم کرتے تھے اسی طرح یہود نے بھی تابوت کو ایک معبود بنا لیا تھا۔ جس معاملہ میں ان کو مشکل پیش آتی، کاہنِ اعظم تابوت کے سامنے جاکر، خدا کے احکام اور فیصلے معلوم کرلیتا۔ مجرد تابوت کے سامنے حاضری حصولِ الہام کے لیے کافی تھی۔ یہ کاہن معصوم اور ملہم خیال کیے جاتے تھے۔ اس طریقہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بنی لاوی اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبۃ ۹: ۳۱) بن بیٹھے اور ان کے ہر قسم کے خیالات واوہام نے قانون وشریعت کا درجہ حاصل کرلیا۔

نصاریٰ کے ہاں صورتِ معاملہ اس سے بھی زیادہ بھونڈی ہے۔ نصاریٰ کی اصلی حیثیت یہود کے ایک اصلاح یافتہ فرقہ کی تھی، نہ کہ ایک مستقل اُمّت کی حضرت مسیح علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں، بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک اس کی ساری باتیں پوری نہ ہولیں ایک نقطہ بھی اپنی جگہ سے ٹل نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کوئی نئی شریعت نہیں دی، بلکہ اپنے پیروؤں کو صرف روحِ دین کی تعلیم دی اور قوانین وشرائع میں اسی دین کی پیروی کا حکم دیا جو تورات میں موجود تھا۔ صرف یہود کی بدعات کی حد تک اس میں اصلاح فرمائی۔ نصاریٰ کی ابتدائی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں حضرت مسیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام کے خلفاء کی حیثیت یہی تھی۔ وہ احکام و شرائع میں تمام تر تورات کے متبع تھے۔ لیکن پال نے مسیحیت کے تمام ظاہر و باطن کو بالکل مسخ کر ڈالا۔ اس نے نصاریٰ کو ایک مستقل نام اور ایک مستقل امت کی حیثیت سے ممیّز کیا، اور تورات کے احکام کی پابندی صرف بنی اسرائیل کے لیے خاص کر دی۔ غیر بنی اسرائیل کے لیے تورات کی پابندی منسوخ کر کے شراب اور سوّر وغیرہ کو جائز قرار دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے خلفاء نے ان مسائل پر اس سے بڑے بڑے مباحثے کیے، لیکن پال کی بدعات رومیوں وغیرہ کے مذاق کو اس قدر اپیل کرنے والی تھیں کہ بالآخر انہیں کو فروغ ہوا۔ اس طرح مسیحیت نے ایک مستقل امت کی حیثیت اختیار کر لی، لیکن ایک ایسی امت کی جو کتاب و شریعت سے محروم ہے۔ کیونکہ انجیل احکام سے بالکل خالی ہے اور تورات کی پیروی سے پال نے ان کو بری کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام معاملاتِ زندگی میں نصاریٰ خدا کے بجائے اپنے علماء کی بدعات کے پیرو ہو گئے۔ علماء جو کچھ کہتے وہی خدا کا حکم بن جاتا۔ قسطنطین کے زمانہ سے، جب سلاطینِ روم کی تلوار نے عیسائیت کی عداوت کی جگہ، اس کی حمایت کا رنگ اختیار کیا، پوپ کی عظمت کا یہ حال ہوا کہ ایک طرف پوپ کے احکام روانہ ہوتے دوسری طرف بادشاہ کا فرمان جاری ہوتا کہ ان احکام کی خدائے قادرِ مطلق کے احکام کی حیثیت سے پیروی کی جائے۔ بالآخر یہ لے اس درجہ بڑھی کہ ان مقدّس علماء کو یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ یہ زمین پر جو باندھتے وہ آسمان پر بھی باندھا جاتا اور یہ زمین پر جو کھولتے وہ آسمان پر بھی کھولا جاتا۔ ان کی زبان خدا کی ترجمان بن گئی۔ یہاں تک کہ یہ زمین پر جس کو بخش دیتے وہ آسمان پر بھی بخش دیا جاتا۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ اللہ کے احکام کے پیرو نہیں تھے، بلکہ العیاذ باللہ خدا خود ان کے احکام کی تعمیل کرتا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حضرت مسیحؑ کو رب بنانا:

اسی طرح نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی رب بنالیا۔ عیسائیوں کے علم کلام اور مذہبی مباحثات کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فتنہ کا بانی بھی پال ہی ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگرد، جیسا کہ معلوم ہے، غیر تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ برعکس اس کے پال یونانی فلسفہ اور یونانی تصوف کا ماہر تھا۔ اس نے انجیل کی شرح ایک نئے رنگ سے پیش کی اور دعویٰ کیا کہ میرے لیے مسیح (علیہ السلام) کے ان پڑھ شاگردوں کے الفاظ کی پیروی ضروری نہیں ہے جو حقائق و رموز کے سمجھنے سے بالکل قاصر تھے، بلکہ میرا علم براہ راست بطریق مکاشفہ خود مسیح (علیہ السلام) سے ماخوذ ہے۔ لطف یہ ہے کہ پال عبرانی زبان سے جو انجیل کی اصل زبان تھی، بالکل ناواقف تھا۔ اس کا تعلق انجیل کی اصل زبان کے ساتھ وہی تھا جو ایک عجمی جاہل کا قرآن کی زبان کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ جس طرح اسلام کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ دین میں بدعات کے فتنے بیشتر ان عجمیوں کی بدولت اٹھے جو قرآن و حدیث کی اصل زبان سے عموماً ناواقف تھے اور ساتھ ہی ان کے دماغ عجمی فلسفہ و تصوف سے مسموم تھے اسی طرح پال نے جو انجیل کی اصل زبان سے ناواقف اور یونانی فلسفہ و تصوف کا ماہر تھا انجیل اور نصرانیت کا بالکل ہیولا ہی بدل ڈالا۔ اس پر باطنیت (GNOSTICISM) کا رنگ غالب تھا اور اس کی تمام سرگرمیوں میں جو چیز اصل محرک کی حیثیت سے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو رومیوں کے اندر عیسائیت کو مقبول بنائے۔ اس ذوق اور اس محرک کے ساتھ قدرۃً اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلی زندگی اور ان کی واقعی تعلیمات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کی رغبت کی چیزیں وہی ہوسکتی تھیں جو اس کے فلسفۂ باطنیت کے ساتھ میل رکھتی ہوں اور جن کو آسانی کے ساتھ رومی میتھالوجی سے ہم آہنگ کیا جاسکے۔ چنانچہ اس کی ساری بدعتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اندر اس کا یہ ذوق ابھرا ہوا نظر آتا ہے لیکن ہم یہاں صرف الوہیتِ مسیح کی بدعت کی کسی قدر وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

انجیل میں مسیح (علیہ السلام) کے لیے بیٹے (ابن) اور کلمۃ اللہ اور خدا کے لیے باپ (اب) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ساتھ ہی جگہ جگہ ان کو ابن آدم بھی کہا گیا ہے، اور توحید کی بھی نہایت واضح لفظوں میں تعلیم دی گئی ہے۔ مسیح (علیہ السلام) کے سچے شاگردوں کو ان باتوں کے سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں پیش آئی۔ عبرانی زبان میں 'ابن' کا لفظ عبد اور بیٹے کے مفہوم میں مشترک ہے۔ اسی طرح 'اب' کا لفظ باپ اور رب کے معانی میں مشترک ہے۔ ان کو نہ ابن کے لفظ سے کوئی دھوکا ہو سکتا تھا نہ اب کے لفظ سے۔ وہ بے تکلف ابن اللہ کا مفہوم عبداللہ اور ابی کا مفہوم ربی سمجھتے تھے، اور بالفرض لفظ کے اشتراک سے، اگر کوئی ابہام بھی پیدا ہو سکتا تھا۔ تو توحید کی واضح تعلیمات اس کو دور کرنے کے لیے کافی تھیں۔ اہل حق کا طریقہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ مشتبہ چیزوں پر عقائد کی بنیاد نہیں رکھتے، بلکہ ان کی تاویل واضح تعلیمات اور قطعی اصولوں کی روشنی میں کرتے ہیں۔ لیکن پال کے لیے انجیل کے انہی چند الفاظ نے تاویل بازی اور فتنہ سازی کا دروازہ کھول دیا۔ پال کا تمام تر ماخذ عبرانی سے ناواقفیت کی وجہ سے، یونانی انجیلیں تھیں۔ یونانی میں آکر 'اب' اور 'ابن' کے لفظ اپنے اس مفہوم سے بالکل علیحدہ ہو گئے تھے جن مفہوموں میں وہ عبرانی میں مستعمل تھے۔ یونانی میں صریحاً وہ باپ اور بیٹے کے مفہوم میں ہو گئے تھے یہیں سے پال کے مذاقِ باطنیت کو غذا ملی۔ مسیح کو کلمۃ اللہ بھی کہا گیا تھا۔ اسی کو اساس قرار دے کر اس نے یہ فلسفہ تراشا کہ کلمہ (LOGOS) ایک برتر تخلیقی روحِ کائنات (WORLD POWER) ہے، اور مسیح (علیہ السلام) اس برتر تخلیقی روحِ کائنات کا مظہر (INCARNATION) ہیں۔ بس یہیں سے مسیح (علیہ السلام) کے ابن اللہ ہونے کی بدعت چل پڑی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پال ۶۴ء میں مرا ہے۔ اس وقت سے لے کر چوتھی صدی کے اوائل تک اس مسئلہ پر عیسائیوں کے درمیان جو ہنگامے برپا ہوئے اور اس بنیاد پر جو فرقے اٹھے، ان کی تفصیل طولانی ہے لیکن اس عہد کی تاریخ کے طالب علم کو تین فرقے نمایاں طور پر نظر آئیں گے:

(۱) آریوسی (ARIANS)۔ یہ آریوس (ARIUS) کے پیرو تھے اور مسیح (علیہ السلام) کو مخلوق مانتے تھے۔

(۲) سابیلی (SABELLIANS)۔ یہ لوگ حلول کے قائل تھے اور مسیح (علیہ السلام) کو خدا کا ایک اوتار یا اس کا ایک رخ (ASPECT) کہتے تھے۔ ان کے نزدیک خدا ہی خالق، منجّی اور معزّی سب کچھ تھا۔ جس طرح ایک ہی شخص باپ، مربّی اور مہمان سب کچھ ہو سکتا ہے۔

(۳) تثلیثی۔ ان کا لیڈر (ATHANSIOS) تھا۔ یہ لوگ عقیدۂ تثلیث کے داعی تھے۔ ان فرقوں میں سے آریوسی فرقہ صحیح نصرانیت کے بقایائے صالحہ میں سے تھا اگرچہ دوسرے فرقوں کے دباؤ اور رجحان عام کے اثر سے یہ لوگ بھی بعد میں حضرت مسیحؑ کو مقام بشریت سے کچھ بالاتر خیال کرنے لگ گئے تھے، لیکن تثلیث یا حلول کی تردید میں اس فرقہ کی کوششیں بے نظیر ہیں۔ تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اوائل میں ایک خاص واقعہ نے مسیح (علیہ السلام) کی الوہیت اور عبدیت کے متعلق عیسائیوں کے تمام فرقوں کو بری طرح دست و گریبان کر رکھا تھا۔ اس وقت تک رومی شاہنشہی کے اندر مسیحیت کافی پھیل چکی تھی اور یہ اختلافات سلطنت کے دشمنوں کے لیے سازگار ہو سکتے تھے۔ اس وجہ سے قسطنطین نے مسیحیت کا قلع قمع کرنے کی وہ پالیسی، جو اس کے پیشرؤوں نے اختیار کر رکھی تھی، ترک کر کے حمایتِ مسیحیت کی پالیسی اختیار کی۔ اس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوئی کہ کسی طرح ان نبرد آزما اور متصادم فرقوں میں اتحاد کرائے تاکہ ان اختلافات کی وجہ سے سلطنت کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ۳۱۴ء میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازلیس میں اس نے چرچ کی ایک کونسل منعقد کی، لیکن پیشِ نظر مقصد میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ بالآخر ۳۲۵ء میں اس کے ایماء سے، چرچ کی ایک جنرل کونسل نیسیہ (NICEA) میں منعقد ہوئی، اور گو وہ خود اس وقت تک باضابطہ عیسائی نہیں ہوا تھا، لیکن اسی نے کونسل کی صدارت کی۔ یہ کونسل نہایت اہم تھی۔ اس میں عیسائیت کے تمام فرقوں اور تمام کلیسوں کے ذمہ دار نمائندے موجود تھے۔ اصلی معرکہ آریوسی فرقہ اور الوہیتِ مسیح کے معتقدین کے درمیان تھا۔ اس کونسل کی روداد نہایت دلچسپ ہے۔ جس وقت بوڑھا آریوس مسیح (علیہ السلام) کے مخلوق ہونے پر تقریر کرنے کھڑا ہوا، ایک شخص نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا اور بہت سے بشپ اور پادری کانوں میں انگلیاں دیے ہوئے یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے کہ اس بڈھے پھوس کی کفریات کی تاب نہیں لا سکتے۔ کونسل کی اکثریت آریوس کے خلاف تھی، اس وجہ سے اس کی پارٹی اور اس کے دوسرے حامیوں کو شکست ہوئی۔ کونسل نے کئی دن کی بحث وتمحیص کے بعد کثرتِ رائے سے مسیحی عقیدہ مندرجہ ذیل الفاظ میں مرتب کیا جو (NICEAN CREED) کے نام سے موسوم ہوا، اور مسیحی عقائد کے باب میں چوتھی صدی سے لے کر آج تک مسلّم اور سب سے اہم دستاویز ہے:

"ہم ایک خدا پر ایمان لاتے ہیں جو باپ ہے اور قادرِ مطلق، تمام چیزوں کا خالق تمام حاضر وغائب کا، اور ایک خداوند یسوع مسیح پر ایمان لاتے ہیں، ابن اللہ، خدا کا (جنا ہوا) اکلوتا، باپ کے جوہر سے، خداوند خدا، نور النور، عین خدا سے عین خدا، جنا ہوا، بنایا ہوا نہیں، باپ ہی کے جوہر سے، جس نے تمام چیزیں بنائیں آسمان اور زمین میں، جو ہم آدمیوں کے لیے اور ہماری نجات کے لیے اترا، مجسّم بشکلِ انسانی اس نے دُکھ اٹھایا، پھر تیسرے دن جی اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا۔ مُردوں اور زندوں کی عدالت کے لیے پھر آئے گا اور ہم روح القدس پر ایمان لاتے ہیں۔

"پر وہ جو کہتے ہیں کہ پہلے وہ نہ تھا اور جنے جانے سے پہلے وہ معدوم تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ عدم سے وجود میں آیا، یا وہ جو کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا دوسری شے یا دوسرے جوہر سے ہے، یا مخلوق ہے یا بشر ہے وہ کیتھولک اور رسولی چرچ کی طرف سے مردود ہیں۔"

نیسیہ کی کونسل کے بعد سے یہی عقیدہ مسیحی دنیا کا اصلی عقیدہ ہے۔ اس میں آریوس اور اس کے ساتھیوں کی علانیہ تکفیر کر دی گئی ہے۔ اس کونسل کے بعد سے یہ صرف چرچ ہی کا نہیں، بلکہ سٹیٹ کا بھی مذہب بن گیا اور اس کی تائید کے لیے حکومت کی تلوار بھی بے نیام ہو گئی۔ اس وجہ سے آریوس کے بہت سے ساتھیوں نے بھی اس کی تائید ہی میں امان دیکھی۔

کس قدر حیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ جن عیسائیوں نے پوری تین صدیاں، انسانوں کی خدائی کے انکار کے جرم میں، سلاطین روم کے دل ہلا دینے والے مظالم و شدائد کے شکنجہ میں گزاریں، تلواروں سے قیمہ کیے گئے، آگ میں بھونے گئے، درندوں سے نچوائے گئے، لیکن انسانوں کی خدائی سے برابر انکار کرتے رہے، وہی عیسائی نیسیہ میں جمع ہو کر، ایک کافر بادشاہ کی رہنمائی میں، مسیح کی خدائی کے محضر پر اس عزم و جزم کے ساتھ اپنی مہر تصدیق ثبت کر دیتے ہیں۔

اس کونسل کے بعد کونسلوں پر کونسلیں منعقد ہوئیں اور بعد کی صدیوں میں بھی برابر منعقد ہوتی رہیں، بہت سے جزئی اختلافات بھی پیش آئے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ آریوس کے حامیوں نے زور بھی پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ قسطنطین کے جانشینوں میں سے بھی بعض نے آریوسی عقیدہ اختیار کر لیا۔ لیکن یہ سب عارضی اور وقتی جزر و مد تھے۔ مرکزیت اسی عقیدہ کو حاصل رہی جو اوپر مذکور ہوا اور مشہور مورخ گبن کے لفظوں میں اب اسی عقیدہ کے اسرار و رموز کو حل کرنے کا نام مسیحیت رہ گیا ہے۔

عیسائیوں کے یہی وہ مشرکانہ عقائد ہیں جن کی قرآن نے نہایت تفصیل کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تردید کی ہے۔ ہم بعض آیتیں نقل کرتے ہیں :

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝ (التوبة - ۹ : ۳۰)

اور یہود عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہ سب ان کے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ ان لوگوں کی بات نقل کر رہے ہیں جو ان سے پہلے مبتلائے کفر ہوئے۔ اللہ ان کو غارت کرے! کہاں ان کی عقل الٹی ہوئی جا رہی ہے!!

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ "یہ سب ان کے اپنے منہ کی باتیں ہیں"، یعنی اللہ نے نہیں فرمائی ہیں، یہ ان کی اپنی من گھڑت ہے۔ کتابِ الٰہی میں اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ "یہ ان لوگوں کی بات نقل کر رہے ہیں، جو ان سے پہلے مبتلائے کفر ہوئے" یعنی بے سوچے سمجھے اپنے اگلوں کی بات دہراتے ہیں اور قرآن کی توضیح و تشریح کے بعد بھی غور نہیں کرتے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

انہی لوگوں کو مخاطب کر کے دوسری جگہ فرمایا ہے :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ (المائدة - ۵ : ۷۷)

کہہ دو : اے اہلِ کتاب، اپنے دین میں بے جا غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی بدعات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہوئے اور جنہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور جو راہِ راست سے بھٹک گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس تمام فساد کی جڑ آبا پرستی ہے جو ضلالت اگلوں سے چلی آرہی ہے بے سوچ سمجھے اسی کی پیروی کر رہے ہیں اور اندھی تقلید نے ان کو صحیح تعلیم کی طرف توجہ کرنے سے محروم کر دیا ہے۔

بعض آیات میں ان کے شرک کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شرک حقیقت کے اعتبار سے کفر ہی ہے۔ دین میں صرف خدا کو ماننا معتبر نہیں ہے، بلکہ اس کو جمیع صفاتِ کمال کے ساتھ ماننا معتبر ہے۔ اس لیے وہ ماننا جو اس کی تمام صفات کے ساتھ نہ ہو، جیسا کہ مشرکین مانتے ہیں، درحقیقت نہ ماننے کے حکم میں ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ	بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں
هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ	نے کہا: اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے
فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا	پوچھو: کون اللہ سے کچھ اختیار رکھتا ہے
اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ	اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح ابن مریم
ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ	کو، اس کی ماں کو اور جو زمین میں ہیں ان
فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ	سب کو؟ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا	اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے
بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ	سب کی بادشاہی۔ وہ پیدا کرتا ہے
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ	جو کچھ چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

(المائدۃ - ۵ : ۱۷)

اس آیت میں مخاطب وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح (علیہ السلام) کو خدا کا اوتار مانتے تھے اور چونکہ الوہیتِ مسیح کی ایک بڑی دلیل ان کی خارق عادت ولادت بھی تھی اس وجہ سے آیت کے آخری حصہ میں اس کی تردید کی ہے۔ اس خیال کی تردید قرآن نے مختلف جگہ مختلف طریقوں سے کی ہے۔ بعض جگہ ان کو حضرت آدم علیہ السلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تشبیہ دی ہے کہ بن باپ کے پیدا ہونا اگر دلیلِ الوہیت ہے تو آدمؑ کو بھی الٰہ ہونا چاہیئے۔ بعض سورتوں میں حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی ولادت کو حضرت مسیح علیہ السلام کی سرگزشت کا مقدمہ قرار دیا ہے کہ اگر عام اسباب کے خلاف پیدا ہو جانا خدا بن جانے کی دلیل ہے تو مرد کی پیری اور عورت کے بانجھ پن کے باوجود کسی لڑکے کی ولادت بھی خلاف عادت ہے، پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خدا کیوں نہیں مانتے ؟

سورۂ مائدہ میں ہے :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ	بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں
اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَ	نے کہا کہ خدا تو یہی مسیح ابن مریم ہے اور
قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ	حال یہ ہے کہ مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل
اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ	اللہ کی بندگی کرو، جو میرا بھی رب
مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ	ہے اور تمہارا بھی رب ہے جو کوئی
اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ	اللہ کا شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے
النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ	اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا
اَنْصَارٍ ۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ	ٹھکانا دوزخ ہے اور ان ظالموں کا
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ	کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ ان لوگوں نے
وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ	بھی کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین
...... مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ	کا تیسرا ہے۔ حالانکہ نہیں ہے کوئی معبود
اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ	مگر ایک ہی معبود ۔۔۔۔۔۔ مسیح ابن مریم
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ	تو بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے
كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ	بھی بہت سے رسول گزرے ہیں اور
(المائدۃ - ۵ : ۷۲، ۷۳، ۷۵)	ان کی ماں ایک صداقت شعار بندی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ دونوں کھانا کھاتے تھے۔

اس آیت میں حلول اور تثلیث دونوں کے قائلین کی تردید ہے اور ان دونوں فرقوں کے دعوے کے خلاف خود مسیح علیہ السلام کی تعلیم یہ نقل کی گئی ہے کہ اُعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ (المآئدۃ - ۵ : ۷۲) (اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے)۔ انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول جو بار بار نقل ہوتا ہے کہ 'میرا باپ اور تمہارا باپ'، قرآن نے اس کی ٹھیک ٹھیک تعبیر یہ بتائی ہے کہ وہ درحقیقت میرا رب اور تمہارا رب فرماتے تھے۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عبرانی میں 'اب' کا لفظ باپ اور رب کے مفہوم کے لیے مشترک ہے۔

آیت کے آخر میں ماں اور بیٹے دونوں کے کھانا کھانے کو بھی ان کی بشریت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کھانا کھانا بشریت کی ایسی دلیل ہے جو بنی اسرائیل میں مسلّم تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو فرشتے آدمیوں کی شکل میں آئے تھے انہوں نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، لیکن جب انہوں نے کھانے کی طرف التفات نہیں کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فوراً اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ بشر نہیں فرشتے ہیں۔

انجیل لوقا میں ہے کہ ایک مرتبہ خود مسیح علیہ السلام نے بھی کھانا کھا کر اپنے حواریوں کو اپنی بشریت کا یقین دلایا۔ اٹھا لیے جانے کے بعد جب وہ دوبارہ اپنے شاگردوں کے پاس آئے تو شاگرد بہت گھبرائے اور ان کی باتیں سن کر ان کو یہ گمان گزرا کہ کوئی روح ان سے باتیں کر رہی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کے اس وہم کو جس طرح دور کیا اس کی تفصیل انجیل میں اس طرح بیان ہوئی ہے :

" اس نے ان سے کہا : تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہہ کر اس نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ جب مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا: کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے اسے بھونی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا۔ اس نے لے کر ان کے روبرو کھایا۔"[1]

اسی سلسلہ میں قرآن مجید کی وہ عظیم سورہ بھی پڑھ لینی چاہیے جو نصاریٰ کی مشرکانہ ضلالتوں کی سب سے زیادہ جامع تردید ہے، یعنی سورۂ اخلاص:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ	کہہ دو: وہ اللہ سب سے الگ ہے'
الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ	اللہ سب کے ساتھ ہے، نہ وہ کسی
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ	کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی
(الاخلاص - ۱۱۲: ۱ - ۴)	اس کا کفو۔

اس سورہ کے ایک ایک لفظ کا صحیح وزن سمجھنے کے لیے مناسب ہوگا کہ اذنیقیہ کی کونسل کا مرتب کیا ہوا مسیحی عقیدہ، جو ہم نقل کر آئے ہیں، اس کے الفاظ پر غور کر کے ایک مرتبہ اور پڑھ لیجیے۔ اس کے تقابل سے اندازہ ہو سکے گا کہ یہ سورہ اس عقیدۂ ضلالت کی ایک ایک اصل کو کس طرح ڈھا رہی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ایک زمانہ میں نصاریٰ کو اس سورہ سے اس قدر چڑ رہی ہے کہ اگر وہ کسی کو اپنے مذہب میں داخل کرتے تھے تو اس سے 'نعوذ باللہ' اس خدا پر لعنت کرواتے تھے جس کی صفت اس سورہ میں بیان کی گئی ہے۔

یہاں تک احبار و رہبان اور حضرت مسیح علیہ السلام کو رب بنانے کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں، لیکن قرآن نے اہلِ کتاب کو بعض دوسرے اقسامِ شرک کا بھی مجرم

---

[1] انجیل لوقا۔ باب ۲۴: ۳۹ - ۴۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے۔ مثلاً فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُم ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ انظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝

اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی، اس چیز پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتاری ہے، مصداق ان پیشین گوئیوں کے جو خود تمہارے پاس موجود ہیں، قبل اس کے کہ ہم چہروں کو بگاڑ دیں اور ان کو ان کے پیچھے کی جانب الٹ دیں، یا ان پر بھی اسی طرح لعنت کر دیں جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنت کر دی اور خدا کی بات شدنی ہے۔ اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے وہ ایک بہت بڑے گناہ کا افترا کرتا ہے۔ ذرا ان کو تو دیکھو جو اپنے آپ کو بڑا پاکیزہ ٹھہراتے ہیں! بلکہ اللہ ہی ہے جو پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ دیکھو، یہ اللہ پر کیسا جھوٹ باندھ رہے ہیں اور صریح گناہ ہونے کے لیے تو یہی کافی ہے۔ ذرا ان کو دیکھو جنہیں کتاب الٰہی کا ایک حصہ ملا۔ یہ جبت اور طاغوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(النساء ۴: ۴۷-۵۱) پر عقیدہ رکھتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت پر تو یہ ہیں

ان آیات میں اہل کتاب کے لیے قرآن پر ایمان لانے کی دعوت کے ساتھ یہ دھمکی بھی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو مستحق ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کے چہرے مسخ کر دے اور جس طرح سبت کی حرمت برباد کرنے والوں پر لعنت کی گئی اسی طرح ان پر بھی لعنت کر دی جائے۔ آنکھ، کان، دماغ، یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے فائدہ اٹھانے کے لیے بخشی ہیں۔ اگر کوئی قوم ان چیزوں کو رکھ کر ان سے فائدہ نہیں اٹھاتی اور خدا کی آیتیں نہ اس کو دکھائی ہی دیتی ہیں نہ سنائی ہی دیتی ہیں تو وہ مستحق ہے کہ ان نعمتوں سے محروم کر دی جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ البتہ اس کے علاوہ جو گناہ ہیں، ان کو جس کے لیے چاہے گا، معاف کر دے گا۔ پھر اہل کتاب کے تین شرک گنائے ہیں:

۱- پاکی اور برتری کا دعویٰ،

۲- ایمان بالجبت والطاغوت،

۳- حمایت شرک۔

یہاں ہم ان تینوں کی شرح کریں گے، لیکن طوالت سے بچنے کے لیے اختصار کو پیش نظر رکھیں گے۔

۳- پاکی و برتری کا دعویٰ:

'اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ' (ذرا ان کو تو دیکھو جو اپنے آپ کو بڑا پاکیزہ ٹھہراتے ہیں!) سے یہود و نصاریٰ کے اس خیال کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں جگہ جگہ ہوا ہے۔ سورۂ مائدہ میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى	اور یہود اور نصاریٰ نے دعویٰ کیا
نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ	کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ اُن سے پوچھو کہ پھر وہ تمہیں
بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ	تمہارے جرموں پر سزا کیوں دیتا رہا ہے؟
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ	بلکہ تم بھی اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق
مَنْ يَّشَآءُ ؕ	میں سے بشر ہو۔ وہ جسے چاہے گا بخشے گا
(المآئدۃ - ۵ : ۱۸)	اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔

سورہ جمعہ میں ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا	ان سے کہو کہ اے وہ لوگو جو یہودی
اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ	ہوئے! اگر تمہارا گمان ہے کہ دوسرں
لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ	کے مقابل میں، تم اللہ کے محبوب ہو،
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝	تو موت کے طالب بنو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

(الجمعۃ - ۶۲ : ۶)

اوپر مشرکین کے بیان میں خود پرستی کے عنوان سے، ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں، اس مقام کو سمجھنے کے لیے اس پر ایک نظر ڈال لینا مفید ہوگا۔ مشرکین اور اہل کتاب کے قلوب میں مشابہت کا ذکر قرآن نے کئی جگہ کیا ہے۔ یہ بھی اسی مشابہت کی ایک قسم ہے۔ جس طرح مشرکین خانہ کعبہ کی بدولت ایک عرصہ تک مرجع خلائق بنے رہنے اور امن و فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے رہنے کی وجہ سے اس خبط میں مبتلا ہو گئے تھے کہ یہ جو کچھ انہیں حاصل ہے ان کے استحقاقِ ذاتی کا ثمرہ، ان کے حسب و نسب کا لازمی نتیجہ اور ان کے علم و تدبّر کا کرشمہ ہے، وہ اسی حال میں رہیں گے۔ یہ عزت یہ سیادت، یہ سربراہی ان کے لیے اب و جد کی چھوڑی ہوئی میراث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جن کی قیمت ان کے باپ دادا ابراہیم واسماعیل (علیہما السلام) اپنی نیکیوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ادا کر چکے ہیں اور اب ان کو کچھ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ٹھیک اسی طرح اہل کتاب بھی ایک عرصہ کی متوارث عظمتِ دینی و دنیاوی کی مسند پر متمکن رہنے کی وجہ سے اس خبط میں مبتلا ہو گئے تھے کہ قوموں کی سربراہی اور قیادت ان کا فطری منصب ہے، جس پر وہ اس لیے سرفراز کیے گئے ہیں کہ وہ خدا کی برگزیدہ مخلوق ہیں، اس کے محبوب اور چہیتے ہیں اور اس کے محبوبوں اور برگزیدوں کی اولاد ہیں۔

تورات وغیرہ میں جو عزتیں اور بزرگیاں صفات واخلاق کے ساتھ وابستہ کی گئی تھیں وہ تمام کی تمام انہوں نے اپنی قوم اور اپنی نسل کے ساتھ خاص کر دیں۔ اس خبط میں پڑ جانے کے بعد ان کا سارا اعتماد اس بات پر رہ گیا کہ وہ ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) کی اولاد ہیں اور ان اکابر کی اولاد میں ہونا ہی خدا کے یہاں تقرب اور اس کی پکڑ سے نجات کے لیے کافی ہے۔ عمل واطاعت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یہیں سے ان کو یہ خیال بھی پیدا ہو گیا کہ جہنم کی آگ ہمیں چند دنوں سے زیادہ نہیں چھوئے گی۔ ہمیشگی کی جہنم ہمارے لیے نہیں ہے۔ یہیں سے یہ خبط بھی ان کو پیدا ہو گیا کہ دنیا کو دین وایمان کی روشنی اب صرف ہمارے ہی واسطہ سے مل سکتی ہے، کوئی دوسری قوم اس کا وسیلہ نہیں بن سکتی۔ قوم ہماری قوم ہے۔ نبی ہمارا نبی ہے اور ہدایت صرف ہماری ہدایت ہے۔ جو ہمارے اندر ہے وہ راہ یاب ہے، جو ہم سے باہر ہے وہ گمراہ ہے۔

یہود کے اسی غرّہ کی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم اولادِ ابراہیم میں سے ہونے پر گھمنڈ نہ کرو، خدا ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے زمین کے ذرّوں سے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ قرآن نے ان کے یہ سارے خیالات سورۂ بقرہ وغیرہ میں نقل کیے ہیں اور ان کو امانی (جھوٹی آرزوئیں)، ظنون (بے بنیاد خیالات)، زخرف القول (ملمع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہوئی باتیں، وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے، اور ان میں سے ایک ایک وہم کی تردید کی ہے اور ان خیالات ہی کی بنا پر ان کو ہدایتِ الٰہی کی پیروی سے محروم قرار دیا، ان کو رسولوں کے درمیان تفریق کرنے کا مجرم ٹھہرایا، یہاں تک کہ ان کو اسلام، خدا کی بندگی اور اخلاص (یعنی توحید) سے بھی محروم قرار دیا اور ان کی دعوت کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَهْتَدُوْا (البقرۃ - ۲ : ۱۳۵) (یہودی یا نصرانی بنو تو ہدایت پاؤ گے) کی جگہ امتِ وسط، یعنی مسلمانوں کا کلمہ یہ بتایا:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتاری گئی اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور اس چیز پر ایمان لائے جو موسیٰ و عیسیٰ اور نبیوں کو ان کے رب کی جانب سے ملی، ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے تو وہ راہ یاب ہوئے اور اگر وہ اعراض کریں تو پھر وہ درپے مخالفت ہیں۔ ان کے مقابل میں تمہارے لیے اللہ کافی ہو گا، وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کہہ دو: یہ اللہ کا رنگ اختیار کرو، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝	اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہے اور ہم اس کی بندگی کرتے ہیں کہہ دو: کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں حجت کر رہے ہو۔ حالانکہ وہی ہمارا بھی رب ہے، وہی تمہارا بھی رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے۔ اور ہم خالص اسی کے لیے ہیں۔
(البقرۃ - ۲: ۱۳۶ - ۱۳۹)	

ان آیات میں 'نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ' (ہم اسی کے فرمانبردار ہیں)، 'نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ' (ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں)، 'نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ' (ہم خالص اسی کے لیے ہیں) کے الفاظ خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجہ ہیں۔ ان تینوں میں اہلِ کتاب پر تعریض ہے کہ نہ تم مسلم ہو، نہ خدا کی بندگی کرنے والے ہو، نہ موحّد ہو۔ جو خدا کا فرمانبردار، خدا کا بندہ و غلام اور صرف اللہ واحد ہی کا ماننے والا ہوگا وہ اپنے تئیں خدا کے رنگ میں رنگے گا۔ یہودیت یا نصرانیت کے رنگ سے کیوں ملوّث ہوگا؛ وہ اللہ کی ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ جس شکل اور جس زبان میں بھی آئے؛ یا اور سب نبیوں پر ایمان لائے گا، خواہ وہ کسی قوم میں مبعوث ہوئے ہوں۔ وہ یہ نہیں کرے گا کہ کسی کو ماننے اور کسی کا انکار کر دے۔ یہ ساری باتیں اخلاص اور توحید کے منافی ہیں۔ یہ تم خدا کی بندگی نہیں کر رہے ہو، بلکہ اپنی اپنی قوم کی اور اپنے اپنے نبی کی پرستش کر رہے ہو۔

یہ آیت ان مسلمانوں کے لیے خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجہ ہے جو الگ الگ اماموں کی عصبیت میں گرفتار ہیں اور اپنے ہی گروہ کے امام یا علماء کے اندر حق و ہدایت کو محصور مانتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ اگر کسی ایک نبی یا انبیاء کی کسی ایک ہی جماعت پر جم جانا اور دوسروں کا انکار کر دینا جائز نہیں ہے اور یہ اخلاص و توحید کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافی ہے تو کسی ایک امام یا علماء کی کسی ایک ہی جماعت کے اندر حق کو محدود کر دینا خدا پرستی، اتباع ہدی اللہ و سنت رسول اور توحید کی روح سے کس طرح ہم آہنگ ہو سکتا ہے !

۴۔ ایمان بالجبت والطاغوت :

جبت سے مراد سحر، شعبدے، گنڈے، ٹونے ٹوٹکے اور رمل جفر، وغیرہ ہیں۔

بائبل ہسٹری اور یہود کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے کلدانیوں کے تمام علوم سفلیہ سیکھ لیے تھے۔ یہ چیزیں تاریخ کے ہر عہد میں اہل مذاہب کے لیے فتنہ بنی رہی ہیں۔ مذہب کی سیدھی سادی، بلکہ کڑوی کسیلی، تعلیمات جب بے مزہ معلوم ہونے لگتی ہیں اور نفس چٹخاروں کی تلاش میں ہوتا ہے تو یہ چیزیں رواج پا جاتی ہیں۔ یہ چیزیں مذہب کی اصلی روح کی موت کی نشانی ہیں۔ جس دن یہ فتنے کسی قوم میں شروع ہوئے وہی دن مذہب کی پاک تعلیم کے زوال کا روزِ اوّل ہوتا ہے۔ جو لوگ ان چیزوں میں منہمک ہوتے ہیں کتابِ الٰہی سے ان کا تعلق ٹوٹ جانا لازمی ہے۔ ان دونوں کے سرچشمے دو ہیں۔ ایک کا مصدر و منبع شیطان ہے۔ اور دوسرے کا سرچشمہ رحمان ہے۔ جو لوگ شیطان سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں ان کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ خدا سے کٹ جائیں اور نبیوں کی تعلیم اور اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیں۔ چنانچہ یہود کا یہی حال ہوا۔ سورۂ بقرہ میں ان کی اسی جبت پرستی کا ذکر ہے :

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ	اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف
عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ	سے ایک رسول ان پیشین گوئیوں کا
نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا	مصداق بن کر آیا جو ان کے پاس موجود
الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ	ہیں تو ان لوگوں نے جن کو کتاب دی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظُهُوْرِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ
عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا
كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ
السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى
الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ
وَمَارُوْتَ ۭ
(البقرة - ۲ : ۱۰۱ - ۱۰۳)

گئی تھی، اللہ کی کتاب کو اس طرح
پیٹھ پیچھے پھینکا گویا اس سے آشنا
ہی نہیں اور ان چیزوں کے پیچھے پڑ
گئے جو سلیمان کے عہدِ حکومت میں شیاطین
پڑھتے پڑھاتے تھے۔ حالانکہ سلیمان نے
کوئی کفر نہیں کیا، بلکہ شیطانوں ہی نے
کفر کیا۔ یہی لوگوں کو جادو سکھاتے تھے
اور اس چیز میں پڑ گئے جو بابل میں دونوں
فرشتوں ــ ہاروت و ماروت ــ پر اتاری گئی تھی

'طاغوت' بروزنِ ملکوت و جبروت 'طغی' کے مادہ سے ہے، جس کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں۔ جو چیز حدِ مناسب سے آگے بڑھ جائے اس کے لیے عربی میں کہیں گے : طغیٰ۔ طغی الماء، پانی حد سے آگے بڑھ گیا۔ قومِ ثمود جس آفت سے ہلاک ہوئی اس کے لیے قرآن میں 'طاغیۃ' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی حد سے بڑھ جانے والی آفت کے ہیں۔ یہیں سے یہ لفظ حدودِ عبدیّت و بندگی سے نکل جانے کے لیے استعمال ہوا اور جو چیز حدودِ بندگی سے نکل جائے، اس کو طاغوت کہنے لگے۔ پھر وہ چیزیں بھی اس کے تحت آ گئیں جو حدودِ بندگی سے نکل جانے کا باعث یا ذریعہ ہوں۔ اہلِ لغت اسی وجہ سے اس کی تشریح یوں کرتے ہیں : الطاغوت عبارۃ عن کل متعدٍ وکلّ معبود من دون اللہ۔ (طاغوت سے مراد ہر وہ شے ہے جو حد سے نکل جائے اور ہر وہ معبود جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے)۔

قرآن نے اس لفظ کو مختلف مقامات میں استعمال کیا ہے اور ہر جگہ اس کے مقابل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر کر کے اس کے مختلف مفہوموں پر روشنی ڈال دی ہے۔ مثلاً سورۃ بقرہ میں ہے: "فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ" (البقرة - ۲ : ۲۵۶) (تو جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا) یہاں اللہ کے تقابل سے واضح ہے کہ طاغوت سے مراد ماسوا اللہ ہے۔ سورۂ نحل میں ہے: "اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ" (النحل - ۱۶ : ۳۶) (کہ اللہ ہی کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو)۔ سورۂ نساء میں ہے: "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ" (النساء - ۴ : ۷۶) (جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جنہوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں) اس کے بعد فرمایا: "فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ" (النساء - ۴ : ۷۶) (تو تم شیطان کے حامیوں سے لڑو) جس سے متعین ہو گیا کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے اور شیطان سے مراد شیاطین الانس والجن، دونوں ہیں۔ اور قرآن میں غیر الٰہی دعوت و اطاعت کے لیے یہ ایک جامع تعبیر ہے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ اس لفظ کو کتاب الٰہی اور طریقۂ رسول کے ضد کے لیے استعمال کیا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ	ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے
اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ	ہیں کہ وہ اس چیز پر بھی ایمان رکھتے
اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ	ہیں جو تم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى	جو تم سے پہلے اتاری گئی ہے لیکن چاہتے ہیں کہ
الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ	اپنے معاملات فیصلہ کے لیے طاغوت کے
يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ	پاس لے جائیں حالانکہ انہیں اس کے انکار
اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝	کا حکم دیا گیا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انہیں
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى	نہایت دور کی گمراہی میں ڈال دے اور جب
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ	ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو شرک ہے۔

رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿﴾	کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم منافقین کو دیکھتے ہو کہ تم سے کترا جاتے ہیں۔

(النسآء - ۴: ۶۰ - ۶۱)

ان آیات میں 'یَتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ' کے بالمقابل 'تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ' کہہ کر واضح کر دیا کہ طاغوت کتابِ الٰہی اور سنّتِ رسول کی ضد کے لیے ایک جامع تعبیر ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو چیز خدا کی بندگی و اطاعت سے نکل جائے یا نکل جانے کا باعث یا ذریعہ ہو، وہ سب طاغوت کے حکم میں داخل ہے۔ پس شیطان، ساحر، کاہن، اصنام و اوثان، فرعون و نمرود، اللہ کی ہدایت سے ہٹانے والے لیڈر، غیر الٰہی حکومتیں، غیر الٰہی عدالتیں، غیر الٰہی درسگاہیں، غیر الٰہی خانقاہیں سب اس کے تحت آتی ہیں اور اہلِ کتاب شرک کی اس قسم میں مبتلا تھے:

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿﴾	یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ہوا اور جن کے اندر سے اس نے بندر اور سور بنائے اور جنہوں نے طاغوت کی پرستش کی یہ ٹھکانے کے لحاظ سے بدتر اور اصل شاہراہ سے بعید تر ہیں۔

(المآئدۃ - ۵: ۶۰)

۵۔ حمایتِ شرک:

اہلِ کتاب کا تیسرا شرک حمایتِ شرک ہے۔ شرک کی حمایت خواہ کسی نوعیت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اپنی کتاب عنایت فرمائی تھی۔ ان سے اپنی شریعت کی پابندی کا عہد لیا تھا۔ ان کے اوپر آئندہ مبعوث ہونے والے نبی کی حمایت و تائید اور لوگوں سے اس کا تعارف کرانے کی ذمہ داری ڈالی تھی۔ یہود سے کہا گیا تھا کہ "میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا"[1] حضرت مسیح علیہ السلام اپنے حواریوں سے صاف صاف فرما گئے تھے کہ "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا"[2] یہود کو اس نبی کی بعثت کا انتظار بھی تھا اور وہ اپنے یہاں کی پیشین گوئیوں کے مطابق یقین بھی رکھتے تھے کہ یہ نبی ان کی سعادت کا فتح باب ہوگا اور ان کو کفار پر فتح دلائے گا: وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (البقرۃ - ۲ : ۸۹) (اور وہ پہلے سے کافروں کے مقابلے میں فتح کی دعائیں مانگ رہے تھے) اور نصاریٰ تو گویا یکسر چشم انتظار ہی تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے انجیل میں جو تمثیلیں بیان فرمائی ہیں اگر ان کی تشریح کر دی جائے تو معلوم ہوگا کہ امثالِ انجیل کا بڑا حصہ آخری بعثت کی سرگزشت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔

ان حالات کی موجودگی میں ظاہر ہے کہ اہل کتاب کا اصلی فریضہ یہ تھا کہ جب آخری بعثت ظہور میں آئی تو اپنے سابق علم کی روشنی میں اس کو جانچتے پرکھتے، اگر اس کو اپنی پیشین گوئیوں کے مطابق پاتے اس پر ایمان لاتے، لوگوں میں اس کو پہنچاتے، اس کی حمایت و تائید کرتے اور پھر اس کے لائے ہوئے دین کی اقامت کی راہ میں اپنا

---

1. بائیبل: استثناء - باب - ۱۸ : ۱۸ - ۱۹

2. انجیل یوحنا - باب ۱۶ : ۱۲ - ۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کچھ قربان کر دیتے۔ لیکن ان لوگوں کا حال وہی ہوا جو حضرت مسیح علیہ السلام نے کنواریوں والی تمثیل میں بیان فرمایا ہے کہ رات بھر تو وہ اپنی مشعلیں جلائے ہوئے دولہا کا انتظار کرتی رہیں، لیکن جب دولہا کے آنے کا وقت ہوا تو ان کی مشعلیں بجھ گئیں، ان کی کپیوں کا تیل ختم ہو گیا اور وہ خود سو گئیں۔ صدیوں تک تو یہ لوگ منتظر رہے لیکن جب اس کا ظہور ہوا اور ان لوگوں نے اس کو پہچان بھی لیا تو ایمان کے بجائے اس کے انکار میں سبقت کی اور اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ حسد و عناد کے جوش میں کھلم کھلا ان مشرکین کی حمایت و نصرت میں کھڑے ہو گئے جو اس دعوت کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے تھے۔ علی الاعلان اس کی تعلیمات کا مذاق اڑایا۔ اس کے کام کو روکنے کے لیے جنگیں برپا کیں، اور اس عداوت کے جوش میں اس حد تک اتر آئے کہ مشرکین کے دین کو اس کی دعوت پر ترجیح دیتے اور کفار کو اس کے پیروؤں سے زیادہ برحق اور ہدایت یافتہ بتانے لگے: "وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هٰٓؤُلَآءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا" (النساء - ۴ : ۵۱) (اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت پر تو یہ ہیں) اس شرک دوستی کے ساتھ توحید کے ساتھ کسی لگاؤ کی گنجائش کہاں رہتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کر دی: "أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللّٰهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا" (النساء - ۴ : ۵۲) (یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کر دی ہے اور جن پر اللہ لعنت کر دے تو تم ان کا کوئی مددگار نہیں پا سکتے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴

منافقین کا شرک

جہاں تک ظاہری اعتقاد و عمل کا تعلق ہے منافقین پورے مسلمان تھے۔ ایمان کے جتنے اجزاء ہیں ان سب کا ان کو اقرار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام انبیاء کی رسالت بھی ان کو تسلیم تھی کلمۂ شہادت بھی وہ پڑھتے تھے۔ مسجدوں میں اسلام کے بتلائے ہوئے طریقہ پر نمازیں بھی ادا کر لیتے تھے۔ زکوٰۃ بھی دے دیتے تھے۔ خانہ کعبہ کا حج بھی کر آتے تھے۔ غزوات میں بھی شریک ہو جاتے تھے۔ بلکہ قرآن سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک زبانی اظہار کا تعلق ہے، جہاد کا ولولہ بمقابلہ سچے مسلمانوں کے زیادہ ظاہر کرتے تھے، اور ایمان بالرسالت کی ظاہرداریوں کا تو یہ عالم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور قسمیں کھا کھا کے یقین دلاتے کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں، لیکن ان ساری باتوں میں سے ان کی ایک بات بھی قرآن نے تسلیم نہیں کی بلکہ ان کو ایمان سے محروم، رسالت کا منکر، شیطان کا ساتھی، جہنم کے سب سے نچلے طبقہ کا مستحق اور صاف صاف لفظوں میں شرک کا مجرم قرار دیا۔

تمام آیتوں کا استقصاء یہاں مشکل ہوگا، لیکن ان کے شرک سے متعلق چند آیتیں ہم نقل کر کے ان پر بالاجمال گفتگو کریں گے۔ قرآن مجید نے منافقین کو تحاکم الی الطاغوت کا مجرم قرار دیا ہے اور اس تحاکم الی الطاغوت کو شرک بتایا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحاکم الی الطاغوت :

سورۂ نساء میں فرمایا ہے :

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝

(النسآء - ۴ : ۶۰ - ۶۱)

ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ اس چیز پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تم پر اتاری گئی ہے، اور اس پر بھی جو تم سے پہلے اتاری گئی ہے لیکن چاہتے ہیں کہ ان کے اپنے معاملات فیصلہ کے لیے طاغوت کے پاس لے جائیں، حالانکہ انہیں اس کے انکار کا حکم دیا گیا ہے شیطان چاہتا ہے کہ انہیں نہایت دور کی گمراہی میں ڈال دے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم منافقین کو دیکھتے ہو کہ تم سے کترا جاتے ہیں۔

اس سے اوپر والی آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ، رسول اور اپنی جماعت کے اولوالامر کی اطاعت کرو اور اگر کسی امر میں اختلاف واقع ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ اس کے بعد منافقین کا حال بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے مدعی ہونے کے باوجود چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں، اللہ اور اس کے رسول کی عدالت میں نہ لائیں۔

اوپر ہم لفظ 'طاغوت' کے مفہوم پر بحث کر چکے ہیں۔ اس آیت میں طاغوت مقابل 'تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ' (اللہ کی اتاری ہوئی کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ رسول کی طرف آؤ" کے الفاظ آئے ہیں، جس سے یہ بات صاف ہوگئی ہے کہ طاغوت سے مراد وہ حکام ہیں جن کے فیصلے کتاب الٰہی اور رسول کے فیصلے کے خلاف ہوتے ہیں اور آیات کے سیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہاں اس سے مراد اہل کتاب کے حکام اور ان کی عدالتیں ہیں۔ یہ اس عہد کا حال بیان ہوا ہے جب مدینہ میں بالفعل دارالاسلام قائم ہو چکا تھا اور مسلمانوں کے تمام معاملات از قسم حدود و تعزیرات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہو کر طے پانے اور نافذ ہونے لگے تھے، لیکن ساتھ ہی ایک متوازی حکومت (PARALLEL STATE) یہود کی، پہلے سے قائم اور ہنوز موجود تھی۔ اس نظام کی موجودگی کی وجہ سے ایک بڑی پیچیدگی یہ پیدا ہو رہی تھی کہ منافقین اپنے بہت سے نزاعی امور میں ان یہودی عدالتوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کے ایسا کرنے کی دو بڑی وجہیں تھیں۔ ایک یہ کہ یہود کے حکام کو رشوتیں دے کر ان سے اپنے موافق فیصلے کرا لینا نہایت آسان تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں اس چیز کا کوئی امکان نہیں تھا۔ دوسری یہ کہ منافقین کو یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ ابھی مدینہ کی اسلامی حکومت بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔ ہر چند قریش کی طاقت اس نے توڑ دی ہے، لیکن یہود کی منظم جماعت سے اس کی ٹکر ابھی براہ راست نہیں ہوئی ہے۔ ممکن ہے کل کو یہ تصادم واقع ہو اور جیت یہود ہی کی رہے تو تھوڑا بہت لگاؤ، جو ان کے ساتھ قائم رہے گا، وہ کل کام آئے گا، ورنہ یہ یہودی مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ ہمارا بھی خاتمہ کر دیں گے۔ اس ظن فاسد کی وجہ سے یہ لوگ اپنے معاملات زیادہ تر انہی کی عدالتوں میں لے جاتے، البتہ اگر کوئی معاملہ ایسا ہوتا جس میں وہ سمجھتے کہ اسلامی عدالت سے فیصلہ کرانا مفید رہے گا تو نہایت فرمانبردارانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

دوسری طرف یہود یہ شرارت کرتے تھے کہ تعزیرات و حدود کے اہم معاملات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جس میں کسی ذاتی یا سیاسی مصلحت کی وجہ سے اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنا چاہتے فریقین معاملہ کو یہ مشورہ دیتے کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں لے جائیں اور ساتھ ہی ان کو یہ ہدایت بھی کر دیتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فیصلہ کریں تو مان لینا اور اگر کچھ اور فیصلہ کریں تو ہمارے پاس لوٹ آنا۔ اس طرح کے معاملات عموماً دولت مند یہودیوں کے ہوتے تھے، جن سے بھاری بھاری رشوتیں لے کر علمار یہود شریعتِ الٰہی کی تنفیذ سے بچنے کی یہ شکل اختیار کرتے تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں فیصلہ حسبِ منشا ہوتا تو مقصد حاصل اور ذمہ داری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی، اور اگر فیصلہ خواہش کے خلاف ہوتا تو اس کو چھوڑ کر خود اپنی عدالت میں اپنے منشا کے مطابق فیصلہ کرتے۔

مذکورہ بالا آیات اور اس کی مشابہ آیات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے اس شانِ نزول کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

ان منافقین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ تحاکم الی الطاغوت یعنی غیر اسلامی عدالتوں میں اپنا معاملہ لے جانا اور پھر قرآن اور اللہ پر ایمان کا دعویٰ کرنا دو متناقض چیزیں ہیں۔ ایمان باللہ سے پہلے کفر بالطاغوت ضروری ہے اور الّا اللہ کے اثبات سے پہلے لاالٰہ کی نفی ناگزیر ہے —— "فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ" (البقرۃ - ۲ : ۲۵۶) (تو جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا)۔ دوسری جگہ ہے: "اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ" (النحل - ۱۶ : ۳۶) (اللہ ہی کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو)۔ ایمان باللہ اور ایمان بالطاغوت دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہود کی عدالتوں میں اگر اپنے معاملات لے جاتے ہو تو تمہارا ایمان بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کا دعویٰ ایک زعم باطل ہے۔ ایمان بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کا لازمی اقتضاء یہ ہے کہ تمام معاملات میں اللہ ہی کی اطاعت کی جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کے راستہ کی پیروی کی جائے اگر ایسا نہیں ہے تو نہ یہ ایمان باللہ ہوا نہ ایمان بما انزل اللہ ہوا نہ ایمان بالرسول ہوا۔ رسول صرف اس لیے نہیں ہوتا کہ اعتقاد کی حد تک یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ رسول ہے بلکہ وہ اطاعت کے لیے ہوتا ہے اور خدا کی اطاعت کی راہ اس کی اطاعت کے اندر ہی سے ہو کر نکلی ہے چنانچہ بعد کی آیات میں فرمایا:

فَكَيْفَ إِذَآ أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ	اس وقت کیا ہوگا، جب ان کے
بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ	اعمال کی پاداش میں ان کو کوئی مصیبت
ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ ق	پہنچے گی، پھر یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے
بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَانًا	ہوئے آئیں گے کہ خدا کی قسم، ہم نے تو
وَتَوْفِيقًا ۝ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ	صرف بہتری اور سازگاری چاہی۔ان
يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ق	لوگوں کے دلوں کے اندر جو کچھ ہے اللہ
فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ	اس سے خوب واقف ہے، تو ان سے
وَقُل لَّهُمْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ	اعراض کرو، ان کو سمجھاؤ اور ان سے خود
قَوْلًا بَلِيغًا ۝ وَمَآ أَرْسَلْنَا	ان کے باب میں دل میں دھنسنے والی
مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ	بات کہو۔ اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا تو
اللَّهِ ط وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا	اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی
أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا	اطاعت کی جائے۔ اور اگر وہ جب کہ انہوں
اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ	نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھایا، تمہاری خدمت
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝	میں حاضر ہوتے اور خدا سے معافی مانگتے
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ	اور رسول بھی ان کے لیے معافی چاہتا
حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ	تو وہ خدا کو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ٥

(النسآء - ۴ : ۶۴-۶۵)

مہربان پاتے۔ پس نہیں، تیرے رب کی قسم، یہ لوگ مومن نہیں ہیں جب تک اپنی نزاعات میں تمہی کو حکم نہ مانیں اور جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس کیے بغیر اس کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کر دیں۔

مذکورہ بالا آیات میں "وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ" (اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا تو اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے) خصوصیت کے ساتھ قابلِ غور ہے۔ یہ منافقین کے اس زعمِ باطل کی تردید ہے کہ وہ تحاکم الی الطاغوت کے باوجود اپنے تئیں مومن باللہ و مومن بالرسول سمجھتے ہیں۔ رسول صرف اس لیے نہیں آیا کرتا کہ زبان سے اس کی رسالت کا اقرار کر لیا جائے، یا دل میں یہ عقیدہ رکھ لیا جائے کہ وہ اللہ کا رسول ہے، بلکہ اس لیے آتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ جملہ امور میں اس کو حکم مانا جائے۔ اس کے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کی جائے۔ اپنے تئیں بالکلیہ اس کے حوالہ کر دیا جائے اور جو لوگ اس کے بتائے ہوئے راستہ سے الگ ہیں، ان سے بغاوت کی جائے۔ چنانچہ اس آیت میں قسم کھا کر فرمایا کہ جب تک یہ لوگ اپنے تمام معاملات میں رسول کی حکومت تسلیم نہ کر لیں، اس کے فیصلوں کو دل کی پوری رضامندی کے ساتھ نہ مانیں اور اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں اس کے امر و نہی کے تابع نہ ہو جائیں، اس وقت تک یہ مومن باللہ نہیں ہیں، مومن بالطاغوت ہیں۔

اوپر ہم نے جو باتیں بیان کی ہے ممکن ہے اس کے بارہ میں کسی کو شبہ ہو کہ آیات کا شانِ نزول ــــ پس منظر ــــ متعین کرنے میں ہم نے محض اپنے تخیل سے کام لیا ہے۔ ان کے اطمینان کے لیے ہم ان کو سورۂ مائدہ کی آیات ۴۱- ۴۵ کا حوالہ دیتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جو لوگ ان آیتوں پر تدبر کریں گے، وہ ان ساری باتوں کا ماخذ خود قرآن میں پا جائیں گے، جو ہم نے بیان کی ہیں۔ ان آیات کا مطلب اختصار کے ساتھ ہم اپنے لفظوں میں یہاں بیان بھی کیے دیتے ہیں تاکہ مراجعت میں آسانی ہو:

پہلے رسول کو تسلّی دی ہے کہ منافقین اور یہود آپ سے معاملات کا فیصلہ کرانے کے بعد جو اس سے اعراض کرتے ہیں تو اس سے غمگین نہیں ہونا چاہیے۔ یہ یہودی اپنے معاملات کبھی کبھی آپ کے پاس جو لاتے ہیں تو یہ جھگڑا چکانے اور مقدمے کا فیصلہ کرانے کے لیے نہیں لاتے، بلکہ یہ جھوٹ کے خریدار اور سرداران یہود کے ایجنٹ ہیں۔ وہ سامنے نہیں آتے، بلکہ پیچھے بیٹھے ہوئے ان کٹھ پتلیوں کو نچاتے ہیں، اور اللہ کے دین میں کتر بیونت کرتے ہیں اور آپ کے پاس ان کو یہ سکھا کر بھیجتے ہیں کہ اگر تمہارے معاملہ کا یہ فیصلہ ہو تو مان لینا، اور اگر اس کے خلاف فیصلہ ہو تو واپس چلے آنا۔ ایسے لوگوں کی حالت پر غم کرنا عبث ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ورنہ تورات کی ہدایت کے مطابق یہ لوگ آپ پر ایمان لاتے اور کفر کے بجائے ایمان واطاعتِ الٰہی کی طرف سبقت کرتے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ عظیم ہے۔ یہ جھوٹ کے ماننے والے اور رشوت کھانے والے ہیں۔ اگر آپ کے پاس یہ اپنا معاملہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان کے معاملہ میں پڑیے یا نہ پڑیے۔ ہاں اگر پڑیے تو لازم ہے کہ اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کیجیے۔

اس کے بعد چند آیتوں میں یہود کو ملامت کی ہے کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں کہ آپ کو حکم بناتے ہیں، پھر آپ کے فیصلہ سے مکر جاتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے، جس میں اللہ کا قانون موجود ہے، اور انہیں معلوم ہے کہ آپ کا فیصلہ قانونِ الٰہی کے خلاف نہیں ہے۔ پھر گزشتہ انبیاء اور علماء صالحین کا طریقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتایا کہ وہ اس کتاب کے مطابق تمام معاملات کے فیصلے کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ ان کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کی مداہنت اور خیانت کو راہ نہ دیں گے اور شریعت کو کسبِ دنیا کا ذریعہ نہ بنائیں گے، بلکہ ہر حال میں کتابِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں گے، اور اگر اس کی خلاف ورزی کریں گے تو کافر ہوں گے۔ اس کے بعد تورات کے قانونِ قصاص کا حوالہ دیا ہے۔ کیونکہ یہود کی اصل مداہنت حدود اور قصاص وغیرہ کے معاملات ہی میں تھی۔ اس کے بعد اہلِ انجیل کا ذکر فرمایا کہ ان کو بھی ہدایت کی گئی تھی کہ شریعتِ الٰہی کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اور اگر اس کے خلاف کریں گے تو فاسق ٹھہریں گے۔

پھر قرآن کا ذکر فرمایا کہ یہ کتاب تورات وانجیل کی پیشین گوئیوں کے مطابق اور ان کی تحریفات اور ملاوٹوں کی اصلاح کرنے والی ہے۔ پس آپ کا فرض ہے کہ اگر ان کے کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا ہو تو اس کے مطابق کیجیے اور ان کی بدعات کی جو انہوں نے اپنی کتابوں میں ملا رکھی ہیں، ہرگز پیروی نہ کیجیے۔ ان کے ایمان وہدایت کا سوال آپ سے نہ ہوگا۔ ان کا اپنا جو طریقہ ہے اسی پر جامد ہو گئے ہیں اور ان کی عصبیت میں ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ آپ کی پیروی نہیں کریں گے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت کے راستہ پر کر دیتا، لیکن جبر کرنا اس کی سنت کے خلاف ہے۔ اس نے اختیار بخشا ہے اور جس کو جو کچھ دیا ہے اس میں اس کی آزمائش کی ہے کہ دیکھے کون نیکی اور اطاعت کی راہوں میں بڑھتا ہے اور کون عصبیتِ جاہلیت کی حماقت میں مبتلا ہو کر اپنے طریقے اور دھڑے ہی کو معبود بنا لیتا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور خطاب اگرچہ عام ہے، لیکن روئے سخن ان منافقین ہی کی طرف ہے جو یہود سے سازباز رکھتے تھے اور اپنے معاملات ان کی عدالتوں میں لے جاتے تھے۔ ان کو یہود ونصاریٰ سے قطعِ تعلق کا حکم دیا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ جو لوگ ان کو اپنا مددگار بنائیں گے ان کا شمار انہی میں ہوگا۔ پھر صاف صاف لفظوں میں منافقین کا ذکر فرمایا کہ ان کو اندیشہ ہے کہ اگر یہود اور مسلمانوں میں ٹکر ہوئی اور یہود فتح مند رہے تو یہ پس جائیں گے۔ اس لیے یہ اپنے معاملات ان کی عدالتوں میں لے جاتے ہیں تاکہ ان کی پارٹی میں سمجھے جائیں۔ پھر فرمایا کہ اے مسلمانو! جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائیں گے تو اللہ کو ان کی کچھ پروا نہیں۔ اللہ اس کے بعد ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔ وہ مومنوں کے لیے نرم خو اور بردبار ہوں گے اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔

یہ ساری تفصیل ہم نے محض یہود کی اس وقت کی سیاست اور ان کے ساتھ منافقین کے تعلقات کی نوعیت سمجھانے کے لیے بیان کی ہے تاکہ تحاکم الی الطاغوت کا صحیح تصور ذہنوں کے سامنے آسکے اور یہ واضح ہو سکے کہ منافقین اس سے کیا فوائد پیش نظر رکھتے تھے اور پھر یہ معلوم ہو سکے کہ کس طرح یہ ایک ہی چیز دین کے تمام اقرارات و اعترافات کو ڈھا دینے والی اور تمام عبادتوں اور طاعتوں کو سوخت کر دینے والی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن نے نہایت صاف لفظوں میں اس کو دین سے ارتداد قرار دیا ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ خدا کو ایسے پلچلے ایسے مریض القلوب اور ایسے بزدل اور نفع پرست لوگوں کی ضرورت نہیں ہے، جو یہود کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیوں کی طرح ناچیں۔ اس کو صرف ایسے لوگوں سے محبت ہے جو اپنی سیرت میں چٹان کی طرح ٹھوس اور اپنے عزم و ارادہ میں لوہے کی طرح مضبوط ہوں جو اسلام میں مصلحت پرستی اور نفع پرستی کے بت توڑ کر داخل ہوتے ہوں اور بغیر کسی تقسیم کے اپنی پوری زندگی اللہ کے حوالہ کریں: "اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" (البقرۃ - ۲:۲۰۸) (اللہ کی اطاعت میں پورے پورے داخل ہو جاؤ)۔ جو لوگ صرف فوائد کی حد تک خدا کے پرستار رہنا چاہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ اپنے لیے جو دین چاہیں پسند کرلیں اللہ اور اس کے دین کو ان کی ضرورت نہیں ہے:" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ (الحج۔ ۲۲ : ۱۱) (اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی بندگی ایک کنارے پر کھڑے ہوئے کرتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی فائدہ پہنچا تب تو ان کا دل خدا پر جمتا ہے اور اگر کوئی آزمائش پیش آگئی تو اوندھے ہو جاتے ہیں)۔

توضیح مطلب اور شرح صدر کے لیے سورۂ نور کی یہ آیتیں بھی سامنے رکھیے:

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ	اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول
وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ	پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی
مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ	پھر ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے
اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ	اور یہ لوگ درحقیقت مومن نہیں ہیں
اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	اور جب یہ اللہ اور رسول کی طرف
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ	بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان
مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّكُنْ	فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک گروہ پہلو تہی
لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ	کرتا ہے اور اگر حق ان کو ملنے والا ہو
مُذْعِنِيْنَ ؕ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ	تو اس کی طرف نہایت فرمانبردارانہ آتے
مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ	ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے،
اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ	یا یہ ابھی شک میں پڑے ہوئے ہیں،
رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ	یا ان کو اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول
الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ	ان کے ساتھ ناانصافی کریں گے، بلکہ
الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ	یہ لوگ خود ظالم ہیں۔ اہل ایمان کی بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ
يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ
يَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ وَاَقْسَمُوْا
بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا
تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝
قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ
مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ
تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ
اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَعَدَ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ
لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ

تو یہ ہوتی ہے کہ جب وہ اپنی کسی باہمی
نزاع کے فیصلہ کے لیے اللہ اور اس
کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو کہتے
ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا اور درحقیقت یہی
لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں اور
جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں
گے اور جو اس سے ڈریں گے اور اس
کے حدود کی پاسداری کریں گے، وہی لوگ
ہیں جو فائز المرام ہوں گے اور انہوں نے
پکی پکی قسمیں کھائیں کہ اگر تم ان کو جہاد
کا حکم دو گے تو وہ ضرور نکلیں گے۔ کہہ
دو کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ بس دستور کے مطابق
اطاعت اصل چیز ہے، جو کچھ تم کر رہے
ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔ ان سے
کہہ دو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول
کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم اعراض کرو
گے تو یاد رکھو کہ رسول پر صرف وہ ذمہ داری
ہے جو اس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر وہ
ذمہ داری ہے جو تم پر ڈالی گئی ہے اور
اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو راہ یاب
ہو گے اور رسول پر صرف واضح طور پر پہنچا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ	دینے کی ذمہ داری ہے۔ تم میں سے جو لوگ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ	ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کیے
خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِیْ	ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک میں
لَا يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْئًا ؕ وَ	اقتدار بخشے گا، جیسا کہ ان لوگوں کو اقتدار
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ	بخشا جو ان سے پہلے گزرے، اور ان کے
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞	اس دین کو متمکن کرے گا، جس کو ان کے
(النور - ۲۴ : ۴۷ - ۵۵)	لیے پسندیدہ ٹھہرایا اور ان کی اس خوف
	کی حالت کے بعد اس کو امن سے بدل دے
	گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو
	میرا شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے
	بعد کفر کریں گے تو درحقیقت وہی لوگ نافرمان ہیں۔

جن لوگوں نے ایمان کا مطلب صرف چند چیزوں پر اعتقادی ایمان سمجھ رکھا ہے ان کو ان آیات پر غور کرنا چاہیے۔ منافقین ان سب چیزوں پر ایمان رکھنے کے مدّعی تھے، لیکن قرآن نے ان کے اس اعتراف و اعتقاد کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ صاف صاف فرمایا کہ یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔ یہ ایمان و اسلام کیسا کہ اپنے جملہ معاملات میں اللہ اور رسول کی حکومت نہیں تسلیم کرتے۔ جب اپنا فائدہ ہوتا ہے تب تو رسول کے پاس دوڑے ہوئے آتے ہیں، لیکن جب اندیشہ ہوتا ہے کہ رسول کے فیصلہ میں ان کا دنیوی خسارہ ہے تو یہود کی عدالت میں اپنا معاملہ لے جاتے ہیں کہ ان کی رشوت خوری اور مداہنت سے فائدہ اٹھائیں۔ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔ یہ اسلام کے غلبہ کی طرف سے مشتبہ ہیں۔ انہیں اللہ اور رسول کے عدل پر بھروسہ نہیں ہے۔ پھر واضح الفاظ میں فرمایا کہ مومن صرف وہ لوگ ہیں جو اپنے تمام معاملات اللہ و رسول کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدالت میں پیش کریں اور یہاں سے جو فیصلہ ہو اس کو بے چون وچرا تسلیم کریں۔ آخری آیت کے الفاظ خصوصیت کے ساتھ غور کے قابل ہیں۔ سچے مسلمانوں کو بشارت دی ہے کہ منافقین اسلام کے غلبہ کی طرف سے شبہ میں ہیں، لیکن اللہ تعالےٰ ان کے علی الرغم اہلِ ایمان کو غلبہ دے گا، دینِ حق کا بول بالا کرے گا اور یہود اور مشرکین کی وجہ سے جو خوف و اندیشہ کی حالت ابھی قائم ہے اس کو جلد امن و اطمینان سے بدل دے گا اور ہمارے یہ خالص بندے صرف ہماری ہی بندگی کریں گے کسی کو ہمارا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

یہ منافقین پر تعریض ہے کہ یہ لوگ غیر اللہ کی بندگی کرتے اور اللہ کا ساجھی ٹھہراتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تعریض محض اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے معاملات یہود کی عدالتوں میں لے جاتے ہیں۔ جو لوگ عبادت کے مفہوم میں اطاعت کو داخل نہیں سمجھتے اور خیال کرتے ہیں کہ اگر نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور روزے رکھے جاتے ہیں تو اطاعت خواہ کسی طاغوت کی ہو رہی ہو اس سے خدا کی عبادت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا انہیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے۔ اگر غیر اللہ کی اطاعت سے اللہ کی عبادت میں کوئی فرق نہیں آتا تو آخر ان منافقین کا کیا جرم تھا کہ ان کو مشرک اور غیر اللہ کی بندگی کرنے والا قرار دیا گیا۔

یہ مسئلہ چونکہ نہایت اہم ہے اور قرآن سے غفلت کی وجہ سے لوگ اس بارہ میں ایسی غلط فہمیوں میں پڑ گئے ہیں جو سرے سے دین کی بنیاد ہی ڈھائے دے رہی ہیں، اس لیے مزید توضیح کی خاطر چند آیتیں ہم اور پیش کرتے ہیں۔ سورۂ نساء میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ	اور جو کوئی راہِ ہدایت واضح ہو چکنے کے
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى	بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ	کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ	کرے گا تو ہم اس کو اسی راہ پر ڈالیں گے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝

(النساء - ۴ : ۱۱۵ - ۱۱۶)

جس پر وہ پڑا اللہ اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ بے شک اللہ اس چیز کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے، اس کے نیچے جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے گا وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کی مخالفت کرنا اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کر لینا شرک ہے اور اس کی سزا جہنم ہے اور جہنم برا ٹھکانا ہے۔ ایک امر پر اس پہلو سے تو گفتگو ہو سکتی ہے کہ یہ اللہ و رسول سے ثابت ہے یا نہیں، لیکن اگر اس کا اللہ و رسول کی بات ہونا متعین ہے تو اس پر سرگوشی کرنا، اس کو خلافِ حکمت قرار دینا، اس کو روحِ زمانہ کے خلاف کہنا اور اس کو چھوڑ کر اپنے جی سے یا دوسروں کی تقلید میں کوئی اور راہ اختیار کر لینا شرک ہے اور اللہ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا" والی آیت ایک ہی سورہ میں دو جگہ وارد ہے۔ ایک جگہ اہل کتاب کے شرک کے بیان میں ہے، جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، اور یہ دوسری جگہ منافقین کے شرک کے بیان کے سلسلہ میں ہے، اور ایک صاحبِ نظر اگر ان دونوں مقامات پر غور کرے تو اسے نہایت آسانی سے قدرِ مشترک مل جائے گا۔ اہل کتاب کے بیان کے سلسلہ میں جہاں یہ آیت وارد ہے وہاں ان کے تین شرک بیان ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کی ہدایت پر اپنی قوم کی ہدایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ دوسرا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہ وہ اللہ کی کتاب پر جبت وطاغوت کی پیروی کو ترجیح دیتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اہل ایمان کے طریقہ پر اہلِ مکہ کے طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں اور یہاں اس آیت سے اوپر والی آیت میں یہ تمہید ہے: لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (النساء - ۴ : ۱۱۴) ان کی سرگوشیوں کا زیادہ حصہ ایسا ہے جس میں کوئی خیر نہیں۔ خیر والی سرگوشی تو صرف اس کی ہے جو صدقہ کی صلاح دے یا کسی نیکی کی راہ سجھائے یا اصلاح ذات البین کی دعوت دے۔ یعنی یہ منافقین، پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات، آپ کے احکام اور آپ کی تعلیمات کے خلاف جو سرگوشیاں کرتے ہیں ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ خیر صرف اس سرگوشی میں ہے جو ترغیبِ صدقہ، امر بالمعروف اور لوگوں کی اصلاح کی راہ میں ہو۔ باقی جو لوگ خدا اور اس کے رسول کے حکم پر اپنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں تو وہ اپنی خدائی کے مدعی ہیں اور اگر کسی دوسرے کی رائے اور مذہب کو ترجیح دیتے ہیں تو اس کو الٰہ قرار دیتے ہیں اور ان دونوں صورتوں میں وہ مشرک ہیں، موحد نہیں ہو سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵

پچھلے مباحث کا خلاصہ

اس تمام درازنفسی اور طول بیان سے مقصود محض یہ دکھانا تھا کہ لاالٰہ کی نفی اور الاّ اللہ کا اثبات زبان سے ادا کرنے کے لیے تو نہایت سہل اور مختصر ہے لیکن ان کے مقتضیات ولوازم کا مظاہرہ جب عملی زندگی میں ہوتا ہے تو انسان کی زندگی کا کوئی گوشہ ان کے دائرہ سے باہر نہیں رہ جاتا۔

یہ حقیقت پچھلے تین ابواب میں ایک موزوں تدریج کے ساتھ واضح ہوگئی ہے۔ اہلِ مکہ خدا کی ہستی اور اس کی تمام بنیادی صفات کے معترف تھے لیکن قرآن نے ان کے اس اعتراف کو کوئی وقعت نہیں دی۔ اہلِ کتاب نے ان سے بہت آگے بڑھ کر نہ صرف توحید کا بلکہ اس کی کتابوں کا، اس کے ملائکہ کا اور اس کے رسولوں کا بھی اقرار کیا لیکن قرآن کی میزان میں ان کا اقرار بھی بالکل بے وزن ٹھہرا۔ سب سے آخر میں منافقین آئے اور انہوں نے خیال کیا کہ توحید کے مقتضیات ولوازم میں سے کوئی بات ایسی نہیں رہ گئی ہے جو انہوں نے پوری نہ کردی ہو اور شرک کی آلائشوں کا کوئی ایسا دھبہ ایسا نہیں رہ گیا ہے جس کو انہوں نے دھو نہ ڈالا ہو لیکن قرآن نے ان کے اندر سے بھی شرک کا کھوٹ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا اور ہر گروہ کو مطلع کردیا کہ تم میں سے کوئی بھی خدا کا مخلص اور موحد نہیں ہے۔ ہر ایک نے اپنی بندگی میں دوسروں کو ساجھی بنا رکھا ہے اور اللہ کی نظر میں اُس بندگی کی کوئی قیمت نہیں جس میں شرک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ملاوٹ ہو۔

اب ان تینوں گروہوں کی فرد قرارداد جرم ملاحظہ ہو۔

بنی اسماعیل سے کہا گیا:

تم فرشتوں کو مرتبۂ بندگی سے مافوق سمجھتے ہو، ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہو۔ ان کی پوجا کرتے ہو۔ اس پوجا کو تقرّبِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہو۔ مال واولاد اور دنیا کی خوش حالی وفارغ البالی کو ان کی برکت کا ثمرہ قرار دیتے ہو۔ خدا کے ہاں ان کی شفاعت' بہرحال موجبِ نجات خیال کرتے ہو۔ ان سے خدا کی طرح محبت کرتے ہو۔ ان کو عالم الغیب مانتے ہو۔

اسی طرح جنّات کو خدا کا کفو سمجھتے ہو۔ ان کو خدائی مفہوم میں نافع وضار خیال کرتے ہو۔ ان کی دُہائی دیتے ہو۔ ان کی رضا طلبی کے لیے اپنی اولاد کو قتل کرتے ہو۔ ان کی رسائی ملاءِ اعلیٰ تک مانتے ہو۔ ان کو علمِ غیب کا وسیلہ جانتے ہو۔ ان کی بندگی کرتے ہو۔ ان سے الہام حاصل کرنے کے لیے مراقبہ کرتے ہو۔

کواکب کو تدبیرِ عالم میں مؤثر بالذات مانتے ہو۔ بارش کو نکھتروں کا فیض سمجھتے ہو۔ اپنی تمام کاروباری چہل پہل کو شعریٰ کی برکت سمجھتے ہو۔

تم نے اپنے ان معبودوں کی ایک بزم بنائی ہے۔ اس میں خدا کی حیثیت بس ایک مہادیو کی ہے، جس کا تعلق محض اس کے دارالسلطنت، آسمان سے ہے۔ زمین اس کی مملکت کا ایک دور دراز علاقہ ہے، جس کا انتظام وہ اپنے عمّال کو سپرد کر کے خود اس سے کنارہ کش ہے۔ تم ان معبودوں کی عبادت کرتے ہو، تم نے ان کے لیے معبد اور استھان بنائے ہیں۔ تم ان کے حج وزیارت کے لیے سفر کرتے ہو۔ ان کے لیے قربانیاں کرتے ہو۔ نذریں اور چڑھاوے پیش کرتے ہو۔ ان کے نام پر جانور چھوڑتے ہو۔ ان کے تعلق سے بہت سی چیزیں حرام وحلال کرتے ہو۔ ان کے حضور میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاضر ہوکر، فال کے تیروں سے، ان کی مرضی معلوم کرتے ہو۔ ان کی قسمیں کھاتے ہو۔

تم نے اپنے بزرگوں کی قبروں اور ان کے آثار کو معبد بنا لیا ہے۔ تم ان کو وسیلۂ شفاعت اور ان کی عبادت کو ذریعۂ تقرب الٰہی سمجھتے ہو۔ اس کی رسموں کو دین و شرع قرار دیتے ہو۔

پھر تم خود بھی الٰہ بن بیٹھے ہو۔ تم اللہ کی ہدایت کی جگہ اپنے نفس کی خواہش یا دوسروں کے قانون کی پیروی کرتے ہو۔ تم نے باپ دادا کے طریقوں اور رسوم و رواج کو شریعت بنا رکھا ہے۔ اور اس طرح سوسائٹی اور خاندان اور قبیلہ کو الٰہ بنائے بیٹھے ہو۔ اپنے جی سے قانون و شریعت بناتے ہو۔ تمہارے باپ، ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے ذریعے سے، اللہ تعالیٰ نے جو دین تمہیں دیا تھا اس میں تم نے اپنی بدعتیں ملا دی ہیں تم خود اپنے شارع بن گئے ہو۔ تم اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اپنے استحقاق ذاتی کا ثمرہ اور اپنے علم و ہنر کا نتیجہ سمجھتے ہو۔ تم کو اپنی برتری کا گھمنڈ ہے۔ تم کو ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد ہونے کا غرّہ ہے تم سمجھتے ہو کہ تمہارا ہر کام بلا استثناء شریعت اللہ کا کام ہے۔ یہ ساری باتیں شرک ہیں۔ خدا پرستی کے دعوے کے ساتھ ان کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

اہلِ کتاب سے قرآن نے کہا:

تمہارا دعوائے توحید و خدا پرستی بھی باطل ہے۔ تم اپنے علماء اور راہبوں کو قانون سازی اور تحریم و تحلیل کا اختیار دیتے ہو۔ یہ جو کچھ فرما دیں تمہارے نزدیک وہ قادرِ مطلق کے احکام ہیں۔ یہ زمین پر جو باندھیں وہ آسمان پر باندھا جاتا ہے اور زمین پر جو کھولیں وہ آسمان پر کھولا جاتا ہے۔ تم نے کتاب اور طریقۂ نبی سے اجتہاد کی جگہ کاہنوں کے اقوال کو دے رکھی ہے۔ یہود عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ نصاریٰ مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ ان کو خدا کا اوتار قرار دیتے ہیں۔ الوہیت کو تین حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں اور خدا کو اس تین کا تیسرا قرار دیتے ہیں پھر تم اپنی برتری کے مدّعی ہو۔ تمہیں ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد ہونے کا گھمنڈ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم اسی نسبت کو خدا کے تقرب اور اس کے محبوب ہونے کے لیے کافی سمجھتے ہو اور خدا کی اطاعت سے نکل کر طاغوت بن بیٹھے ہو۔ تم نے کتابِ الٰہی کے حامل ہونے کے باوجود جبابرہ کی بندگی اختیار کی اور طاغوتی نظام یا تو خود قائم کیے یا ظالموں کے قائم کردہ طاغوتی نظاموں کو قبول کیا۔ تم اپنے تئیں پاک اور برگزیدہ سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ جو کچھ تم سے صادر ہو جائے وہ سب پاک و پاکیزہ اور اللہ اور دین کا کام ہو جاتا ہے، اس کا خدا کے حکموں کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ تم نے خدا کے نبیوں میں تقسیم کر رکھی ہے۔ ایک گروہ کو مانتے ہو، دوسری جماعت کا انکار کرتے ہو۔ اللہ کی ہدایت کی جگہ اپنی ہدایت، اپنے طریقے، اپنے انبیاء اور اپنی قوم کو مرکزِ ہدایت قرار دیتے ہو۔ تم مدعی ہو کہ تمہارے لیے ہمیشگی کا عذاب نہیں ہے، کچھ بھی کرو، تھوڑی سی سزا بھگت کر تقربِ الٰہی کے مقامِ عالی پر سرفراز ہو جاؤ گے۔ تم سحر، شعبدہ، رمل، جعفر اور علومِ سفلیہ پر ایمان رکھتے ہو۔ تم ان لیڈروں اور کاہنوں پر ایمان رکھتے ہو جن کی باتیں اللہ کی ہدایت سے الگ ہیں اور جو شیطان کے پیرو اور خود طاغوت ہیں۔ تم شرک کے حامی ہو اور مشرکوں کے طریقہ کو اہلِ ایمان کے طریقہ پر ترجیح دیتے ہو۔ یہ ساری باتیں توحید اور اخلاص کے منافی ہیں۔

منافقین سے قرآن نے کہا:

تمہارا دعوائے توحید بھی باطل ہے۔ تم تحاکم الی الطاغوت کے مجرم ہو۔ تم اپنے معاملات ان کی عدالتوں میں لے جاتے ہو جو اللہ اور رسول کی ہدایت سے منحرف ہیں تم رسول کو یا تو اعتقاداً واجب الاطاعت نہیں مانتے یا عملاً یا دونوں طرح، حالانکہ خدا کی اطاعت بغیر رسولؐ کی اطاعت کے ممکن نہیں اور خدا کی عبادت کا دعویٰ بغیر اس کی اطاعت کے جھوٹا ہے۔ توحید کی لازمی شرط یہ ہے کہ اپنے تئیں بالکلیہ رسول کے حوالہ کرو۔ اس کی پوری پوری اطاعت کرو۔ اپنے سارے معاملات میں اس کی طرف رجوع کرو اور اس کے فیصلوں کو بے چون و چرا مانو۔ تم اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکتہ چینی کرتے ہو یا اپنے دلوں میں اس پر اعتراضات چھپائے ہوئے ہو اور اس کے متعلق شکوک و شبہات اور تذبذب و تردد رکھتے ہو۔ اللہ اور رسول نے اہل ایمان کے لیے جو طریقہ ٹھہرایا ہے اس سے انحراف کرتے ہو۔ رسول کی پیروی صرف اپنے فوائد دیوی کی حد تک کرنا چاہتے ہو۔ تم اپنے دنیوی مفاد اور اپنی شخصی دلچسپیوں اور اپنے خون کے رشتوں اور حلیفانہ روابط کو اللہ اور رسول اور اس کے دین سے عزیز تر رکھتے ہو۔ یہ ساری باتیں شرک ہیں اور اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۶

موجودہ دنیا کا سرسری جائزہ

اب ہمارے پاس وہ روشنی موجود ہے جس کو لے کر ہم دنیا کے جائزہ کے لیے نکل سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں کہ دنیا کی موجودہ قوموں، بالخصوص "متمدن" قوموں کا شرک و بت پرستی کے اعتبار سے کیا حال ہے۔ لیکن اس کتاب کے ہر باب میں غایت درجہ اختصار ملحوظ ہے، اس لیے ہم اولاً تو صرف سرسری اشارات پر کفایت کریں گے، ثانیاً ہر مذہب کے پیروؤں کی صرف موجودہ حالت کو سامنے رکھیں گے، ان کے مذاہب کی اصل حقیقت سے بحث نہیں کریں گے، ثالثاً صرف ان قوموں سے تعرض کریں گے جو تمدنی اعتبار سے کچھ اہمیت رکھتی ہیں۔ ورنہ یہ حکایت اتنی دراز ہو جائے گی کہ اس کو سمیٹنا مشکل ہو جائے گا۔

بحث کی آسانی کے لیے ہم پہلے مشرقِ بعید کی اقوام اور بدھ مذہب کے پیروؤں کا جائزہ لیں گے۔ پھر ہندوستان کو دیکھیں گے۔ اس کے بعد ایک طرف مغربی یورپ اور امریکہ کا، اور دوسری طرف روس کا جائزہ لیں گے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ تہذیبِ جدید کے ان برقعوں کے اندر شرک کی کیسی گھنونی اور مکروہ شکلیں چھپی ہوئی ہیں اور علم و تحقیق کے مدعیوں کے اس دعوے کے باوجود کہ اب شرک دنیا سے ناپید ہو چکا ہے وہ کیسی حیرت انگیز وسعت کے ساتھ پورے کرۂ ارض پر چھایا ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرقِ بعید

مشرقِ بعید کی اقوام کا غالب حصہ عموماً چار مذہبوں کا پیرو ہے: شنٹو مذہب، تاوی مذہب (TAOISM)، کنفیوشزم اور بدھ مذہب۔

جاپان کا اصلی مذہب شنٹو مذہب ہے۔ ویسے تو جاپان کی سرزمین پانچ سو مذاہب کی سرزمین کہی جاتی ہے، لیکن اس کا قدیم ترین اور جدید ترین مذہب، شنٹو مذہب ہے۔ چھٹی صدی کے اواخر میں کوریا کے راستے سے بدھ مذہب بھی وہاں داخل ہو گیا تھا اور نویں صدی میں جاپان میں قومیت کی جو زبردست تحریک اٹھی، اس نے ملک کے اس قدیم مذہب کو پھر زندہ کر دیا اور اس کے بعد سے اب یہی جاپان کا سرکاری اور قومی مذہب ہے۔ اس مذہب کا خاص اصول نیچر اور بزرگوں کی پرستش ہے۔ اس میں کوئی اسی لاکھ دیوی دیوتا ہیں، لیکن خاص الخاص سورج کی دیوی ہے، جس کا پوتا جاپانیوں کے خیال کے مطابق جاپان کا پہلا حکمران ہوا۔ اسی سے جاپان کا تختِ حکومت یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا ہوا موجودہ میکاڈو کو ملا ہے۔ اسی سورج کی دیوی کی نسل ہزارہا برس سے جاپان پر حکمرانی کر رہی ہے۔ اگرچہ اس مذہب میں سمندر کی دیوی، ندیوں کی دیوی، پہاڑوں کی دیوی، آگ کی دیوی، غرض بے شمار دیویاں تسلیم کی جاتی ہیں اور قوم کے جانباز سپاہیوں اور شاہی خاندان کے وفادار خادموں کی بھی پرستش ہوتی ہے لیکن شنٹو مذہب کا اصل الاصول شاہی خاندان کی سب سے پہلی بزرگ دیوی اور اس کے رشتہ داروں اور اس کی اولاد کی پوجا کرنا ہے۔

چین کا بڑا حصہ تاوی مذہب، کنفیوشزم اور بدھ مذہب کا پیرو ہے۔ قدیم زمانوں سے آباء واجداد اور بھوتوں اور شیطانوں، دیویوں اور دیوتاؤں کی پرستش ان مذاہب کی اصلی خصوصیت رہی ہے۔ مقدم الذکر دونوں مذہب آبا پرستی اور نیچر پرستی کو اصولاً تسلیم کرتے ہیں۔ بدھ مذہب اگرچہ اصلاً آبا پرستی کا حامی نہیں ہے، لیکن چین میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچ کر وہاں کے قدیم مذہب نے اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا اور اب یہ تینوں مذاہب چین کی آبا پرستی، مظاہر پرستی اور شیاطین پرستی کے مذہب ہیں۔ جادو منتر، سحر، شعبدے ان کی مشترک خصوصیت ہیں اور ان کے پیروؤں کے اوہام و خرافات کی داستان اتنی طولانی ہے کہ پڑھنے والا تھک جاتا ہے۔

تاؤی مذہب کا بانی لاؤتزے ہے۔ اس کا اصلی فلسفہ نفی کا فلسفہ ہے اس کا مذہبی صحیفہ مشکل سے مرقس کی انجیل کے نصف کے برابر ہوگا۔ لیکن اس مذہب کے پیروؤں نے بعد میں اس پر جن اوہام کا اضافہ کیا ہے ان کی تفصیلات ضخیم مجلدات میں بھی نہیں سما سکتیں۔ تاؤی فقراء ۳۰۰ قبل مسیح سے مشرقی سمندر میں پریوں کے ایک ایسے جزیرہ کے سراغ میں سرگرداں ہیں جہاں شجرۃ الخلد اگتا ہے۔ انہوں نے سارے آسمان کو دیویوں اور دیوتاؤں سے اور ساری زمین کو جادوگروں اور شعبدہ بازوں سے بھر دیا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اگر اپنے احساسات کی نفی اور جاوداں زندگی کا راز پا جائے تو آسمانی دیوتاؤں کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ ان کی آسمانی دیویوں میں "آسمان کی ملکہ یا مقدس ماں" کو سب سے زیادہ عظمت و اہمیت حاصل ہے۔ یہی سمندروں کی دیوی اور موجوں اور طوفانوں کی ملکہ ہے۔ ہر چینی ملاح، ہر ماہی گیر، ہر جہاز ران اور ہر بحری سیاح کی یہ محافظ ہے۔ جب سمندر میں کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اس کی دُہائی دی جاتی ہے اور وہ فوراً آسمانوں میں نمودار ہوکر بڑے بڑے طوفانوں کو اپنی تلوار سے دفع کر دیتی ہے، سمندر کی تاریکیوں میں گم کردہ راہ جہازرانوں کی رہنمائی کے لیے یہ سرخ لالٹین لے کر نمودار ہوا کرتی ہے۔

کنفیوشزم کا بانی کنفیوشس ہے۔ چین کا اصلی مذہب آبا پرستی ہے اور کنفیوشزم کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ آبا پرستی کے لیے ایک سند تصدیق ہے۔ آباء پرستی چینی تھیالوجی کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ ان کے ہاں سب سے زیادہ عظمت و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہمیت مُردوں کی ارواح کو حاصل ہے۔ چین کی اصلی خدائی انہیں کے ہاتھ میں ہے یوں تو چینی اپنے سارے دیوتاؤں ہی کو قربانیاں اور چڑھاوے پیش کرتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ صدقِ دل کے ساتھ وہ اپنے باپ دادا کی روحوں کی عبادت کرتے ہیں۔

چینی عقیدہ کے مطابق مُردوں کی روحیں زمین پر باقی رہتی ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ اگر ان کو کھلایا پلایا نہ جائے، ان کو راضی نہ رکھا جائے اور ان کی عبادت نہ کی جائے تو وہ خفا ہو جاتی ہیں اور ان کی خفگی بہت سی آفتیں لاتی ہے۔ ان کے عقیدہ کے لحاظ سے جس شخص کی روح کی اس کی اولاد کی طرف سے تعظیم اور پرستش نہیں کی جاتی وہ روح ایک ابدی شقاوت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

چین میں فرد کی انفرادی ہستی کا تصور معدوم ہے۔ ہر فرد اپنے آباء واجداد کے اس طویل سلسلہ کے ساتھ مربوط سمجھا جاتا ہے جو ابتدائے آفرینش سے لے کر خود اس کے وجود تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر زندہ چینی کی ہستی یکسر مُردوں کی ارواح کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔ اگر مُردوں کی تعظیم، تمام مراسمِ مقررہ کے مطابق بجالانے میں معمولی کوتاہی بھی ہو جائے تو بس قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔

ہزارہا برس گزر چکے ہیں۔ چینیوں کے آباء واجداد دورِ حجری کی بدویانہ زندگی سے نکل کر دورِ جدید کی حضری زندگی میں داخل ہو چکے، پچیس شاہی خاندان ملک پر حکومت کر چکے، خوفناک جنگوں اور عظیم الشان انقلابات نے ملک کے آسمان و زمین بدل دیے ہیں، لیکن چین کی آباء پرستی روزِ اول سے آج تک بدستور قائم ہے۔ اس میں سرِمو تغیر نہیں ہوا۔

کنفیوشس نے بہت سے عمدہ اخلاقی اصولوں کی بھی تعلیم دی ہے — لیکن اس کی تمام تعلیمات کی بنیاد آباء پرستی پر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں اپنے آباء واجداد کے لیے ان کو حاضر و ناظر سمجھ کر قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔ ہمیں ارواح کی اس طرح عبادت کرنی چاہیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا وہ ہمارے اندر موجود ہیں"

اگرچہ اس نے کہیں اپنی تعلیمات میں اپنے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے، لیکن ملک کے ہمہ گیر مذہب اور مذکورہ تعلیمات کی بدولت مرنے کے بعد وہ خود بھی لاؤتسے کی طرح ایک دیوتا بن گیا اور آج چین میں ایک بڑے دیوتا کی حیثیت سے اس کی بھی عبادت ہوتی ہے۔

بدھ مذہب کی جائے پیدائش ہندوستان کی سرزمین ہے، لیکن برہمنوں نے اس کو اس ملک سے اس طرح نکالا کہ پھر اس نے ادھر کا رخ کرنے کی جرأت نہیں کی۔ یہاں سے جلا وطن ہونے کے بعد اس کو ہندوستان کے مشرقی جزائر، برما، چین، جاپان، تبت وغیرہ میں پناہ ملی اور اب جاپان کے سوا، جہاں سترھویں صدی کی تحریکِ قومیت سے اس نے شکست کھائی، تقریباً ہر جگہ نمایاں حیثیت میں موجود ہے اور چین و تبت وغیرہ میں اس کے پیروؤں کی ایک عظیم تعداد پائی جاتی ہے۔

گوتم بدھ کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ خدا کا قائل نہیں تھا۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ دنیا کی قدیم تاریخ ہمیں مشرکوں سے تو بھری نظر آتی ہے لیکن خدا کے منکروں کا کہیں بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔ خدا کا انکار کرنے والے اگر کچھ بلید ملتے ہیں تو صرف موجودہ دور میں ملتے ہیں۔ گوتم بدھ جیسے فلسفی کے متعلق کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ خدا کا منکر ہوگا؟ ہم نے گوتم بدھ کے عہد کی تاریخ اور اس کے مذہب کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ وحدت الوجود کا قائل تھا۔ گوتم بدھ سے پہلے ہندوستان میں اپنیشدوں کے ذریعے سے وحدت الوجود کا فلسفہ اچھی طرح پھیل چکا تھا۔

وحدت الوجود کے قائل کے لیے خدا کے اقرار و انکار کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے نزدیک "انا" کے سوا تمام کائنات وہم و فریب ہے۔ یوگی کا کام یہ ہے کہ وہ زندگی اور موت کے چکر اور مایا کے جال سے چھوٹ کر روحِ کائنات یا بالفاظِ دیگر "انا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ضم ہو جائے۔ گوتم بدھ کے دور سے پہلے ہندو جوگیوں کی ریاضتوں کی جو تاریخ ہمیں ملتی ہے وہ تمام اسی عقیدہ کا مظاہرہ ہے۔ وہ طرح طرح کی خوفناک ریاضتوں کے ذریعہ سے مایا کے جال سے نکلنے اور روحِ کائنات میں ضم ہونے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ جب گوتم بدھ کی آنکھیں کھلیں اور نجات کے لیے اس کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی تو اس کے سامنے بھی یہی فلسفہ آیا اور اس نے برہمنوں ہی کے طریقہ پر زندگی اور موت کی کشاکش اور خواہشوں کے جنجال سے نکلنے کے لیے نہایت جاں گسل ریاضتیں شروع کیں۔ لیکن کچھ ہی دنوں کے تجربہ کے بعد اس پر یہ حقیقت کھل گئی کہ مادیت کے غلاف سے نکلنے کے لیے یہ ہولناک ریاضتیں غیر ضروری ہیں، اصل شے نفس کا خواہشوں سے پاک ہونا اور روح و دل کا محسوسات کی محبت سے آزاد ہونا ہے۔ چنانچہ جہاں تک تکلیف دہ ریاضتوں کا تعلق ہے، اس نے برہمنوں کے طریقہ کی اصلاح کر دی اور تزکیۂ نفس اور تجرّد کے حصول کے لیے ایسے ضابطے بنائے جن میں ظاہری ترک سے زیادہ باطنی ترک پر زور دیا گیا۔

وحدت الوجود کی آخری تان "انا اللہ اور انا الحق" ہے۔ چنانچہ اسی چیز نے ہر ہندو یوگی کو عبد کے بجائے طاغوت بنا دیا۔ گوتم بدھ کی جدو جہد بھی اسی مقصد کے لیے تھی۔ چنانچہ وہ بھی اپنے خیال کے مطابق مادیت کا جامہ اتار کر روحِ کائنات میں ضم ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے معتقدین نے اس کو خدا بنا دیا اور اس کی ولادت سے متعلق بہت سے بے سروپا افسانے پھیلا کر اسے ایک اوتار کی حیثیت سے پیش کیا۔ جو دنیا کو نئی زندگی بخشنے آیا تھا۔ اب چین، جاپان، تبت، برما، وغیرہ میں اس کی پرستش خدا کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اس کے شاندار مندر اور عظیم الشان بُت دیکھنے والوں پر حیرت طاری کر دیتے ہیں۔ چین میں اس کے پرستار ہر قسم کے بھوتوں اور دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستشوں میں مبتلا ہیں۔ تبت وغیرہ میں اور بھی برا حال ہے۔ تبت کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑا پیشوائے مذہبی ــــــ دلائی لامہ ــــــ خود گوتم بدھ کا اوتار خیال کیا جاتا ہے اور اسی طرح خدائی کرتا ہے جس طرح گوتم بدھ۔ وہاں کا دلائی لامہ جب مرتا ہے تو ہر حاملہ عورت ایک نیا خدا جننے کی آرزو سے معمور ہو جاتی ہے اور اس دور میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں، قرعہ اندازی کے ایک خاص طریقہ سے، ان میں سے ایک نئے الٰہ کا انتخاب ہوتا ہے۔

ہندوستان

ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے جی ڈرتا ہے۔ یہاں کا ہر ذرّہ دیوتا ہے۔ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک اور ذرّہ سے لے کر آفتاب تک، سب یہاں معبود اور مقدس ہیں۔ دریا، پہاڑ، شجر، حجر، چرند، پرند، بلی، چوہے یہاں تک کہ ناقابلِ ذکر انسانی اعضاء تک کے پرستار یہاں مل جائیں گے۔

ویدوں میں ہمارے سامنے سب سے پہلے "ہزار چشم" اندرا آتا ہے، جس نے اپنے عملی نمونہ سے اپنے پرستاروں کو "بدمستی" اور نشہ بازی کی تعلیم دی۔ اس کے بعد برہما، وشنو اور شیو کی تثلیث نظر آتی ہے۔ مقدم الذکر خالق ہے۔ ثانی الذکر محافظ ہے اور تیسرا مارنے والا اور جلانے والا ہے۔

برہما اپنے ہر کلپ کے بعد دنیا کو فنا کر کے از سرِ نو وجود بخشتا ہے۔ اس کا مندر آج تک راجپوتانہ میں مرجع خلائق ہے۔

وشنو جب دنیا پر کوئی بڑی آفت آتی ہے تو خلق کی نجات کے لیے اترتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ بار بار اوتاروں کی صورت میں جنم لیتا ہے۔ اس کے دس اوتار ہندو میتھالوجی میں مشہور ہیں۔ سری کرشن بھی وشنو کے اوتار خیال کیے جاتے ہیں اور ان کی زندگی کو جس رنگ میں پیش کیا گیا ہے اور اس سے جو مذہبی روایات ہندو قوم میں پھیلی ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ان کے بیان سے بھی شرم آتی ہے۔

شیو، وشنو کا حریف مقابل ہے۔ یہ ایک ہی ساتھ دو متضاد فطرتیں رکھتا ہے۔ اس کے قبضۂ قدرت میں تعمیر و تخریب دونوں ہیں۔ اس کے اندر عورت اور مرد دونوں کی خصوصیات جمع ہیں۔

اس کے بعد ہمارے سامنے تخیل کا فلسفہ یا ہندو تصوف آتا ہے۔ اس کی بنیاد وحدت الوجود پر ہے۔ اس فلسفہ میں موجود صرف "انا" ہے۔ اس کے ماسوا سب وہم و فریب ہے۔ اس کی غایت یہ ہے کہ ذرہ آفتاب، قطرہ دریا اور بندہ خدا بن جائے۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ ریاضات شاقہ کے ذریعہ سے روح کو مادہ سے مجرد کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ہندو یوگیوں اور فقیروں نے جو طریقے پیدا کیے ہیں ان کی تفصیلات سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور اس کے لیے عملاً انہوں نے جو کچھ کر دکھایا ہے اس کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو انسان اپنے معمولی مقاصد کے لیے جان کی بازی کھیل جایا کرتا ہے۔ وہ خدا بننے کے لیے جو کچھ بھی کر گزرے کم ہے۔ چنانچہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان ہندو جوگیوں نے جس طرح کی ریاضتیں کی ہیں اس کی مثالیں دنیا کی تاریخ میں مشکل سے مل سکیں گی۔ لیکن یہ سب کچھ خدا کی بندگی کے لیے نہیں کیا گیا، بلکہ خدا بننے کے لیے کیا گیا۔

دیوتاؤں کے بعد ہندو میتھالوجی میں دیویوں کی باری آتی ہے اور ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ان سب کی خصوصیات کی تفصیل میں پڑنا تو لاحاصل ہو گا، البتہ لکشمی، دُرگا، بھیروی اور کالی مائی کے نام ہم یاد دلائے دیتے ہیں۔ بالخصوص ان میں سے مؤخر الذکر کو ہندوؤں کے نزدیک بڑی اہمیت حاصل ہے۔ چیچک، ہیضہ، وغیرہ جیسی خطرناک بیماریاں سب انہی کی غضب ناکیوں کے مظاہر ہیں۔

ہندوؤں کے اندر جس قدر بھی فرقے ہیں وہ یا تو ان دیویوں اور دیوتاؤں کے پرستار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں یا گیتا اور پتنجلی کے فلسفہ سے متاثر ہیں۔ بعض فرقے کسی قدر مختلف نظر آتے ہیں، لیکن ان کا اختلاف محض ظاہری ہے، حقیقت اور مغز کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف دو فرقے کسی قدر مستثنیٰ حالت رکھتے ہیں۔ ایک آریا سماجی، دوسرے سکھ۔ یہ دونوں اسلام سے متاثر ہوئے ہیں، اور توحید کے مفہوم سے کسی قدر قریب آئے ہیں لیکن اسلام سے ان کی قربت ایک دفاعی جذبہ کے تحت وجود میں آئی ہے، اس وجہ سے اس قربت کے باوجود وہ اسلام سے دور ہی ہیں۔ ان فرقوں کے بانیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ مسلمانوں کا مقابلہ بت پرستی پر قائم رہ کر مشکل ہے اس لیے انہوں نے مورتیوں وغیرہ کی پوجا ترک کر کے فی الجملہ ایک ایسی اصلاح قبول کر لی جس کے بعد وہ اپنے خیال کے مطابق روحِ زمانہ اور عقل سے قریب آ گئے اور اپنے تئیں اس قابل خیال کرنے لگے کہ اب وہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں فرقوں کو مسلمانوں سے جو عداوت ابتداء سے ہے وہ کسی اور فرقہ کو نہیں ہے۔ حالانکہ ان کو مسلمانوں کے اصل الاصول سے قریب ہونے کی وجہ سے ان سے محبت کرنی چاہیے تھی۔ بہرحال یہ اصلاح انہوں نے کسی جذبہ کے تحت قبول کی ہو، ایک اہم اصلاح ہے اور اس کی وجہ سے وہ اسلام کی بنیادی تعلیم سے قریب آ گئے ہیں۔ اب ان کو توحید اور اس کے مقتضیات کی تعلیم دینا آسان کام ہے، بشرطیکہ حق ان کے سامنے اس راستے سے آئے جو اس کا اصلی راستہ ہو۔

مذہب پرست ہندوستان کا یہ حال ہے۔ عوام و خواص سب اسی طرح کے توہمات مشرکانہ میں گرفتار ہیں۔ یہاں کے اچھے دماغوں پر گیتا کے وحدت الوجود کا تسلط ہے جو بجائے خود ایک عظیم فتنہ ہے۔ آریوں اور سکھوں کی آخری معراج یہ ہے کہ مورتی پوجا کے منکر ہیں، لیکن ہمارے اوپر کے مباحث پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ حقیقی توحید تک پہنچنے کے لیے ابھی ان کو بہت سے مرحلے طے کرنے باقی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح ہندوستان پر مسلمانوں کے غلبہ کے اثر سے سکھ اور آریہ سماجی وجود میں آئے اسی طرح انگریزوں کے غلبہ اور مغرب کے جدید افکار و نظریات ہ کے اثر سے ایک نیا گروہ وجود میں آیا جو فی الجملہ زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ اس نے بہت حد تک قدیم ہندو میتھالوجی کے توہمات سے اپنے دماغ کو آزاد کر لیا ہے، لیکن یہ ایک دوسری میتھالوجی تیار کر رہا ہے۔ جس کا مواد اس نے مغرب سے لیا ہے۔ اس میں پرانے دیوتاؤں اور دیویوں کی جگہ نئے دیوی دیوتا ہیں۔ اس میں انسان خود اپنا الٰہ ہے، خود اپنے لیے قانون بناتا ہے، خود اپنے اوپر فرمانروائی کرتا ہے اور خدا کی زمین پر اپنی بادشاہی کا ڈنکا بجاتا ہے۔ اس کا نام ڈیموکریسی ہے۔

مغربی یورپ اور امریکہ

مغربی یورپ اور امریکہ کا اصلی مذہب عیسائیت ہے۔ عیسائیت کے بگاڑ کی ابتدائی تاریخ ہم پچھلے صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔ نیسیہ کی کونسل کے بعد سے تثلیث کا عقیدہ باضابطہ سٹیٹ کا مذہب بنا اور پوپ اور کلیسا کی خدائی کا دور شروع ہوا۔ نیز ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ مذکورہ بالا کونسل کے بعد آریوس اور اس کی پارٹی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے خلیفہ پیٹر ــــ شمعون صفا ــــ کے عقائد کی وارث اور صحیح نصرانیت کی حامل تھی، نہایت اقلیت، بلکہ مظلومیت و مقہوریت کی حالت میں آ گئی[1] اور پال کی باطنیت

---

[1] اسی پارٹی کے باقیات صالحات تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لائے اور ان ہی لوگوں کی قرآن نے جگہ جگہ تعریف کی ہے، نہ کہ پال کے متبعین کی جو ہمیشہ توحید دشمنی کے سرخیل رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تحریفات کی بنیاد پر کلیسا کے رسوم وعقائد کی عمارت کھڑی ہوئی۔

اب ہمیں ایک سرسری نظر بیچ کی صدیوں سے لے کر اصلاحِ کلیسا (REFORMATION) کے عہد تک کی تاریخ پر ڈالنی ہے۔

اس بیچ میں ہمیں دو باتیں نہایت نمایاں طور پر نظر آتی ہیں: ایک کرسچن چرچ کی وحدت، دوسری اس کا ہمہ گیر اقتدار۔ قرونِ متوسطہ میں کلیسا کا اقتدار ایسا غالب اور ہمہ گیر ہو گیا تھا کہ تمام چھوٹی بڑی سلطنتیں اس کے ہاتھ میں بالکل ایک آلۂ بے جان بن کر رہ گئی تھیں اور اس کے آگے مقدس رومی شہنشاہی کا جاہ وجلال بھی ماند پڑ گیا۔ لیکن کلیسا نے اس کے اقتدار سے نہایت غلط فائدہ اٹھایا۔ اس اقتدار کے نشہ میں اس نے وہ جنگ صلیبی شروع کر دی، جس نے دو سو برس تک پورے یورپ کو زیر وزبر رکھا۔ اس دوران میں خداوندانِ کلیسا نے جو جرائم کیے، جس طرح خلقِ خدا کا بے دریغ خون بہایا، جس طرح نوخیز بچوں تک کو جنگ کے نشہ سے سرشار کر کے تباہ کیا، جس طرح وقت کی تمام تعمیری قابلیتوں کو تخریب کی راہ پر ڈال دیا، اس کا ردِ عمل اہلِ یورپ کے دماغوں پر کلیسا کے خلاف ہوا۔ جنگ کی ناکامیوں اور تباہ کاریوں نے اہلِ فکر کے دماغوں میں ایک بحران سا پیدا کر دیا۔ ہر شخص کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اربابِ کلیسا کا اقتدار دنیا کی تباہی کا سبب ہے۔ علم وتحقیق کے شیدائیوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ کلیسا تمام ذہن وفکر پر کابوس کی طرح مسلط ہو گیا ہے اور جب تک یہ کابوس دور نہ ہو گا اس وقت تک فکر ونظر کی تمام راہیں مسدود رہیں گی۔ اربابِ سیاست یہ سوچنے لگے کہ حکومتوں پر کلیسا کا اقتدار بالکل خلافِ عقل اور خلافِ فطرت ہے۔ سیاست کو مذہب سے بالکل بے تعلق ہونا چاہیے۔ یورپ کی مختلف قومیں محسوس کرنے لگیں کہ رومن کیتھولک چرچ دنیا پر رومی اقتدار کا ایک بہانہ ہے، اس کو ختم ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ خود کلیسا کے اندر ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی، جس نے یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسوس کرنا شروع کر دیا کہ ہم مسیح (علیہ السلام) کی زندگی سے ہٹ کر دنیا داری کی تمام شیطنتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ہمارا مقصد اب صرف دولت کے انبار اکٹھا کرنا اور اپنے عظمت و جلال کی نمائش کرنا اور دنیا کو تباہ کرنا رہ گیا ہے۔ ہمیں غربت کی زندگی، خدمتِ خلق، ترکِ دنیا اور اتباعِ مسیح کی طرف لوٹنا چاہیے۔

ان تمام چیزوں نے مل ملا کر یورپ میں وہ بحران کا دور پیدا کر دیا جس کو ہم نشاۃِ ثانیہ (RENAISSANCE) کے نام سے جانتے ہیں۔ بیکن وغیرہ جیسے اہلِ علم، میکیاولی اور ہیوگو گروٹیس وغیرہ جیسے اربابِ سیاست، گارڈینو برونو جیسے آزاد خیال مفکرین اسی بحرانی دور کی پیداوار ہیں۔ کلیسا نے ان لوگوں کی مخالفتوں کا جواب مذہبی جرائم کا فیصلہ کرنے والی عدالتوں (INQUISITIONS) سے دیا اور مذہبی و سیاسی اصلاح کے داعیوں اور علم و تحقیق کے شیدائیوں کو ایسی خطرناک سزائیں دیں کہ ان کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن ان سزاؤں نے کلیسا کی مخالفت اور پاپائیت کے ختم کرنے کے مطالبہ کو اور زیادہ قوی کر دیا۔ مختلف قوموں میں اپنی قومیت کے تحفظ کا جذبہ تیز سے تیز تر ہو گیا۔ اربابِ علم کا جوشِ تحقیق و اکتشاف قوی سے قوی تر ہو گیا اور فلسفہ نے تو گویا سر جوڑ کے کلیسائی توہمات کی بیخ کنی کا عزم کر لیا اور خود کلیسائی حلقہ کے اندر اصلاح اور تبدیلی کا مطالبہ درجہ بدرجہ اتنا قوی ہو گیا کہ سولھویں صدی کے شروع ہوتے ہوتے دائی کلف ہس اور لوتھر جیسے زبردست حامیانِ اصلاح پیدا ہو گئے اور انہوں نے متحدہ کر سچین چرچ کو پھاڑ کر دو حصّوں میں بانٹ دیا اور باضابطہ پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنیاد ڈال دی، جس کا بنیادی تخیل یہ تھا کہ مسیحؑ اور خدا کے درمیان کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے، انجیل کے سمجھنے اور مراسمِ مذہبی کے بجا لانے کا حق ایک عام آدمی کو بھی اسی طرح حاصل ہے جس طرح پاپائے روم کو۔

قومی حکومتوں کا آغاز تو تیرہویں صدی ہی میں ہو چکا تھا۔ سولہویں اور سترہویں صدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک پہنچتے پہنچتے نیشنلزم، متحدہ قومیت، مذہب اور سیاست کی علیحدگی اور مذہبی رواداری کا زور اس قدر بڑھا کہ کلیسا کو، خواہ وہ کیتھولک ہو یا پروٹسٹنٹ، اپنا تمام کاروبار سمیٹنا پڑا۔ علم و سیاست اور معاش و معیشت کے تمام گوشے چرچ کے تسلط سے یک قلم آزاد ہو گئے۔ اور اس کی جگہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی وہ سیاسی تنظیمات وجود میں آگئیں جن میں مذہب پرائیویٹ زندگی کا ایک مشغلہ رہ گیا اور اجتماعی زندگی پر احبار و رہبان کی خدائی کی جگہ عوام الناس اور پارلیمنٹوں کی خدائی شروع ہو گئی۔

اس تفصیل سے یہ امر واضح ہو گیا کہ عیسائیوں کو خالص خدا پرستی کی سعادت کبھی حاصل نہیں ہوئی۔ پال نے ان کو مسیحؑ، مریمؑ، کاہنِ اعظم اور طاغوت کی پرستش میں مبتلا کیا اور رومن کیتھولک چرچ کی مشرکانہ خرافات کا دروازہ کھولا اور لوتھر کی اصلاحات نے کلیسا کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کر کے اس کی جگہ عوام الناس، پارلیمنٹوں کے ممبروں، بادشاہوں اور پریذیڈنٹوں کو بخش دی اور اس طرح پرائیویٹ اور پبلک زندگی کے الگ الگ ارباب بنا لیے گئے۔

۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم نے جب جمہوریتوں کا ضعف واضح کیا تو یورپ کے بعض ممالک میں ڈکٹیٹر شپ کا آغاز ہوا۔ جمہوریت اور ڈکٹیٹر شپ میں فرق صرف ارباب کی تعداد کا ہے۔ جمہوریت میں بہت سے الٰہ مل کر قانون بناتے اور خدائی کرتے ہیں، ڈکٹیٹر شپ میں صرف ایک الٰہ اپنے شرکاء و اعوان کی مدد سے خدائی کرتا ہے۔

روس

روس میں اشتراکیت کا دور دورہ ہے۔ اشتراکیت جمہوریت کا آخری قدم ہے۔ جمہوریت نے مذہب اور خدا کو پرائیویٹ زندگی کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا، اشتراکیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے یہ رشتہ بھی کاٹ دیا۔ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر انسان کی حاکمیت کو مسلط کر دیا۔ وہاں عیسائی تثلیث کی جگہ مارکس، لینن اور سٹالن کی تثلیث ہے۔ ان اقانیم ثلاثہ نے جو نظامِ عقائد، جو نظامِ اخلاق اور جو نظامِ معاش و معیشت وضع کر دیا وہی روس کا دین ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷

مسلمانوں کی موجودہ حالت کا جائزہ

یہ تو ان گروہوں کے شرک کا حال تھا اور ہے جو شرک دشمن کے مدّعی بھی نہیں ہیں۔ اب ہمیں اس گروہ کی حالت دیکھنی ہے جو خالص توحید کی بنیاد پر بنا تھا اور جس کے قیام کی واحد غرض ہی یہی تھی کہ دنیا سے شرک کو مٹا کر توحید قائم کرے۔

یہ امر بالکل قطعی ہے کہ محل کے بدل جانے سے کسی شے کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔ جو چیز مشرکین کے اندر شرک ہے، منافقین کے اندر شرک ہے، وہی چیز اگر مسلمانوں کے اندر پائی جائے گی تو وہ توحید نہیں بن جائے گی، شرک ہی رہے گی۔ نجاست کسی ٹھیکرے میں ہو یا سونے چاندی کے کسی خوشنما ظرف کے اندر، دونوں جگہ نجاست ہے۔ اس تبدیلی سے اس کی حقیقت و ماہیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔ البتہ حالات کی تبدیلی سے اس کا حکم ضرور بدل جائے گا۔ خنزیر و خمر نجس ہیں اور ہر حال میں نجس ہیں، لیکن ایک مضطر و مجبور اگر جان بچانے کے لیے بقدر سدِّ رمق ان میں سے کچھ کھا لیتا ہے تو شریعت اس پر گرفت نہیں کرتی۔ پس ایک چیز ہے واقعہ اور ایک چیز ہے حالات کی تبدیلی کے اعتبار سے اس کا حکم۔ اس باب میں ہم صورتِ واقعہ کا جائزہ لیں گے اور اس کے بعد والے باب میں اس کا حکم بیان کریں گے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت کا اگر جائزہ لیا جائے اور بے جا غرور اعترافِ حق سے مانع نہ ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عرب جاہلیت سے لے کر منافقین تک شرک کی جتنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسمیں بیان ہوئی ہیں، اگر وہ سب نہیں تو ان کا بڑا حصّہ مسلمانوں کے اندر موجود ہے، صرف شکلیں بدلی ہوئی ہیں۔ عرب جاہلیت کی جنّات پرستی، طاغوت پرستی، قوم پرستی اور حمایت شرک، منافقین کی طاغوت پرستی، انا پرستی اور مفاد پرستی، ان تمام "پرستیوں" میں کون سی "پرستی" ہے جو آج مسلمانوں کے اندر موجود نہیں ہے۔

کتنے مسلمان ہیں جو علومِ سفلیہ کی لعنتوں میں گرفتار ہیں۔ انہوں نے ٹوٹنے ٹٹکے گنڈے، تعویذ[1]، سحر اور طلسمات وغیرہ کو کسبِ معاش کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ تسخیرِ جنّ و شیاطین کے وظائف وعملیات کا علم ہی ان کے نزدیک اصلی علم ہے۔ جنات کی تسخیر کے لیے وہ طرح طرح کی ریاضتیں کرتے ہیں، چلّہ کشی کرتے ہیں، نذریں اور چڑھاوے پیش کرتے ہیں۔ ان کو علمِ غیب کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ ان کو مستقل بالذات نافع وضار خیال کرتے ہیں۔ ان کی دہائی دیتے ہیں۔ ان کے تعلق سے خدا کی کتنی جائز چیزوں کو حرام قرار

---

[1] احادیث نبوی سے جن تعویذوں کے لیے زیادہ سے زیادہ رخصت ملتی ہے، اوّلاً تو وہ خاص خاص حالات کے لیے ہیں، ثانیاً ان کی اصلی روح اللہ واحد سے استعاذہ، اس کی طرف تفویض اور غیر اللہ سے اظہارِ برارت ہے۔ باقی رہے وہ تعویذ جن میں لایعنی کلمات ہوتے ہیں اور جن میں شرک کی آمیزش کا ظن یا علم ہے، ان کے جواز کا شرع شریف میں کوئی امکان بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر نہایت قلق ہوتا ہے کہ تعویذ فروشی کی موجودہ دکانیں بیشتر ایسے ہی تعویذوں سے چل رہی ہیں، جو عموماً مشرکانہ اور غیر مفہوم عجمی الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں اور اگر آیاتِ قرآن سے بھی استعاذہ کیا جاتا ہے تو عموماً تحریف کر کے۔ ایک بزرگ نے خود مجھ کو بچھو کا ایک عمل بتانا چاہا، جس میں سورۂ ناس کے ہر لفظ کا آخری حرف غائب کر دیا گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا: حضرت، قرآن کو مسخ کرنے کی ذمہ داری آپ ہی اٹھایئے، مجھے اس سے معاف ہی رکھیے تو میری اس "ناقدری" سے وہ مجھ سے بہت مایوس ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں اور کتنی ناجائز باتوں کو جائز کر دیتے ہیں۔

اسی طرح کتنے ہیں جو علم اسماء اور خواص کلمات واشیاء کے چکر میں رہتے ہیں اور اس علم کو بعینہٖ اسی طرح کے برے مقاصد میں استعمال کرتے ہیں، جن میں ان کے پیش رو یہود استعمال کرتے تھے، یہاں تک کہ بعض ظالموں نے خود قرآن عزیز کو بھی حُبّ و بغض، تسخیر و تفریق اور وضع و استقرار، حتّٰی کہ امساک کے عملیات کا دفتر بنا رکھا ہے۔

اس قسم کی عملیات کے شائق خدا کی نعمتوں کو بعض اوقات عارضی طور پر اور بعض حالات میں مستقلاً حرام کر لیتے ہیں۔ اس طائفہ کے بعض اشخاص کے سامنے جب میں نے ذکر کیا کہ اذنِ الٰہی کے بغیر کسی شے کو حرام و حلال کرنا شرک ہے تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔

وباؤں کے زمانوں میں یا خاص خاص بیماریوں کے مریضوں کی موجودگی کی حالت میں، کتنی چیزیں ہیں جو گھروں کے اندر اس ڈر سے استعمال نہیں کی جاتیں کہ جو ارواح ان بیماریوں کا باعث ہیں ان کو ان چیزوں سے چڑ ہے اور ان کو دیکھ کر ان کا غضب اور بڑھتا ہے۔

نکھتروں، دنوں اور مہینوں اور کسوف و خسوف سے متعلق کتنے مشرکانہ توہّمات ہیں جن میں عورتوں سے گزر کر عاقل مردوں تک کو ہم نے گرفتار پایا ہے۔

کتنے مسلمان ہیں جو آبار پرستی کی لعنتوں میں مبتلا ہیں۔ مشائخ اور بزرگوں کی قبریں گوشہ گوشہ میں موجود ہیں اور علانیہ ان کی پوجا ہو رہی ہے، ان پر نذریں پیش ہوتی ہیں، قربانیاں کی جاتی ہیں، چادریں چڑھائی جاتی ہیں، دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ مصائب اور نقصانات کو اصحابِ قبور کی ناراضی پر محمول کیا جاتا ہے۔ ان کی زیارت کے لیے لوگ دور دور کا سفر کر کے جاتے ہیں۔ ان پر مراقبہ کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، اور دوسرے بے شمار محرّمات کا ارتکاب کرتے ہیں، جن کا حرام ہونا شریعت میں معلوم ہے۔ تقرّبِ الٰہی کے لیے ان کا وسیلہ ناگزیر خیال کیا جاتا ہے۔ بہتیرے ان کو سمیع و بصیر خیال کرتے ہیں۔ خطرات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مصائب کے وقت ان کو مدد کے لیے پکارتے ہیں[1]۔ ان کو خدا کے ہاں سفارشی سمجھتے ہیں، ان سے دنیا کی کامیابی، مقدمات میں فتح، تجارت میں فروغ اور آل اولاد کی برکت مانگتے ہیں۔ ان کی خدمات میں مختلف اغراض و مقاصد کے لیے درخواستیں پیش کی جاتی ہیں، یہاں تک کہ بعض مزارات پر سائلین کی درخواستوں کو پیش کرنے کے لیے باضابطہ اہتمام ہے۔

کتنی مشرکانہ بدعتیں ہیں جو حضرات صحابہ کرامؓ، صحابیات عظامؓ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہراتِ رسول (رضی اللہ عنہن) کے نام سے موجود ہیں، ان کے نام سے خاص خاص پکوان پکتے ہیں اور ان کے کھانے میں اس قسم کی تفریقیں ملحوظ ہوتی ہیں جو مشرکین کے یہاں ملحوظ ہوتی تھیں[2] اور جن کا قرآن نے سورۂ انعام میں ذکر فرمایا ہے۔

---

[1] ایک ثقہ عالم دین دوست راوی ہیں کہ وہ ایک مرتبہ ایک "اسلامی" ریاست کے مفتی صاحب کے ساتھ موٹر پر جا رہے تھے۔ سامنے یکایک ایک بچہ آگیا۔ مفتی صاحب بے اختیار پکار اٹھے: "یا غوث!" انہوں نے دریافت کیا: یہ آپ نے کس غوث کو مدد کے لیے پکارا؟ مفتی صاحب نے فرمایا: شیخ عبدالقادر جیلانی کو۔

ایک دوسرے بزرگ عالم دین نے ایک مرتبہ ایک عالم دین اور پیشوائے طریقت کے گہرے رنگِ تصوف کا ذکر کرتے ہوئے مجھ سے بیان فرمایا کہ ہم اور وہ دونوں ٹم ٹم پر جا رہے تھے۔ راستہ میں گھوڑا بدکا اور ہم دونوں کے لیے سخت خطرہ پیش آگیا۔ اس وقت بے اختیار انہوں نے "یا غوث!" پکارا۔ میں نے برسبیلِ مدح اس واقعہ کو سن کر اپنے دل میں ان دونوں صاحبوں کی حالت پر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

[2] مثلاً یہ کہ فلاں نیاز کو مرد نہ کھائیں اور فلاں نیاز کو فلاں قسم کی عورت نہ کھائے اور فلاں نیاز صرف دن ہی میں کھائی جا سکتی ہے اور فلاں نیاز رات ہی کے وقت کھائی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صفات میں شریک قرار دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ حد یہ ہے کہ ؎

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

کتنی جگہیں ہیں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تبرکات بتلائے جاتے ہیں اور ان کی زیارت کی تقریبات مستقل فتنہ بنی ہوئی ہیں۔ بعض مقامات پر بزرگوں کی قبروں اور ان کے تبرکات کے صندوقوں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کا غسالہ زائرین میں تقسیم ہوتا ہے اور لوگ اس کو بہت سے امراضِ روحانی و جسمانی کا واحد علاج سمجھ کر پیتے ہیں، آنکھوں میں لگاتے ہیں، داڑھیوں میں ملتے ہیں۔ محرم اور تعزیہ داری کی مشرکانہ بدعتیں ہر شہر اور دیہات میں موجود ہیں اور ان کا کم و بیش تجربہ ہر شخص کو ہے۔

کتنے ہیں جو اپنے نسب کو ذریعۂ نجات یا کم از کم ذریعۂ تقرب الیٰ سمجھتے ہیں۔ آباء کا طریقہ کتنوں کے یہاں دین و شرع کی حیثیت رکھتا ہے۔ شرع اور رواج کی اصطلاحیں ہر زبان پر چڑھی ہوئی ہیں اور شرع کے مقابل میں علی الاعلان رواج کو ترجیح دینے والے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں موجود ہیں۔

دینی معاملات میں اللہ کی ہدایت کی تلاش اور طلب تقریباً بالکل مفقود ہے۔ مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور ہر فرقہ میں عوام سے گزر کر علماء تک ایسے غالی مل جائیں گے جو اپنے خاص طریقہ، اپنے مخصوص فرقہ کے علماء اور اپنے متعین امام پر اس طرح جامد اور ان کی عصبیت میں اس طرح گرفتار ہیں کہ ان کے دائرہ سے باہر ان کے لیے حق و ہدایت کا تصور بھی دشوار ہے۔ بعض غالیوں کا تو یہ حال ہے کہ نصوصِ کتاب و سنت کی قطع و برید پر زور صرف کر ڈالیں گے، لیکن اپنے امام کے کسی قول پر حرف نہیں آنے دیں گے۔ بعض یہاں تک کہہ گزرتے ہیں کہ یہ آیت اور یہ حدیث لازماً ہمارے امام کے سامنے رہی ہوگی، لیکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے باوجود جب ان کا فتویٰ یہی ہوا تو ہم ان ہی کی پیروی کریں گے، آیت و حدیث کے اسرار کے سمجھنے کی ذمہ داری ان پر ہے۔

کتنے ہیں جو اللہ کے فضل سے دین کا علم بھی رکھتے ہیں، لیکن وہ حق کا معیار اپنے شیوخ و اکابر ہی کو سمجھتے ہیں۔ ان کے شیوخ جس مسلک پر ہوں، اس کا غلط ہونا ان کے نزدیک ناممکن ہے اور جس مسلک پر ان کے شیوخ نہ ہوں، اس کی صحت پر کتنے ہی دلائل اللہ کی کتاب سے، رسولؐ کی سنت سے، عقل سے، نقل سے جمع کر دیجیے وہ اس سے مطمئن نہیں ہوں گے۔ جو عصبیت اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ہونی چاہیے وہ عصبیت ان کے اندر اپنے شیوخ و اکابر کے لیے ہے اور جو حمیت اللہ کی ہدایت اور اس کے رسول کے طریقے کے لیے مطلوب ہے وہ حمیت ان کے اندر اپنے علماء اور ائمہ کے طریقے کے لیے ہے۔ اور اچھے خاصے ذہین لوگ بھی اس فتنہ کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں۔

اوپر مشرکین کی خود پرستی اور یہود کی قوم پرستی کا بھی ذکر ہوا ہے اور وہاں ہم نے دکھایا ہے کہ ایک متوارث عظمتِ دینی و دنیاوی کے بعد کس طرح قومیں اور جماعتیں خود طاغوت بن جایا کرتی ہیں۔ کس طرح وہ اللہ کے تمام وعدوں اور اس کی ساری برکتوں کو ایمان باللہ اور عملِ صالح کی جگہ اپنے نسب اور خاندان سے وابستہ کر دیتی ہیں۔ کس طرح اپنے دائرہ کو نجات کا دائرہ اور اپنے طریقہ کو ہدی اللہ کا قائم مقام بنا دیتی ہیں۔ ٹھیک یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں وہ آپ سے آپ اسلامی ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے طریقے سے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ یہ جو رنگ ڈھنگ اختیار کر لیں وہ صبغۃ اللہ ہے، اگرچہ وہ مغرب کی جاہلی تہذیب کی بھونڈی نقالی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ جو تعلیم اپنے بچوں کو دیں وہ اسلامی تعلیم ہے، اگرچہ وہ تعلیم بچے کے دل کے اندر سے اسلام کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دے۔ یہ جو ادا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کردیں وہ اسلامی ہیں، اگرچہ ان کے اندر شب و روز اسلام اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہو۔ یہ جس اساس پر بھی اپنی اجتماعی زندگی کی تشکیل کرلیں اور جس شرع و آئین کو بھی اختیار کرلیں، ان کی اسلامیت کسی حال میں بھی ان سے جدا نہیں ہوسکتی۔ ترکیہ نے پرسنل لا سوئٹزرلینڈ سے، تعزیرات اٹلی سے اور قانونِ تجارت جرمنی سے مستعار لے لیا۔ تاہم اس کا ایک اہم ترین اسلامی حکومت ہونا مسلّم رہا اور جن لوگوں کے ہاتھوں یہ کارنامے انجام پائے وہ دین کے غازی، مجاہد اور محسنِ اعظم، سب کچھ سمجھے جاتے ہیں۔

اسی نقطۂ نظر کا غلبہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے چند مخصوص دائرے ایسے بنا لیے ہیں جن میں مسلمانوں کی اکثریت حکومت کی مشینری اور مجالس قانون ساز میں حاوی رہی اور اجتماعی اور معاشرتی امور میں انہیں اپنے رنگ کو چمکانے کا موقع ملا، تو یہ دائرے پاکستان بن جائیں گے، اگرچہ حکومت کا نظام کسی جاہلی نظام کی نقالی ہی اور اگرچہ نہ مجالسِ قانون ساز میں اللہ کی کتاب کو کوئی درخور حاصل ہو اور نہ ثقافتی اور تہذیبی دائروں میں دین کا کوئی دخل ہو۔ یہود اور مشرکین کے ادّعائے پاکی و برتری ــــ یُزَكُّونَ اَنْفُسَهُمْ ـــــ کو قرآن نے ان کے اقسامِ شرک میں گنایا تھا۔ اس کی تفسیر حال کے مسلمانوں نے کتنی خوبی کے ساتھ سمجھا دی ہے۔ وہ خدا کے محبوبوں کی اولاد اور افضل امت تھے، اس لیے سمجھنے لگ گئے تھے کہ وہ جو کچھ کرگزریں وہ آپ سے آپ محبوب و مطبوع ہوجاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہدی اللہ اور کتاب اللہ کے مطابق بھی ہو۔ اسی طرح مسلمان سمجھنے لگ گئے ہیں کہ وہ خیر الامم ہیں، اس لیے ان کا ہر کام بہتر اور پاک ہے، ان کی اکثریت جو قانون وضع کردے وہ خدا کا قانون ہے، وہ جو پالش مسلمانوں کے چہروں کے لیے تیار کردیں وہ صبغۃ اللہ ہے اور اس راہ میں جو ان کی قیادت کرے وہ رہبرِ اعظم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رند جو ظرف اٹھالیں وہی ساغر بن جائے
جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی مے خانہ بنے

گویا مسلمان نامی گروہ میں ہونا ہی راہ یاب ہو جانا ہے، اگرچہ زندگی خدا سے بغاوت اور نافرمانیوں ہی میں گزرے۔ یہ حلقہ بجائے خود خدا سے نافرمانی کے لیے امن ہے۔ جو اس سے باہر ہیں وہ دوزخی اور جہنمی ہیں، لیکن جو اس کے اندر ہیں وہ عبد کے بجائے طاغوت بن کر بھی خدا کی رحمت کے حق دار ہیں۔ حضرت صادق مصدوق علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تم اپنے اگلوں ــــ یہود ــــ کے ہر نقش قدم کی پیروی کرو گے۔ غور کیجیے مسلمانوں کی اس ذہنیت اور "كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا" (البقرۃ-۲:۱۳۵) (یہودی یا نصرانی بنو تو ہدایت پاؤ گے) اور "وَلَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً" (البقرۃ - ۲:۸۰) (ان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی مگر صرف گنتی کے چند دن) میں کیسا حیرت انگیز تشابہ ہے۔

قرآن نے یہود اور منافقین کی طاغوت پرستی اور حمایتِ شرک کو شرک قرار دیا ہے۔ یہود کی طاغوت پرستی یہ تھی کہ وہ ایسے لیڈروں کی پیروی کرتے تھے، جو اللہ کی ہدایت کی جگہ لوگوں سے اپنی ہوائے نفس کی پیروی کراتے تھے۔ مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان میں کتنے ہیں جو آج ایسے ہی لیڈروں کی پیروی کر رہے ہیں، جو ان سے اپنے ہوائے نفس کی پیروی کرا رہے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی اطاعت کے وہ داعی ہیں، نہ ان سے واقف ہیں، نہ ان پر عامل ہیں۔ کتنے سادہ لوح ایسے ہیں جو برملا کہتے ہیں کہ ان کا راستہ اللہ اور رسول کا راستہ نہ سہی، لیکن ان کے اندر مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ تو ہے۔ طاغوت بننے کی اس سے زیادہ بری مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ آج مسلمانوں کو اللہ، اس کے دین اور اس کے رسول کی خیر خواہی سے زیادہ خود اپنی خیر خواہی مطلوب ہے۔ اگر ان کی اپنی بات بنتی ہے تو کچھ پروا نہیں گو خدا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات بگڑ جاتے۔ اگر ایک شخص ان کو ایک ایسی راہ پر لیے جا رہا ہے جس میں ان کو اپنے غرور کا سر اونچا نظر آتا ہے تو دین کا جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو کچھ غم نہیں۔ اللہ اکبر! کیسے شدید فتنہ کا زمانہ ہے کہ مسلمان خدا کی عبدیت سے نکل کر بھی اپنے مسلمان ہونے کا مدعی ہے اور ان لوگوں کو وہ اپنا بہترین خیر خواہ سمجھتا ہے جو کھلم کھلا اس کو اللہ کے دین کے سوا کسی اور راستہ پر لے جا رہے ہیں۔

منافقین کی طاغوت پرستی یہ تھی کہ وہ اپنے بعض معاملات یہود کی عدالتوں میں لے جاتے تھے، اللہ اور اس کے رسول کی عدالت میں نہیں لاتے تھے۔ یہاں یہ حال ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ پر طاغوت کا غلبہ ہے۔ عدالتیں طاغوتی ہیں اور مسلمان ہر طرح کے معاملات میں ان ہی سے رجوع کرتے ہیں۔ درس گاہیں طاغوتی ہیں اور مسلمانوں کا بڑا طبقہ اپنے بچوں کو ان ہی کے حوالہ کرتا ہے۔ نظامِ حکومت طاغوتی ہے اور مسلمان نہ صرف اس کے کل پرزے بنے ہوئے ہیں، بلکہ اس کے اندر ترقی درجات کے لیے مقابلہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تہذیب طاغوتی ہے اور مسلمان اس غازۂ جمال کو لیپنے میں بھی سب سے زیادہ مسرف ہیں۔ نظامِ معاش و معیشت طاغوتی ہے اور مسلمان اس کو اپنانے میں بھی پیش پیش ہے۔ ادب اور آرٹ طاغوتی ہے اور مسلمان اس میں بھی اپنے حصہ کے لیے بے قرار ہے اور شاید گنتی کے نفوس ہوں گے جو ان چیزوں کے اندر کوئی قباحت محسوس کرتے ہیں۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ شرک کی حمایت و تائید بھی شرک ہے، لیکن یہاں کتنے مسلمان ہیں جو اپنے ذہن و دماغ اور اعضاء و جوارح کی ساری قوتیں ایک طاغوتی نظامِ تمدن کی کامیابی و ترقی میں صرف کر رہے ہیں۔ کتنے ہیں جو اپنے مال سے اس کی سربلندی اور استحکام میں ساعی ہیں۔ کتنے ہیں جو اس کلمۂ کفر کے اعلاء کی راہ میں اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانیں تک قربان کر رہے ہیں۔

اسلامی احکام و تعلیمات کے خلاف منافقین کی سرگوشیوں اور اہلِ ایمان کے طریقہ کے خلاف ان کی خود رائیوں کو بھی قرآن نے شرک قرار دیا ہے، لیکن آج کتنے مسلمان ہیں جو اللہ و رسول کے احکام کے خلاف صرف نجویٰ پر قانع نہیں ہیں، بلکہ علانیہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ شریعت کے احکام کو فرسودہ، ناقابلِ عمل اور خلاف عقل و تہذیب قرار دیتے ہیں۔ اسلامی تعزیرات اور اسلامی نظامِ معاش و معیشت کو صرف ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کے حالات کے لیے سازگار بتلاتے ہیں۔ قرآن کی عقلیت کو بہتیرے زمانہ کے معیار سے فروتر سمجھتے ہیں، اور اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں، خواہ وہ ظاہر سے متعلق ہو یا باطن سے، اس جادہ سے منحرف ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے اہلِ ایمان کے لیے متعین کیا۔ ان کا فکر غیر اسلامی ہے، ان کی معاشرت غیر اسلامی ہے۔ جو چیز اللہ و رسول کے ہاں مطلوب ہے ان کے ہاں مبغوض و مہجور ہے۔ جو اللہ و رسول کے نزدیک مبغوض و مردود ہے وہ ان کے ہاں مطلوب و مقبول ہے۔ انہوں نے یا تو اپنے نفس کو الٰہ بنا رکھا ہے یا ان لوگوں کو الٰہ بنا رکھا ہے جن کی تعلیم و تہذیب سے وہ مرعوب ہیں۔ اسلام کے ساتھ ان کی نسبت صرف اس قدر ہے کہ وہ ان تمام باتوں کے باوجود اپنے تئیں مسلمان بھی کہتے ہیں۔

منافقین کی مفاد پرستی کو بھی شرک قرار دیا گیا۔ آج کتنے مسلمان ہیں جو اللہ کی بندگی کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن وہ بالکل وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ج (الحج - ۲۲ : ۱۱) (جو خدا کی بندگی ایک کنارے پر کھڑے ہوئے کرتے ہیں) کی تصویر ہیں۔ جس حد تک اسلام کے اقرار اور اس کی پیروی میں کوئی خرخشہ نہیں ہے اس حد تک وہ مسلمان ہیں، لیکن جہاں سے اسلام کے وہ مطالبات شروع ہوتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن سے ان کے کسی دنیوی مفاد کو نقصان پہنچتا نظر آتا ہے یا زندگی کو آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، وہیں سے وہ کٹ کے الگ ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو پورے طور پہ اللہ اور رسول کے حوالے نہیں کیا ہے۔ وہ رسول کو صرف اعتقاد کے حد تک رسول مان لینا کافی سمجھتے ہیں۔ اس کی لائی ہوئی تعلیم اور اس کی بخشی ہوئی ہدایت کا زندگی کے ہر شعبہ میں واجب الاطاعت ہونا ان کے نزدیک توحید اور ایمان بالرسالت کا جزو نہیں ہے۔ حالانکہ ہر رسول 'اُعْبُدُ اللّٰہَ' (اللہ کی بندگی کرو) کے ساتھ 'وَاَطِیْعُوْنِ' (اور میری اطاعت کرو) کا بھی حکم دیتا ہے اور یہ بھی واضح کر دیتا ہے کہ جو میرے طریقے کے خلاف ہیں ان سے بغاوت کر دو۔ وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ۔

یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے کفر و اسلام کی اصل نزاع شروع ہوتی ہے، ورنہ مجرد اس اعتقاد میں کہ اللہ ایک ہے، رسول، اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں، ہم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے نبیوں اور اس کی کتابوں اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں، ایسی کیا بات ہے جس پر گردنیں کٹیں، تلواریں چمکیں اور ہجرت، جہاد اور قتال کے مرحلے پیش آئیں؟ عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایسے لوگ موجود تھے جو بت پرستی کے کھلم کھلا منکر تھے اور ان میں بعض مشہور خطیب بھی تھے جو علانیہ اپنے خطبوں میں توحید کا ذکر کرتے تھے، لیکن قریش کو ان سے کوئی خاص پرخاش نہ تھی۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مجرد اس بات پر لڑائی کرتے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے ہیں اور بتوں کے مخالف ہیں۔ ان کی ساری لڑائی تو اسی بات پر تھی کہ یہ خدا کی اطاعت کو اس کی بندگی کا ضروری جزو قرار دیتے ہیں اور اس اطاعت کا راستہ اپنی اطاعت بتاتے ہیں اور ہم سے بغاوت اس کی شرطِ لازم قرار دیتے ہیں۔

دین کا یہی حصّہ ہے جو پرائیویٹ نہیں ہو سکتا اور جو لازماً اپنے پیروؤں سے اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقامت کے لیے سرفروشی اور جانبازی کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اہلِ عرب اپنے اندر دینِ حنیفی کے پیروؤں کو برداشت کر سکے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو گوارا نہ کر سکے۔ پس جو مسلمان اپنے ایمان باللہ و ایمان بالرسول کے ساتھ دوسرے دینوں کی اطاعت جمع کر لینے میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں پاتے، جن کا دین کوبے میں ایک مسجد اور لندن میں ایک قبرستان سے زیادہ کا طلبگار نہیں ہے، جن کے لاالٰہ کی زد صرف مُردہ خداؤں ہی پر پڑتی ہے، زندہ خداؤں کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے، انہیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ ان کے لیے نہ صرف ہندوستان، بلکہ تمام دنیا دارالامن ہے۔ ایسی بے دھار کی تلوار سے نہ عرب جاہلیت کو کچھ اندیشہ ہو سکتا تھا، نہ جاہلیتِ جدیدہ کو اس سے کوئی اندیشہ ہو سکتا ہے، اور اگر جاہل عربوں کو اس سے کچھ چڑ تھی بھی تو موجودہ زمانہ کے متمدن انسان کو اس بے دہانہ کی توپ اور اس ڈاٹنا بندوق کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ اس بات پر راضی ہے کہ پوجا جس کی چاہے ہوتی رہے، البتہ اطاعت صرف اسی کی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۸

وقت کا اصلی فرض

اور بعض شبہات کا ازالہ

جو چیزیں شرک ہیں یا جن چیزوں میں شرک کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی ہے ان کے ساتھ ایک مسلمان کا فطری تعلق وصل کا نہیں، فصل کا ہے، دوستی کا نہیں، دشمنی کا ہے، محبت کا نہیں، عداوت کا ہے، حمایت و نصرت کا نہیں، نفرت اور بغاوت کا ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اس کے پاس طاقت ہے تو طاقت سے اس کو مٹا دے۔ اگر طاقت نہیں ہے تو زبان سے اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ اگر اس کی قدرت بھی اس کو حاصل نہیں ہے تو دل میں اس سے بغض و نفرت رکھے۔ اس سے نیچے عزم و ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

پچھلے ابواب میں مسلمانوں کی جو حالت بیان ہوئی ہے اس سے واضح ہے کہ ان کی اکثریت کا حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ مسلمان نہ صرف عزم اور ایمان کے آخری درجہ سے گرتے جا رہے ہیں بلکہ ان کے اوپر آہستہ آہستہ شرکیہ اعمال و عقائد کی تہیں جمتی جا رہی ہیں اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک مدت سے کسی صحیح دینی نظام کے موجود نہ ہونے اور طاغوت کے غلبہ کی وجہ سے توحید اور اس کے مقتضیات کا صحیح شعور ان میں غائب ہوتا جا رہا ہے۔ پس وقت کا اصلی فرض یہ ہے کہ ایک ایسی صالح و مصلح جماعت کھڑی ہو جو مسلمانوں میں توحید کا صحیح شعور بیدار کرے۔ جو لوگوں کو عبادت اور عبدیت کا اصلی مفہوم بتائے جو خدا کی حاکمیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رسول کے مُطاع ہونے کا لوگوں کو مطلب سمجھائے۔ جو دنیا پہ واضح کردے کہ اسلام اور ایمان کے مقتضیات و لوازم کیا ہیں جو خدا کی زمین پر اس فرض کو انجام دے جو بحکم خداوندی: ﴿كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرۃ - ۲ : ۱۴۳) (اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بیچ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا بنے)۔ رسولِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر عائد ہوتا ہے۔ جو خلقِ خدا کو خدا کی وہ امانت ادا کردے جس کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے یہود ملعون ہوئے: ﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ﴾ (المائدۃ - ۵ : ۶۳) (ان کے علماء اور فقہاء ان کو گناہ کی بات کہنے اور ان کو حرام کھانے سے روکتے کیوں نہیں)۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے اس منشا کو پورا کرے جس کی تکمیل کے لیے اس نے بار بار اپنے انبیاء مبعوث فرمائے اور جس کے لیے کتنی قوموں کو اس نے معزول اور کتنی امتوں کو مامور فرمایا:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ	اور چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو
اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	جو نیکی کی دعوت دے، معروف کا
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾	حکم کرے اور منکر سے روکے۔

(آل عمران - ۳ : ۱۰۴)

یہ جماعت تنہا زبان و قلم سے نہیں، بلکہ اپنے عمل سے خدا کی توحید کی شہادت دے۔ یہ دنیا کو اللہ کے رنگ میں رنگنے کے لیے اٹھے اور خود اس رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ قوم و وطن کی ساری عصبیتیں اور نسل و خاندان کی ساری بندشیں اس نے توڑ ڈالی ہوں۔ کسی خاص قوم کی سیاسی برتری، عددی اکثریت اور معاشی فوقیت کی کوئی ادنیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش بھی اس کے دل کے کسی گوشہ میں چھپی ہوئی نہ ہو۔ اس کی ساری جدوجہد کا مقصود صرف اللہ کا کلمہ اور اس کے رسولوں کی دعوت کو بلند کرنا ہو۔ اس کی دشمنی دنیا کے کسی ایک ہی باطل سے نہ ہو، بلکہ دنیا کے ہر باطل اور زمین کے ہر فساد سے ہو۔ اس کی ضرب بیک وقت ہر جاہلی اور طاغوتی نظام پر پڑے، یہاں تک کہ وہ طاغوت بھی اس سے کسی چشم پوشی اور رعایت کا امیدوار نہ ہو جو اس قوم کے اندر ہو، جس کے اندر سے وہ خود اٹھی ہو۔ وہ باطل کو ایک ایک کر کے انتخاب کرے اور حق کے لیے اپنی دوستی کا اور باطل کے لیے اپنی دشمنی کا اعلان کر دے۔ اس راہ میں اپنی ساری آرزوؤں، ساری تمناؤں، ساری دوستیوں اور تمام رشتوں اور ناتوں کو قطع کر لے اور جو کچھ اس کے صلہ میں اللہ کے پاس ہے اس پر قانع ہو جائے۔ اس کی دعوت ساری خدائی کے لیے یکساں اور عام ہو۔ اس کی جھولی کی روٹی اور اس کی چھاگل کے پانی میں ہر بھوکے اور پیاسے کے لیے آسودگی اور سیرابی ہو۔ اس کا چراغ پہاڑی کے چراغ کی طرح چمکے اور ہر گم گشتہ راہ کی رہنمائی کے لیے اشارہ کرے۔ اس کی ہدایت کی ضیا پاشیاں خدا کے سورج کی طرح عام و ہمہ گیر ہوں۔ اس کا ابرِ کرم آسمان کی بارش کی طرح ہر دشت و جبل کو سیراب کرے۔ اس کی گفتگو ہر بولی میں، اس کی مخاطب تمام نسلِ انسانی ہو۔ وہ چیخ چیخ کے پکارے اور لپٹ لپٹ کر سمجھائے اور نوعِ انسانی کی روحانی بیماریاں اس کو اس درجہ بے قرار کر دیں کہ وہ خلوت کے سجدوں میں اس کی نجات کے لیے پھوٹ پھوٹ کے روئے۔ اس کی راتیں بستر کی لذتوں سے محروم ہو جائیں اور اس کے دن فراغت کی گھڑیوں سے بے نصیب ہو جائیں۔ وہ مخلوقِ خدا کی گردن میں اتنے بے شمار ارباب و آلہہ کی غلامی کا بوجھل طوق دیکھ کر دکھ اور درد سے بھر جائے اور ہر سننے والے کان اور ہر دیکھنے والی آنکھ تک اللہ کی وہ دعوت قولاً و عملاً پہنچا دے جو ان تمام مصائب کا واحد علاج ہے۔

ایک ایسی بے ہمہ و با ہمہ جماعت اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتی۔ طاغوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہمہ گیر غلبہ کے باوجود انسان کی فطرت مردہ نہیں ہوگئی ہے۔ خدا کے کتنے بندے ایسے ہیں جن کے دلوں میں توحید اور اس کے لوازم کا شعور آج بھی زندہ ہے، لیکن ان کے اندر وہ عزم و ہمت نہیں ہے جو انہیں وقت کے حالات سے پیکار کے لیے بے چین کردے۔ وہ امرِ حق کو قبول کرنے کے لیے کسی دلیل و برہان کے منتظر نہیں ہیں۔ ان کو صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی خدا کا مخلص بندہ "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ" کی آواز بلند کردے اور اپنے عزمِ راسخ اور حسنِ نیت سے ان کو یقین دلادے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہی چاہتا بھی ہے۔ جوں ہی یہ حقیقت ان کے سامنے روشن ہو جائے گی وہ اپنی غفلت کے بستروں کو تہ کر کے اور علائق کی ساری زنجیروں کو توڑ کر اس کے ساتھ ہولیں گے۔

کتنے ایسے ہیں جن میں شرک سے پوری پوری بیزاری موجود ہے، لیکن توحید کے تمام مقتضیات و لوازم کا ان کو پورا علم نہیں ہے۔ انہوں نے انسان کی عبدیت، خدا کی حاکمیت، رسول کی رسالت اور اسلام و ایمان کا حقیقی مفہوم اچھی طرح نہیں سمجھا ہے۔ مذہب کا مطالعہ یا تو انہوں نے کیا نہیں ہے، یا کیا ہے تو مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ نہیں کیا ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنی موجودہ زندگی کو خدا کے راستہ سے الگ نہیں سمجھتے اور اگر سمجھتے ہیں تو کم از کم اس علیحدگی کی اصلی نوعیت ان کے سامنے نہیں ہے۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اگرچہ انہوں نے خدا کے راستہ سے کچھ الگ ہو کر ایک راہ ضرور نکال لی ہے، لیکن یہ انفصال ایسا نہیں کہ پھر اتصال ناممکن ہو جائے۔ وہ جوں ہی محسوس کریں گے کہ یہ دو مستقل خط دو مختلف سمتوں میں بڑھ رہے ہیں اور جس قدر آگے بڑھتے جائیں گے، ایک دوسرے سے ان کی دوری بڑھتی ہی جائے گی، یہاں تک کہ آخرت میں پہنچ کر وہ "اَضَلَّ سَبِیْلًا" کے حکم میں ہو جائیں، وہ فوراً اپنے پوزیشن پر غور کریں گے اور ان کی بڑی تعداد ان شاء اللہ حق کا ساتھ دے گی۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو حق کو حق سمجھنے میں غبی نہیں ہیں، لیکن اپنی مشکلات کا اندازہ کرنے میں غبی واقع ہوئے ہیں۔ وہ صحیح دعوت کے ذریعہ سے خدا اور اس کی اعلیٰ صفتوں کا علم جتنا پاتے جائیں گے اپنے نفس کی زنجیروں سے اسی قدر چھوٹتے جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں اللہ کے کتنے بندے ایسے نکل آئیں گے جو روح کو جسم پر، ایمان کو پیٹ وتن پر، اور خدا اور اس کی بندگی کو دنیا اور اس کی جھوٹی عزتوں اور نمائشوں پر ترجیح دیں گے اور صرف خدا ہی کے راستہ میں ان کو سلامتی نظر آئے گی اور جو زیادہ پست ہمت ہوں گے ان میں اہلِ حق کی ایک جماعت کے عملی مظاہرے سے ہمت و قوت پیدا ہوگی۔ وہ جب دیکھیں گے کہ اس آسمان کے نیچے خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جنہوں نے اپنے خالق کی بندگی کی راہ میں جھوٹی عزتوں پر لات ماری ہے، دنیا کو ٹھکرایا ہے، طاغوت سے سرکشی کی ہے، اپنے دنیاوی مفاد اور اپنے اہل و عیال کے لیے ہر خطرہ کو دعوت دی ہے تو ان کے ضمیر میں بھی قوت پیدا ہوگی۔ وہ بھی اپنے بازوؤں کی قوت اور اپنے پروں کی قوتِ پرواز کی آزمائش کریں گے۔

چونکہ اس جماعت پر کسی خاص قومیت کا لیبل چپکا ہوا نہ ہوگا، بلکہ اس کا تمام تر رشتہ صرف اللہ کے دین اور اس کے اصولوں سے ہی ہوگا اس لیے خدا کا ہر بندہ اس کی دعوت پر مجرد اس دعوت کی صفات کے لحاظ سے غور کرے گا۔ اس کو کسی قوم کی عددی اکثریت یا سیاسی برتری کی جدّوجہد سمجھ کر اس سے بدگمان نہ ہوگا اور یہ حقیقت جس رفتار کے ساتھ نمایاں ہوتی جائے گی اسی رفتار سے اس دعوت کی مقبولیت بڑھتی جائے گی۔ ایک عیسائی، ایک انگریز، ایک جرمن، ایک اطالوی، ایک ہندو، ایک جین، ایک بدھ، سب اس پر مجرد اس پہلو سے غور کریں گے کہ اس دعوت کی عقلی قدر و قیمت کیا ہے؟ اس کا اخلاقی معیار کیا ہے؟ معاشی اور سیاسی نقطۂ نظر سے اس کا درجہ کیا ہے؟ دنیا کے تمام آزمائے ہوئے طریقوں اور دینوں میں اس کو امتیاز حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ؛ اور کس حد تک یہ دنیا کی مشکلات کا علاج ہے ؟ یہ چیز دفعتاً اسلام کو ایک متحرک چیز بنا دے گی اور جو چیز ایک بند تالاب کے پانی کی طرح ساکن وجامد ہے وہ ایک سیلاب کے جوش وطوفان کی طرح ہر پست وبلند پر چھا جائے گی۔

اس جماعت کی دعوت اس مفروضہ سے نہیں شروع ہوگی کہ ہندوستان میں دس کروڑ بنے بنائے مسلمان موجود ہیں۔ ان کو بارہ یا سولہ کروڑ کی تعداد تک پہنچانا چاہیے، بلکہ وہ ان مسلمانوں کے درمیان ان کے عقائد واعمال کی بنا پر فرق کرے گی۔ لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اس کی دعوت 'یا ایھا المشرکون وحدوا اللہ' (اے مشرکو، اللہ کو ایک مانو) 'یا ایھا الکفرون آمنوا باللہ' (اے کافرو، اللہ پر ایمان لاؤ) سے شروع ہوگی۔ جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ اس طریق دعوت سے بالکل ناواقف ہیں جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے ماخوذ ہے اور جس کی سب سے زیادہ مکمل تصویر خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

قرآنی دعوت کے تدریجی مراحل پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو باوجودیکہ آپ کی پوری قوم کافر ومشرک تھی، لیکن آپ نے دعوت کا آغاز "اے کافرو" اور "اے مشرکو" کے الفاظ سے نہیں کیا تو پھر ان لوگوں کو جو آپ کے امتی ہیں ان لوگوں کے اندر جو پشتہا پشت سے مسلمان ہیں اور نہیں معلوم ان میں کتنی عظیم تعداد بندگانِ حق کی ہے، یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ ان کو کافر یا مشرک فرض کر کے اپنی دعوت کا آغاز کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز "اے میری قوم" "اے لوگو" "اے انسانو" سے کیا اور پہلے لوگوں کے اندر ان کے اصولی مسلّمات کے مقتضیات ولوازم کا احساس پیدا کیا اور کفر وشرک کے قبیل کی جو باتیں ان کے اندر پیدا ہوگئی تھیں ان کا کفر وشرک ہونا واضح کیا۔ یہ کام جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا جاری رہا، یہاں تک کہ قوم پر اللہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجّت تمام ہوگئی۔ جن لوگوں کے اندر صلاحیت قوی تھی وہ رفتہ رفتہ حق کے ساتھ ہو گئے اور جن کے قلوب مردہ ہو گئے تھے یا جن کے حجابات سخت تھے انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود اپنی زبان سے اپنے کفر کا اعلان کر دیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ پہلا موقع ہے کہ آپ کی زبان سے اپنی قوم کے لیے "اے کافرو" کا لفظ نکلا جو ہجرت و برارت کی عظیم الشان سورہ 'قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ' میں ہے۔ اس سے پہلے قرآن میں ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی قوم کے لیے یہ خطاب نہیں ملتا۔ اسی طرح مشرکین کا لفظ بھی اہلِ مکہ کے لیے بالکل ہجرت کے وقت یا اس کے بعد استعمال ہوا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس اہل کتاب کو جو دعوت دی گئی وہ بھی "اے کافرو" اور "اے مشرکو" سے نہیں شروع ہوئی بلکہ "اے اہل کتاب" اور "اے لوگو" سے شروع ہوئی اور جب تک ان پر ان کے مسلّمات کے تمام مقتضیات پوری طرح واضح نہیں کر دیے گئے اور نبی اور ایک صالح جماعت کی ایک طویل جدّوجہد نے ان کے لیے حق کی توضیح اور اتمامِ حجّت کا فرض ادا نہیں کر دیا اس وقت تک نہ ان کے کفر و شرک کا اعلان ہوا اور نہ ان سے جنگ و قتال کی نوبت آئی۔

بالکل یہی معاملہ منافقین کے ساتھ ہوا۔ یہ لوگ اسلام کے تمام اصولوں کے ظاہری طور پر ماننے والے تھے، اس لیے قرآن نے ان کو ہمیشہ "اے ایمان والو" کہہ کر خطاب کیا اور ان کے سامنے ایمان، اسلام، توحید اور ایمان بالرسالت کے مقتضیات کی تشریح فرمائی تاکہ جو لوگ غفلت اور جہالت کی وجہ سے غلطیاں کر رہے ہیں وہ متنبہ ہو جائیں۔ اس کے بعد ان کو دھمکی دی کہ جو لوگ اپنی شرارتوں اور بدعہدیوں سے باز نہ آئیں گے ان کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ غزوۂ بدر کے زمانہ سے لے کر غزوۂ تبوک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک ضعفائے قلوب اور منافقین کے بارہ میں یہی روش رہی۔ اس بیچ میں اگر کبھی پُرجوش مسلمانوں سے اس کا اندیشہ ہوا کہ وہ ان کے بارہ میں سختی کی روش اختیار کرلیں گے تو انہیں اس سے روکا گیا۔ قرآن اور احادیث دونوں میں اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ اس طرح جو لوگ متنبہ ہوگئے اور انہوں نے اپنے معاملہ کی اصلاح کرلی وہ مسلمان اور خادمِ اسلام سمجھے گئے۔ لیکن جو لوگ ان تنبیہات کے بعد بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے ان کا راز طشت ازبام کردیا اور ان کے معاملہ کا فیصلہ کردیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ جو اختیار فرمایا تو یہ محض نفسیاتِ تبلیغ و دعوت کی کوئی جھوٹی نمائش نہیں تھی، بلکہ یہ بات ایک نہایت اہم اصل پر مبنی ہے، جس سے لوگ بالعموم اس عہد میں ناواقف ہیں۔ ایک شے اگر کفر یا شرک یا نفاق ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا مرتکب کافر یا مشرک یا منافق ہو جائے۔ ایک حرام شے کا کھانے والا لازماً حرام خور یا فاسق ہی نہیں ہو جاتا۔ ممکن ہے اس کو اس کی حرمت کا علم نہ ہو، ممکن ہے اس کی حالت مجبوری اور اضطرار کی ہو، ممکن ہے وہ تاویل کی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوگیا ہو، ممکن ہے کوئی اور بات ہو۔ بالخصوص انبیاء کے فترہ کے زمانے میں ایک طویل مدت تک دعوتِ حق کا کاروبار معطل رہنے کی وجہ سے ایک ایسی اندھیاری چھا جاتی ہے کہ آنکھ والوں کو بھی راہ سوجھائی نہیں دیتی چہ جائے کہ عوام کالانعام۔ ایسے زمانوں کا فطری تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جو نبی آتا ہے وہ کفر، شرک یا نفاق کے الگ ٹھپے لے کر نہیں آتا کہ جس اللہ کے بندے پر جو ٹھپہ چسپاں ہو جائے، اس پر وہ ٹھپہ چسپاں کرتا چلا جائے کہ تُو کافر ہے، تُو منافق ہے اور تُو مشرک ہوگیا ہے۔ بلکہ وہ دینِ حق کے آثار اجاگر کرتا ہے، اٹے ہوئے نشاناتِ راہ کو نمایاں کرتا ہے، بند راہوں کو کھولتا ہے اور ایک مستقل جدّوجہد، ایک مسلسل جہاد اور ایک پاک اور بے داغ زندگی کی بے لوث کارگزاریوں سے حق کو نورِ صبح کی طرح نمایاں کردیتا ہے۔ اس جدّوجہد سے قوم کے اندر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صالح الفطرت انسانوں کا عطر کھینچ کر علیحدہ ہو جاتا ہے اور ان کا امتیازی وجود حق کے حق ہونے اور باطل کے باطل ہونے کا ایک اور عملی ثبوت ہوتا ہے۔ اس وقت جن کے اندر شعورِ حق کی کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے وہ آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں کہ خدا کا راستہ یہ ہے اور اس پر چلنا ممکن بھی ہے تب ان لوگوں کے کفر کا فیصلہ ہو جاتا ہے جو اس راہ کو اختیار کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور اس کے بعد ان کا فیصلہ کر دینے کے لیے یا تو اللہ کا عذاب نمودار ہوتا ہے یا اہلِ حق کی تلوار چمکتی ہے۔ حضرات انبیائے کرام کی زندگی سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔

آج جو لوگ تجدیدِ دین واحیائے سنت کے مبارک عزم کے ساتھ اٹھیں گے۔ وہ اسی طریقۂ نبوت سے رہنمائی حاصل کریں گے۔ ظاہر ہے کہ اس امت کو اب کسی نبی کی بعثت کا انتظار نہیں ہے۔ اس کے اندر اقامتِ دین و تجدیدِ دین کا شرعی نظام طریقۂ نبوی پر کام کرنے والی خلافت کا نظام ہے وہی نظام تھا جو مسلمانوں کو وسطِ راہ پر قائم رکھتا اور پھر وہی خلقِ خدا پر اللہ کی حجت تمام کرتا ہے لیکن یہ نظام ایک مدت سے درہم برہم ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ ایک طاغوتی نظام کا قبضہ و تسلّط ہے۔ اس نظام نے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ کو نجس کر دیا ہے۔ کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو اس طاغوت کی ماتحتی سے آزاد ہو۔ ہمارے اندر سے جو لوگ طوعاً اس کی اطاعت کر رہے ہیں انہیں کرہاً اس کی اطاعت کرنی پڑ رہی ہے۔ متّقی سے متّقی انسان کا دامن بھی اس کی نجاست کے چھینٹوں سے پاک نہیں ہے۔ دینی تعلیم و تربیت کا سارا نظام معطّل ہے، جو موجود ہے وہ بھی نظامِ غالب کی سطوت سے اسی کا خادم و چاکر ہے۔ قلم و زبان کلمۂ حق کے سوا ہر خرافات کے لیے آزاد ہے۔ دین و مذہب کے نام سے آج جو لکھا یا سنایا جا رہا ہے اس کا بڑا حصہ موجودہ سوسائٹی اور موجودہ نظامِ جاہلی کے لیے مذہب کی طرف سے ایک لائسنس ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے پُرآشوب و پُرفتن عہد میں اگر مسلمان دین اور اس کے لوازم، توحید اور اس کے مقتضیات سے ناآشنا ہو جائیں تو کچھ لعید نہیں ہے۔ ایک چمن اگر مالیوں کی نگہداشت سے محروم ہو گیا ہو یا جو اس کے مالی ہوں ایک مدت سے اس کی صفائی، اس کے درختوں کی کانٹ چھانٹ، اس کی خودرَو گھاسوں کے استیصال، اس کے ننھے پودوں کی دیکھ بھال کے بجائے جنگلی گھاسوں اور درختوں ہی کو چمن کے اصلی پودے سمجھ کر انہی کو پانی دینے اور انہی کی تربیت کرنے لگ گئے ہوں تو اس چمن کا جنگل بن جانا ایک قدرتی بات ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کی صحیح مثال یہی ہے۔ وہ ایک قدرتی فرض ہے جو ایک کسان اپنے کھیت میں، ایک مالی اپنے چمن میں، ایک باغبان اپنے باغ میں، ایک راعی اپنے گلہ میں، ایک ہادی اپنی قوم میں، ایک امت کے اربابِ حل و عقد اس امت کے اندر انجام دیتے ہیں، اور نظامِ خلافت اسی فرض کی ادائیگی کے لیے ایک قدرتی اور فطری نظام ہے۔ اس کے بغیر نہ مسلمانوں کا صحیح نہج پر قائم رہنا ممکن ہے اور نہ اس کے بغیر دنیا پر دین کی حجت تمام ہو سکتی ہے۔ پس آج نہ مسلمانوں کا صراطِ مستقیم سے انحراف قابلِ ملامت ہے، نہ خلق خدا کی ضلالت قابلِ سرزنش ہے۔ مسلمان اس سرزمین کے لیے نمک تھے۔ جب ان کی نمکینی خود جاتی رہی تو اب کوئی چیز نمکین کس چیز سے بنائی جائے گی۔

پس آج جو جماعت مسلمانوں میں توحید اور اس کے مقتضیات کی دعوت کے لیے اٹھے وہ انتہائی حد تک بے رحم ہو گی اگر وہ یہ فرض کر کے اٹھے کہ یہ سارے کے سارے مسلمان کافر و بے دین ہو چکے ہیں۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو اپنے اس طرزِ عمل سے اس بات کا ثبوت بہم پہنچائے گی کہ نہ اسے حالات کا صحیح اندازہ ہے اور نہ انبیائے کرام کے طریقِ دعوت سے اسے کوئی مس ہے۔ کسی کے کفر و فسق کا فیصلہ کرنے سے پہلے اس کا فرض یہ ہے کہ وہ کتابِ الٰہی کی اچھی طرح وضاحت کرے، ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صالح جماعت کے قیام کے لیے اپنی پوری جدّوجہد صرف کر دے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس ظلمت کو دور کر دے جو ہر طرف چھائی ہوئی ہے اور حق و باطل کا امتیاز ہر طالبِ حق کے لیے آسان ہو جائے۔

تکفیر کا اصلی مفہوم تو یہ ہے کہ کسی شخص کو مرتد قرار دے کر اس کو وہ سزا دی جائے جو اسلام میں ارتداد کے لیے مقرر ہے۔ یہ سزا ایک صالح اور بااختیار جماعت اپنے اندر کے ان افراد کو دیتی ہے جو اس دعوت اور اس کے نظام کے بنیادی اصولوں سے علانیہ اور دیدہ دانستہ بغاوت کرتے ہیں۔ اس سزا کے نفاذ کے لیے شرط ہے کہ ایک جماعت موجود ہو جو صالح ہو۔ ایک غیر صالح جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو غیر صالح قرار دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ جماعت بااختیار ہو۔ کوئی بے اختیار جماعت تعزیرات و حدود کے اجرا کا حق نہیں رکھتی۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ایک صالح جماعت کے قیام سے ماحول ایسا بن چکا ہو کہ وہ منکرات و معاصی کے لیے سازگار نہ رہ گیا ہو اور خدا کے بندوں پر دین کی حجت تمام کرنے اور حق کی توضیح کے ضروری وسائل برسرِکار ہوں۔ بغیر اس کے نہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جا سکتی ہے، نہ زانی کو سنگسار کیا جا سکتا ہے، نہ شراب پینے والے کو کوڑے مارے جا سکتے ہیں یہاں تک کہ اگر ایک صالح د بااختیار جماعت برسرِاقتدار بھی ہو اور وقت کی مذہبی فضا بھی ایسی ہو کہ جرائم کے لیے اخلاقی رکاوٹیں موجود ہوں، لیکن کسی عارضی سبب سے جرم کے محرکات پیدا ہو جائیں، تو اس جرم کی شرعی سزا حکومت جاری نہیں کرے گی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا اور آپ کی انتہائی کوشش کے باوجود ملک کا معاشی توازن قائم نہیں رہ سکا تو آپ نے حالات کی درستگی تک کے لیے چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ملتوی کر دی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں ایک عورت زنا کے جرم میں پکڑ کر لائی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائے یہود نے اس کو سنگسار کیے جانے کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ ہاں، اس کو سنگسار کر دو، مگر اس کو وہ شخص پتھر مارے جو خود پاک ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس عہد میں سب زانی ہی زانی ہیں۔ کوئی عفیف اور پاک دامن نہیں رہ گیا ہے، بلکہ ان کا اشارہ وقت کی فضا کی طرف تھا کہ اس وقت نہ کوئی صالح جماعت موجود ہے، نہ صالح نظام قائم ہے، نہ شرعی ماحول ہے۔ اگر یہ عورت اپنے شوہر سے خیانت کی گنہگار ہے تو تم میں سے کون ہے جو اس سے بڑے گناہ، یعنی اپنے خدا سے خیانت اور بے وفائی کا مجرم نہیں ہے۔ تم نے خدا کے عہد کو توڑا ہے۔ اور اس جرم کی سزا میں خدا نے مشرک رومیوں کو تم پر مسلط کر دیا ہے تو تمہیں یہ حق کب پہنچتا ہے کہ ایک عورت کو اس کی بے وفائی پر سزا دو۔

پس تکفیر جو ایک سخت ترین سزا ہے، جس کے بعد ایک شخص جماعت سے ہمیشہ کے لیے کٹ جاتا ہے، جس کے بعد وہ واجب القتل مرتد ہو جاتا ہے، اس زمانہ میں کسی کو دینا اصولاً غلط ہے۔ اس وقت نہ تو کوئی صالح و با اختیار جماعت ہی موجود ہے اور نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وہ شرعی نظام ہی قائم و زندہ ہے جو لوگوں کے اندر کفر و شرک کا احساس و امتیاز زندہ رکھے۔ زندگی کے ہر شعبہ پر طاغوت کی سیاہی چھائی ہوئی ہے اور حق و باطل میں نہ صرف امتیاز معدوم ہے، بلکہ باطل کو حق بنا کر چمکانے کی سعی کے لحاظ سے شاید یہ تاریخ کا سب سے کامیاب دور ہے۔ ایسے زمانہ میں جو لوگ تکفیر و تفسیق کے کھیل کھیل رہے ہیں وہ وقت کی حالت، تکفیر کی اہمیت اور اس کے شرائط و قواعد سے بالکل بے خبر ہیں اور موجودہ دورِ جہل و فساد کی قدرتی پیداوار ہیں۔ اپنے جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے صحیح کام کی طرف توجہ کرنے کی توفیق و ہمت بخشی ہے وہ مسلمانوں کی تکفیر کی فکر میں نہیں ہیں۔ ان کی دعوت کا نقطۂ آغاز : "اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، حقیقی ایمان لاؤ" ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں سب ایک گندے حوض کے اندر گرے ہوئے ہوں کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو نجس قرار دے اور اس کو سزا کا مستحق سمجھے۔ صرف گندگی کو گندگی بتلانے اور اس سے باہر نکلنے کی جد وجہد کے لیے دعوت دینے کا حق ہے اور یہ کام جاری رہنا چاہیے، تا آنکہ مسلمانوں کو جو ہندوستان کو ایک دارالامن سمجھ کر چین کی نیند سو رہے ہیں، محسوس ہو جائے کہ یہ دارالامن نہیں ہے، بلکہ ایک ایسا مکان ہے جس میں دھواں ہی دھواں بھرا ہوا ہے، یا ایک سنڈاس ہے جس کے اندر بدبو سے سانس لینا دشوار ہے۔ ع

صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

انسان کی فطرت میں شرک نہیں ہے، جیسا کہ ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے، اور مسلمان تو شرک کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ فطرت جو وقت کی تاریکیوں اور بیگانوں دبے گانوں کی تھپکیوں اور ان کے انجکشنوں کے اثر سے ماؤف ہو کر سو رہی ہے بیدار نہ ہو جائے اور انسان خدا کی سچی بندگی کی لذت سے پھر آشنا نہ ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۹

کیا شرک تقاضائے فطرت ہے

اس زمانہ میں ہر علم وفن کی تحقیق میں اصلی رہنما نظریۂ ارتقار خیال کیا جاتا ہے۔ تاریخ ہو یا قانون، معاشیات ہو یا سیاسیات، فلسفہ ومذہب ہو یا علم عمران وتمدّن ہر ایک کی ابتدائی کڑیوں کی تلاش کا شوق اس عہد کے ذوق پر اس درجہ غالب ہے کہ اس کے بغیر ہر علم ادھورا اور ناقص ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہر علم وفن کا مدوّن سرمایہ، جو پوری روشنی میں موجود ہے، اپنی صحیح قدروقیمت بتانے کے لیے نہ صرف ناکافی سمجھا جاتا ہے، بلکہ اکثر حالات میں وہ بالکل غلط اور مہمل قرار دے دیا گیا ہے۔ آج اصل شے یہ ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق اس عہد میں تحقیق کی جائے جب انسان بالکل حالتِ طفولیّت میں تھا اور جس کی کوئی لکھی ہوئی تاریخ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عہد ایک عہدِ ظلمت ہے۔ اس کے متعلق جو کچھ بھی کہا جائے گا اس کی حیثیت رجماً بالغیب باتوں اور اٹکل کے تیر تکّوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس ظلمات میں خضرِ راہ آرکیالوجی (علم الآثار) اور بیالوجی (علم الحیات) کے ماہرین سمجھے جاتے ہیں جو زمین کے طبقات، چٹانوں کے پرت، غاروں کے اندر کے آثار وعلامات، گڑی ہوئی ہڈیاں، ابتدائی زمانہ کے آلات واوزار اور قدیم انسان کے کھینچے ہوئے آڑے ترچھے نقوش کو علم کا اصلی سرمایہ قرار دیتے ہیں اور اس پر ظن وتخمین کی عمارتیں کھڑی کرتے ہیں۔

اس بات کا اعتراف سب کو ہے کہ اس کی حیثیت ظن وتخمین (GUESS WORK) سے زیادہ نہیں ہے، تاہم اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ ہر علم وفن میں وہی حقیقت ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ان مظنونات سے ہم آہنگ ہو جائے جو بات ان سے میل نہ پیدا کر سکے وہ بے اصل اور ارتقار کی راہ میں گویا ایک غیر فطری بیرونی مداخلت ہے، جس کا وجود نہیں بلکہ عدم مطلوب ہے۔

اس خیال کے غلبہ کا اثر یہ ہوا ہے کہ ایک عرصے سے دنیا میں سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کے جتنے دعوے ابھرے ہیں ان میں سے ہر ایک کو نظریۂ ارتقار کا سہارا لینا پڑا ہے۔ اور یہ اتنا مرنجاں مرنج واقع ہوا ہے کہ سب کے ساتھ اس کی سازگاری رہی ہے جمہوریت کے حامیوں نے انسان کی ابتدائی زندگی کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے کہ جمہوریت ہی کو انسان کا فطری تقاضا ثابت کر دیا ہے، ملوکیت کے ہمدردوں نے اس کی تقریر اپنے رنگ میں کر ڈالی ہے۔ نراج کے علمبرداروں نے اس کی تصویر اپنے رنگ میں کھینچی ہے اشتراکیت نے اس کو اپنے رنگ میں پیش کیا ہے۔ البتہ غریب مذہب اس کو اپنی حمایت میں نہیں استعمال کر سکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کلیسا سے پہلے ہی مرحلہ میں اس نظریہ کے علمبرداروں سے ان بن ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے شاطر حامیوں نے شروع ہی سے اس کو ایک مخالف مذہب نظریہ کی شکل دے دی تاکہ اس کو ان مذاہب کی حمایت میں نہ استعمال کیا جا سکے جو اپنی مخصوص انفرادیت کے مدعی ہیں اور جو اپنے عقائد و مسلّمات کی بنیاد وحی پر قرار دیتے ہیں اور دوسرے مذاہب کے ساتھ کسی رواداری کے لیے تیار نہیں ہے۔ چنانچہ اس نظریہ کی آڑ میں ملاحدہ نے یہودیت، مسیحیت اور اسلام کی جڑ اکھاڑنے کی پوری کوشش کی اور اس مقصد کے لیے مذہب کے ارتقار کو انھوں نے اس طرح پیش کیا ہے جس سے آسمانی مذاہب کے تمام مسلّمات ڈھے جاتے ہیں۔

یہاں ہم کو نظریۂ ارتقار کی تمام تفصیلات سے بحث کرنے کا موقع نہیں ہے، البتہ ہم اس کے اتنے حصّہ سے تعرض کریں گے جس کا تعلق شرک و توحید سے ہے۔

یہ لوگ مذہب کے ارتقار کی تقریر یوں کرتے ہیں کہ مذہب نے انسان کے اوّلین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقشِ قدم کے ساتھ قدم رکھا۔ جس وقت انسان نے یہ محسوس کرنا شروع کیا کہ وہ مجرد ایک جسم نہیں ہے، بلکہ اپنے اندر اس سے ایک برتر عنصر، روح بھی رکھتا ہے اسی وقت مذہب کی پہلی بنیادی اینٹ رکھ دی گئی۔ اس کی ابتدائی تشکیل دو عنصروں سے ہوئی: ایک جذبۂ خوف، دوسرا تصور۔ خوف ان دیکھی قوتوں کا جن کے اندر انسان نے اپنے آپ کو گھرا ہوا محسوس کیا اور جن کو زور و قوت میں اپنے سے کہیں بڑھ چڑھ کر پایا اور تصور اس بات کا کہ اس کی تعظیم اور بندگی کرنی چاہیے۔

جس طرح ان تمام چیزوں کی تاریخ جو جسم و جسمانیات سے تعلق رکھتی ہیں زندگی کے اس ابتدائی ذرہ سے وابستہ ہے جس نے مادہ کو زندگی کی حرکت بخشی ہے اسی طرح ان تمام چیزوں کی تاریخ جو روح و روحانیات سے وابستہ ہیں، اس ذرۂ روح سے متعلق ہے جس کے جذبۂ خوف اور تصور کے باہمی تفاعل سے مذہب وجود میں آیا ہے۔ اس مذہبی تصور نے جب مذہبی عمل کی صورتیں اختیار کیں تو اس کے نتیجے کے طور پر مذہب کے فرائض اور اس کے رسوم و مناسک وجود میں آئے۔ پس مذہب ایک عملِ ارتقار کا نتیجہ ہے۔ وہ زندگی کا ارتقار تھا یہ روح کا ارتقاء ہے' اور جس طرح یہ بات معلوم ہے کہ زندگی ایک زمانہ میں رینگنے والے جانوروں کی شکلوں (REPTILIOUS LIFE FORM) میں چھپی ہوئی تھی اور درجہ بدرجہ انسان کی احسن تقویم میں بے نقاب ہوئی اسی طرح روح ابتدا میں مظاہر پرستی، اشیاء پرستی اور سحر و ساحری کی زنجیروں میں گرفتار تھی اور آہستہ آہستہ خالص خدا پرستی تک پہنچی۔

اس تقریر سے جو نتائج علماۓ ارتقار نکالتے ہیں وہ بھی ہم اپنے لفظوں میں بیان کیے دیتے ہیں:

۱۔ مذہب کا نقطۂ آغاز خوف کا جذبہ ہے۔ یہ خوف مظاہرِ قدرت سے پیدا ہوا۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آندھیوں کے شور، آتش فشاں پہاڑوں کے ہولناک نظاروں نے انسان کو ڈرایا اور وہ ان کو زندہ قوتیں سمجھ کر ان کی آفتوں سے اپنے آپ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچانے کے لیے ان کی عبادت کرنے لگا۔

۲۔ خالص خدا پرستی کے تقاضائے فطرت ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو انسان خدا پرستی کی جگہ مظاہر پرستی اور اشیاء پرستی وغیرہ سے مذہب کا آغاز نہ کرتا اور نہ دنیا میں بت پرستی اور مردہ پرستی کی یہ کثرت ہوتی جو ہم تاریخ میں دیکھ رہے ہیں۔

۳۔ تمام مذاہب کی اصل ایک ہے۔ اس پہلو سے اسلام اور یہودیت اور افریقہ کے وحشیوں کی سحر پرستی (VOODOO WORSHIP) میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے تمام مذاہب اور تمام عقائد مختلفہ میں رواداری کو اصل الاصول ہونا چاہیے۔

اوپر کی تقریر اس قدر دل کش تھی کہ اس نے ہمارے حال کے بعض علمائے دین کی کتابوں میں بھی جگہ پالی ہے، حالانکہ یہ بالکل مہمل اور غلط ہے عقل و نقل دونوں اس کے خلاف ہیں۔

یہ بات کہ مذہب کا آغاز ان دیکھی قوتوں کے خوف سے ہوا ہے اور یہی جذبہ انسان کے جذبات میں اوّلین اور قدیم ترین ہے بالکل بے سروپا ہے۔ انسان میں جو خوف پایا جاتا ہے اس کی اصل حقیقت زوالِ نعمت کا اندیشہ ہے۔ انسان کو اپنی زندگی عزیز ہے، زندگی کا سروسامان عزیز ہے، اپنے بیوی بچے عزیز ہیں، اس لیے وہ ان چیزوں کی طرف سے اندیشہ میں ہوتا ہے کہ کہیں یہ چیزیں اس سے چھن نہ جائیں۔ جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہوئے کہ ان چیزوں کے بارہ میں خوف و اندیشہ میں مبتلا ہونے سے پہلے وہ ان چیزوں کے نعمت ہونے کا شعور رکھتا ہے اور پھر اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ ان نعمتوں کی وجہ سے اس کو ایک مُنعم کا بھی شعور ہوا ہوگا اور پھر لازماً اس کے لیے شکر گزاری کا جذبہ اور عبادت کا تصور بھی پیدا ہوا ہوگا۔ اس لیے خوف سے پہلے نعمت اور مُنعم کا شعور ناگزیر ہے۔ جب تک ہمیں زندگی اور اس کے اسباب و وسائل کے نعمت ہونے کا احساس نہ ہو، اس وقت تک ہمیں زندگی کے متعلق کوئی خوف نہیں ہوتا۔ چنانچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو لوگ اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں وہ موت جیسی خوفناک چیز سے ذرا بھی نہیں ڈرتے۔ کتنے آدمی آگ میں کود پڑتے ہیں۔ کتنے دریاؤں اور سمندروں میں ڈوب مرتے ہیں۔ جاپان میں کتنے ہیں جو آتش فشاں پہاڑوں کے دہانوں میں چھلانگ لگا کے ختم ہو جاتے ہیں۔ پس اگر ابتدائی انسان کو بجلی کی کڑک، بادلوں کی گرج اور طوفانوں کے شور سے کوئی خطرہ محسوس ہوا اور اسے اپنے آپ کو ان کے خطرات سے بچانے کی فکر لاحق ہوئی تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اسے زندگی اور زندگی کے اسباب و وسائل کے نعمت ہونے کا شعور تھا۔ کیونکہ جب تک کوئی شے عزیز نہ ہو اس کی حفاظت کی فکر بالکل بے معنی ہے۔ خالی گھر میں کوئی بھی قفل نہیں لگایا کرتا اور پھر اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اسے ایک منعم کا بھی شعور تھا، کیونکہ نعمت کا وجود ایک منعم کے شعور کو مستلزم ہے اور اگر یہ بات صحیح ہے کہ وہ قدرت کے ان مظاہر کی اس ڈر سے عبادت کرنے لگا کہ وہ اس سے زندگی کی نعمت یا اس کے اسباب کہیں چھین نہ لیں تو اس سے زیادہ صحیح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان نعمتوں کے شعور نے اس کے اندر اپنے منعم کے لیے محبت اور شکر گزاری کا جذبہ بھی پیدا کیا ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ ایک منعم کا شعور، اس کی محبت اور شکر گزاری کا جذبہ اور اس کی عبادت کا تصور خوف کے جذبہ اور مظاہر قدرت کی عبادت کے تصور پر مقدم ہے۔

بہر حال انسان نے جب سے خوف کا احساس کیا ہے اس سے پہلے زندگی کے نعمت ہونے اور ایک منعم کا اور اس کی محبت کا احساس کیا ہے اور جس وقت اس کے تصور نے اس کو ورغلایا کہ وہ ان مظاہر قدرت کی عبادت کرے یقیناً اس سے پہلے جذبۂ محبت سے ایک تصور نے ابھر کر اسے اکسایا ہوگا کہ وہ اپنے منعم کا شکر ادا کرے۔

اور محبت اور شکر گزاری کا یہ جذبہ و تصور توحید اور خالص خدا پرستی کی بنیاد رکھتا ہے، نہ کہ شرک کی۔ چنانچہ یہی راز ہے کہ قرآن مجید نے حمد و شکر کو انسان کی اولین صدائے فطرت بتایا ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔" (الفاتحۃ-۱:۱-۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(شکر کا سزاوار حقیقی اللہ ہے، کائنات کا رب، رحمان اور رحیم)۔

ہمارے اس نظریہ کی تائید اس امر واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جو چیزیں انسان کے اندر خوف کی حالت پیدا کرتی ہیں وہ دنیا کے عامۃ الورود واقعات میں سے نہیں ہیں زلزلے روز نہیں آیا کرتے، آتش فشاں پہاڑ روز نہیں پھٹتے، بجلیاں روز نہیں کڑکتیں اور طوفانوں کا شور بھی کوئی روزمرّہ کا واقعہ نہیں ہے۔ برعکس اس کے تارے روز چھٹکتے ہیں، سورج روز چمکتا ہے، آسمان کی نیلگونی ہر لمحہ باصرہ نوازی کرتی ہے، چاند روپہلی چاندنی کی چادر دشت وجبل میں روز بچھاتا ہے، ابرکرم کی تردستیاں اور درختوں کی ثمرباریاں ہر موسم میں موجود ہیں۔ پھر کس قدر حیرت کی بات ہے کہ مظاہر قدرت کی گاہ گاہ کی گھرکیاں اور دھمکیاں تو انسان کو اس درجہ مرعوب کردیں کہ وہ ان کی پوجا کرنے لگ جائے لیکن منعم غیب کی یہ ساری فیاضیاں بالکل بے اثر رہ جائیں اور انسان میں شکر و سپاس کا کوئی ولولہ نہ پیدا کریں!

بیالوجی کے علماء نے اس زمانہ کی دنیا کی تصویر بہت بھیانک کھینچی ہے اور یہ دکھانا چاہا ہے کہ اس وقت کے قدرتی مظاہر خوف ہی کے جذبہ کا باعث ہوسکتے تھے لیکن یہ ایک صریح مغالطہ ہے۔ اس زمانہ کی دنیا اگر بہت بھیانک تھی تو ظاہر ہے کہ اس زمانہ کا انسان بھی آج کا انسان نہ تھا۔ اگر اس وقت یہ کائنات اتنی حسین نہ تھی جتنی اب ہے۔ تو اس وقت کا انسان اتنا جمال پرست بھی نہ تھا جتنا کہ اب ہے۔ اگر اس وقت یہ زمین آج کی طرح زرخیز و معمور نہ تھی تو اس وقت کا انسان بھی آج کی طرح عشرت پسند اور مجلسی نہیں ہوا تھا۔ اگر اس وقت خطرے اور تکلیفیں بہت تھیں تو آج کے انسان کی طرح اس عہد کا انسان نازک بدن اور تن آسان بھی نہ تھا۔ وہ ہر خطرہ سے بچاؤ کے لیے کوسوں بھاگ سکتا تھا، گلہریوں اور بندریوں کی سی چستی کے ساتھ درختوں پر چڑھ سکتا تھا، آگ جلا کر اور پتے سی کر اپنے جسم کو سردی اور گرمی کی تکلیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بچ سکتا تھا۔ برف باری اور درندوں کی آفتوں سے بچنے کے لیے غاروں میں چھپ سکتا تھا، بھوک میں ہر طرح کے جانداروں کے شکار سے اپنا پیٹ بھر سکتا تھا۔ اس لیے یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اس وقت کے حالات خوف ہی کے جذبہ کی نشوونما کے لیے سازگار تھے۔ اس میں حاضر کو ماضی میں داخل کر دینے کا مغالطہ چھپا ہوا ہے۔ زمانہ تو قدیم ترین دورِ حجری سے بھی پہلے کا فرض کر لیا گیا ہے اور انسان اس کے اندر اسی بیسویں صدی کا فرض کیا گیا ہے۔

بعض علمائے ارتقاء نے خاندان کے بڑے بوڑھے کے خوف کو انسان کے تمام ابتدائی تصورات (EARLY THOUGHTS) کی اصل قرار دیا ہے، لیکن ہمارے نزدیک خاندان کے بزرگ کا یہ خوف بھی محبت ہی پر مبنی ہوتا ہے۔ بچوں کو تمام لذتیں اور تمام راحتیں ماں باپ سے حاصل ہوتی ہیں، اس وجہ سے وہ ان سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس محبت ہی کی وجہ سے ان سے ڈرنے بھی لگتے ہیں۔ پس یہ جذبہ بھی اپنی اصل کے لحاظ سے محبت ہی کا جذبہ ہے اور اس سے بلاشبہ ماں باپ کی تعظیم کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ بچہ جب تک بچہ رہتا ہے اس وقت تک تو بلاشبہ ساری کائنات باپ ہی کو سمجھتا ہے، لیکن جوں ہی وہ خود باپ بنتا ہے یا باپ بننے کے قابل ہو جاتا ہے اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ باپ کا وجود صرف ایک حد تک ہی اس کی لذتوں اور راحتوں کا کفیل ہے۔ اس حد سے باہر قدم رکھنے کے بعد جو کچھ اسے حاصل ہوا ہے اس کا سرچشمہ کوئی اور ہی ان دیکھی ہستی ہے۔ یہاں تک کہ خود باپ کا وجود بھی اسے اس ان دیکھی ہستی کی بے پایاں بخشائشوں میں سے ایک بخشش معلوم ہونے لگتا ہے۔ پس جب جذبۂ محبت نے اس کے اندر باپ سے محبت، تعظیم، اور خوف کی وابستگی پیدا کی ہوگی تو لازماً اسی جذبہ نے بچپنے کے حدود سے نکلنے کے بعد اس کے اندر ایک ان دیکھی ہستی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ محبت اور تعظیم اور خوف کی وابستگی بھی پیدا کی ہوگی۔ اگر انسان ہمیشہ دورِ طفولیت ہی میں رہتا تب تو مذہب بلاشبہ پدرپرستی ہی پر ختم ہو جاتا۔ لیکن بچہ سیانا بھی ہوتا ہے اور مذہب سیانوں ہی کی ایجاد ہو سکتا ہے تو سیانوں کے اندر اگر باپ کے احسانات کی وجہ سے اس کی تعظیم اور اس کے وقار و احترام کا تصوّر پیدا ہو سکتا تھا تو اس سے بدرجہا اقرب ہے کہ ان عظیم احسانات کا اثر بھی اسی جذبہ و تصوّر کی شکل میں ظاہر ہو جن میں باپ کو کوئی دخل نہیں تھا، لیکن وہ موجود تھے اور باپ سے کہیں بڑھ کر کسی مہرد محبت والی ہستی ہی کے ہو سکتے تھے[1]

بہرشکل مذہب کا آغاز خوف کے جذبہ سے نہیں ہوا ہے بلکہ محبت کے جذبہ سے ہوا ہے۔ علمائے ارتقار کے مذکورہ بالا دونوں نظریے باطل ہیں۔ پہلی صورت میں ایک مُنعِم حقیقی کے شکر و محبت کا جذبہ اور اس کی عبادت کا تصوّر مقدم ہے اور غیر اللہ کے خوف کے جذبہ اور اس کی پرستش کا تصور ایک غیر فطری عارض کی طرح انسان کو محض سوءِ فہم اور اپنی فطرت کی صحیح آواز سے غفلت کی وجہ سے لاحق ہو گیا ہے اور دوسری صورت میں ہونا یہ چاہیے کہ انسان باپ کی محبت کا ہاتھ پکڑ کر خدا تک پہنچ جائے۔ اس کے اس جذبہ کا فطری ارتقاء اگر کوئی ہو سکتا ہے تو صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ

---

[1] مذہب کی اصل کے متعلق علمائے ارتقاء کے ہاں مقبولِ عام نظریے یہی دو ہیں اور انہی دونوں کو نسبتاً علمی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے بھی انہی دونوں سے تعرض کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض نظریات ہیں۔ مثلاً بعضوں نے مذہب کا نقطۂ آغاز طوطمیت (TOTEMISM) کو قرار دیا ہے۔ بعضوں نے اس کی اصل اوّل اوّل انسان پر کسی نشیلی چیز کے استعمال کے وجد انگیز اثر کو قرار دیا ہے۔ بعضوں نے اس کی بنیاد جنسی خواہشوں پر رکھی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ خرافات محتاجِ تردید نہیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ سے مستغنی ہونے کے ساتھ ہی مجازی باپ سے حقیقی خالق تک پہنچ جائے اور اس کے ساتھ باپ سے زیادہ محبت کرے اور باپ سے زیادہ اس کی تعظیم بجا لائے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ارتقاء کی اصلی شاہراہ پر مارچ کرنے کے بجائے کسی اندھی گلی (BLIND ALLEY) میں جا پڑا اور یہ روحانی ارتقاء میں اسی طرح کا غیر فطری جمود ہے جس طرح کے غیر فطری جمود کی مثالیں ہمیں مادی زندگی کے ارتقاء میں ملتی ہیں۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ قدیم ترین جذبہ والدین کی محبت کا جذبہ اور قدیم ترین تصوّر والدین کی تعظیم کا تصور ہے۔ لیکن یہ جذبہ جیسا کہ واضح ہوا، بچہ کو بلوغ کے بعد خدا کی طرف لے جاتا ہے، نہ کہ آباء پرستی اور قبائلی دیوتاؤں کی طرف۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرآن اور تورات میں خدا کی عبادت اور والدین کے ساتھ احسان کا حکم ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسانی فطرت میں خدا اور والدین کے حقوق کا شعور قدیم ترین ہے اور اگرچہ شعور میں والدین کا حق پہلے آتا ہے، لیکن درجہ میں خدا کا حق والدین کے حق پر مقدّم ہو جاتا ہے۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے بالاخانہ پر چڑھنے سے پہلے زینہ اوپر ہوتا ہے، لیکن اس پر پہنچ جانے کے بعد زینہ نیچے ہو جاتا ہے۔ خدا تک پہنچ جانے کے بعد انسان پر یہ راز کھلتا ہے کہ والدین بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں، ان کو پوجنا تو درکنار اس نعمت کے ملنے پر بھی خدا ہی کا شکر واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے والدین کے لیے بیٹے پر تمام حقوق تسلیم کیے، لیکن ان کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ بیٹے سے شرک کرائیں:

"وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا" (لقمٰن - ۳۱ : ۱۵) (اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو کسی چیز کو میرا شریک ٹھہرا، جس کے باب میں تیرے پاس کوئی دلیل نہیں، تو ان کی بات نہ مانیو)۔

اس کا سبب یہ ہے کہ فطرت کے اندر جو داعیہ حقوقِ والدین کے احترام اور ان کی محبت و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعظیم کے لیے موجود ہے اس سے قوی تر داعیہ اللہ اور اس کے حقوق کے احترام اور اس کی محبت کے لیے موجود ہے۔ پھر والدین کو یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ جس جذبہ و تصور سے وہ ایک چیز پاتے ہیں بعینہٖ اسی جذبہ و تصور کے اس سے قوی تر مقتضیٰ کا خدا کے بارہ میں وہ اپنی اولاد سے انکار کرائیں۔

بعض لوگوں کو یہاں ایک شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن اور دوسری آسمانی کتابوں میں جگہ جگہ اہل ایمان کی تعریف میں تقویٰ، خشیت اور خوف کا ذکر آیا ہے۔ اس سے علمائے ارتقاء کی اس بات کی تائید نکلتی ہے کہ مذہب کا نقطۂ آغاز خوف کا جذبہ ہے لیکن یہ شبہ بالکل بے بنیاد ہے۔ اسلام میں وہ خوف و خشیت معتبر نہیں ہے۔ جس کی بنیاد مجرّد ضرر رسانی کے اندیشہ پر ہو۔ اس طرح کا خوف چنگیز، تیمور، شیر، ہاتھی، سانپ، بچھو ہر ایک چیز سے ہو سکتا ہے۔ اس طرح کا خوف اگر خدا سے ہو تو اس کی کیا وقعت ہے؟ مذہب میں جو خوف و تقویٰ مطلوب و محبوب ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس خوف و تقویٰ کی بنیاد محبت پر ہوتی ہے۔ یہ مجرّد خدا کے قہر و غضب کے تصور سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے بے پایاں افضال و عنایات کے تصور اور اس کے اسمائے حسنیٰ کے تذکرے سے پیدا ہوتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس کی اعلیٰ صفتوں کو سب سے زیادہ جانتے ہیں وہی لوگ اس سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور جو اس سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں وہی اس سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں: 'إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ' (فاطر - ۳۵ : ۲۸) (اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈریں گے جو علم رکھنے والے ہیں)۔

ہماری اس بحث سے علمائے ارتقاء کے نظریہ کی تو پوری تردید ہو گئی کہ مذہب کا آغاز خوف کے جذبہ اور مظاہر پرستی سے ہوا ہے، لیکن ایک شبہ یہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اگر انسان کی فطرت خالص خدا پرستی ہے اور اس کے ارتقاء کا اصلی رخ یہی ہے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی کیا وجہ ہے کہ دنیا میں کثرت سے شہادت بت پرستی اور مردہ پرستی وغیرہ ہی کی ملتی ہے؟ تاریخ کے عہدِ ظلمت کے آثار و قرائن بھی اسی بات کی گواہی دیتے ہیں اور جس عہد کا مدون سرمایہ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اس کی شہادت بھی یہی ہے۔ نصاریٰ پر پوری چھ صدیاں بھی نہ گزرنے پائیں کہ ان میں تصویر پرستی رائج ہوگئی، حالانکہ تورات میں اس کی سخت ممانعت تھی۔ یہود، باوجودیکہ تورات کا پہلا حکم توحید تھا، بارہا کھلم کھلا بت پرستی میں مبتلا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض توحید کے لیے وطن چھوڑا اور ایک سنسان جگہ میں اللہ واحد کی عبادت کے لیے ایک گھر بنایا، لیکن انہی کی اولاد نے بہت مدت نہیں گزری کہ اس گھر میں بتوں کو لا بسایا، جبکہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ خالص توحید ہی انسان کی فطرت ہے لیکن واقعات کی شہادت اس کے خلاف ہے تو اس کا جواب دینا ضروری ہے۔ اسی جواب سے علمائے ارتقاء کے اس دوسرے نتیجۂ بحث کی تردید ہوگی جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔

یہ بات کہ دنیا میں، ابتداء سے کثرت بت پرستی اور شرک ہی کی رہی ہے اور اب تک ہے، اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ شرک و بت پرستی انسان کی فطرت ہے۔ آدمی کا بچہ جب تک بچہ رہتا ہے سامنے کی ہر چیز بلا امتیاز اس کے کہ وہ اینٹ ہے یا پتھر، لکڑی ہے یا لوہا، پاک ہے یا ناپاک، منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ ماں کی چھاتی ہی ہے۔ کچھ دیر تک اس کو چوستا ہے، پھر کوئی دوسری چیز اٹھا لیتا ہے، پھر کوئی تیسری چیز اٹھا لیتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ یہ ساری چیزیں بچہ کو فطرۃً مطلوب ہیں محض حماقت ہے۔ بچہ کی فطری غذا تو ماں کی چھاتی کے اندر ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس کو ابھی پورا پورا امتیاز نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے وہ ہر چیز کو ماں کی چھاتی ہی خیال کرنے لگتا ہے پس اگر انسان اپنے عہدِ طفولیت میں بت پرستی اور مظاہر پرستی وغیرہ کی نجاستوں میں آلودہ رہا تو اس کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ یہی اس کی فطرت کا تقاضا تھا، بلکہ درحقیقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی یہ ساری پریشانی و سرگردانی معبودِ حقیقی کی تلاش میں تھی۔ اسی کی طلب نے اس کو تمام کوچوں کی خاک چھنوائی۔ بچّے کی یہ خصوصیت بھی قابلِ لحاظ ہے کہ بسا اوقات ماں اس کو پکارتی بھی ہے، لیکن وہ جس چیز میں مشغول ہوتا ہے اسی میں مشغول رہتا ہے، تا آنکہ ماں اسے گود میں نہ اٹھالے اور اپنی چھاتی اس کے منہ سے نہ لگا دے۔ پھر جوں ہی اس کو سینہ سے الگ کر دیتی ہے، وہ حسبِ سابق ہر چیز منہ میں ڈالنے اور نگلنے لگ جاتا ہے

پس یہ بات بالکل مطابقِ عقل معلوم ہوتی ہے کہ تاریخ کے عہدِ ظلمت میں بھی خدا کے ایسے بندے آئے جو خود بھی بیدار تھے اور جنہوں نے دوسروں کو بھی بیدار کیا، لیکن تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد، جیسا کہ بچوں کی فطرت ہے، کھلونوں کی دلچسپی عود کرتی رہی اور انسان کی جستجو اپنا مدّعا پا پا کے کھوتی رہی۔

یہاں پہنچ کر بعض لوگوں کو ایک اور شبہ بھی ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جو چیز انسان کی فطرت ہے چاہیے کہ وہ اسی پر پیدا ہو، اسی پر بڑھے اور اسی پر مرے۔ یہ پا پا کر کھونا اور کھو کھو کر پانا کیا معنی؟ کم از کم یہ تو ہو کہ جستجوئے بسیار کے بعد جب پا جائے تو پھر اسے نہ کھو سکے۔

یہ شبہ محض اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ لوگ حیوانات کی جبلت اور انسانوں کی فطرت کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ حیوانات کی جبلت اپنے بندھے ٹکے قاعدے رکھتی ہے۔ اگر کوئی طبعی خلل نہ واقع ہو تو انہی قاعدوں پر ابھرتی، نشوونما پاتی اور اپنے مقررہ درجۂ کمال تک پہنچتی ہے۔ قدرت نے ان کو اس سے انحراف کرنے، اس کو بدل دینے، یا اس میں ترقی کرنے کا موقع نہیں بخشا ہے۔ وہ اپنے دھڑے کے پابند اور اپنے طبعی نظام کے اندر جکڑے ہوئے ہیں۔ ایک کبوتر کو اگر آپ گوشت کی دکان کے اندر بند کر دیں تو وہاں وہ بھوکا مرجائے گا، لیکن گوشت کے سارے ذخیرے سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ ایک بلی کو اگر آپ پھلوں کی الماری کے اندر بند کر دیں تو وہ بھی بھوکی مرجائے گی، لیکن پھلوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذخیرہ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گی۔ لیکن انسان کی فطرت اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں ہم انسانی فطرت کی نوعیت واضح کرنے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ مستعار لے لیتے ہیں جو انہوں نے تفسیر سورۂ اخلاص میں مذکورہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھے ہیں اور سورۂ روم کی آیات ۴۸-۴۵ کی روشنی میں لکھے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

"حکمت اور رحمت کی نشانیاں جو انسان کو تمام عالم میں نظر آرہی ہیں اور اپنے رب کی طرف کشش، جسے وہ مصیبت کے وقت محسوس کرتا ہے بتا رہی ہیں کہ کسی حاکم مطلق ہستی پر اسے اپنے اندر اور باہر سے گواہی مل رہی ہے۔ ایسی کوئی شہادت بتوں یا مردوں کے لیے نہیں ملتی مگر انسان کی فطرت مثل اور حیوانات کے نہیں۔ وہ غلام بنائے گئے اور اس کو آزادی بخشی گئی جس کا لازمہ تھا کہ وہ اپنی کوشش سے ترقی کرے۔ پس ان کو جس ڈگر پر چلانا تھا ہانک دیا اور ویسے ہی چل رہے ہیں مگر انسان کو چراغِ عقل اور توشۂ قابلیت ہے۔ جس قدر انسان نے آج تک ترقی کی ہے، یہ سب اس کی قابلیت ہی کے آثار ہیں اور اس کی قابلیت ہی کے برگ و بار۔ یہ امر کہ قابلیت کا نام فطرت ہے، کچھ انسان کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بچہ طاؤس جو ایک مضغۂ گوشت ہے جب جوان ہوتا ہے تو اس کے پروں کی گلکاری کو ہم فطرت ہی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بچہ انسان جو اکثر جانوروں کی نسبت زیادہ ضعیف الجثۃ ہے اور اس سے بڑھ کر ضعیف العقل ہے جب اپنے شباب پر پہنچتا ہے تو کیا اس کی دانائی اور توانائی کو ہم اس کی اعلیٰ فطرت کا نتیجہ نہ سمجھیں؟ پس انسان اور دیگر چیزوں میں فطرت کے ایک ہی معنی ہیں، البتہ اس کی فطرت میں ایک جداگانہ بات ہے، جو اوروں میں نہیں۔ یہ اول میں نہایت کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے، مگر آخر میں سب پر فائق ہو جاتا ہے۔ اس کی طاقت کی تھاہ اب تک نہیں ملی مگر یہ سب دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناتوانیوں کے درمیان ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان سے دعوائے فرعونی بھی ناموزوں نہ ہوتا۔ پس محض اس بات سے کہ انسان کی فطرت ترقی کے انتہائی مراحل طے کرتی ہے یہ امر قرین قیاس ہے کہ وہ اکثر غلط راستہ پر پڑ جائے۔ پس آزادئ رائے اور پھر درازئ راہ اس کے حصّہ میں آئی۔ ان دو مشکلوں کے ساتھ ایک تیسری مشکل بھی لگ گئی، جو ان دونوں سے کبھی جدا ہو ہی نہیں سکتی۔ یعنی انسان نیکی اور بدی کے دوراہہ پر کھڑا کیا گیا، جس کے بغیر اس کا حق آزادی لفظ بے معنی ہوتا اور مراتب کے لیے عرصہ تنگ ہوتا پس کوشش اور کشمکش انسان کی فطرت کا لازمہ ہوا اور نیکی اور بدی کی کشمکش میں آگے بڑھنا اور نفسِ امّارہ اور عقلِ آوارہ کو جادۂ طاعت پر لانا اس کا فریضہ ٹھہرا۔

"انسان کو خدائے تعالیٰ نے ان دقتوں میں ڈال کر اس کی دست گیری کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے اندر اور باہر سامانِ ہدایت موجود کر دیئے ہیں جس طرح بچۂ ناتواں کے لیے ماں کا آغوش مہیا کیا، اسی طرح نوعِ انسان کے لیے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ جو خدا زمینِ مردہ کو بارش سے سیراب کرتا ہے وہی خدا اپنے کلام سے دلوں کو آباد کرتا ہے۔ جس طرح وہ بعضے بلند پہاڑوں میں سے قدرتی چشمے نکالتا ہے، اسی طرح بعض اعلیٰ دلوں میں سے الٰہی کلمے جاری فرماتا ہے۔ پس اس قدر سامان مہیا کر دینے کے بعد اگر انسان خدا سے روگرداں ہو تو یہ نتیجہ فطرت نہیں، بلکہ اس کی غفلت ہے۔ اگر تاریخ سے بت پرستی کی مثالیں ملتی ہیں تو اس سے کہیں زیادہ پرزور اس کے ابطال کی مثالیں ملتی ہیں۔ توحید پر شرک کا غبار آہستہ جمتا ہے، مگر توحید کا ذرا سا چمکارا شرک کی ظلمت پر غالب ہو جاتا ہے، جس سے یہ نتیجہ بدیہی طور پر نکلتا ہے کہ فطرتِ انسانی کو توحید سے مناسبت ہے، ورنہ وہ کیوں اس طرح تیزی سے دوڑتا اور دوسری طرف آہستہ آہستہ کھسکتا ہے۔"

اس تقریر سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ انسان کی فطرت اور حیوانات کی جبلت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند بنیادی فرق ہیں۔

پہلا فرق یہ ہے کہ انسان کو اعلیٰ فطرت اور اعلیٰ خلقت کے ساتھ آزادی بھی ملی ہے۔ اس آزادی کی وجہ سے، وہ اگر چاہے تو احسنِ تقویم میں ہونے کے باوجود اسفلِ سافلین کے گڑھے میں گر جائے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ انسان کی قوتیں اور قابلیتیں اتھاہ ہیں۔ اس کو ترقی کی ایک لمبی منزل طے کرنی پڑتی ہے۔ حیوانات کی طرح اس کا راستہ کوس دو کوس کا نہیں ہے کہ چلے اور پہنچ گئے۔ اس درازئ راہ اور آزادئ رائے کے ساتھ اس کا گرنا اور اٹھنا، ڈوبنا اور اچھلنا، بالکل قدرتی بات ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ آزادئ رائے اور درازئ منزل کے ساتھ ساتھ اس کی آزمائش بھی کی گئی ہے۔ اس کے سامنے دنیا کو نقد، آخرت کو نسیہ، نیکی کو دشوار، بدی کو آسان، حرام کو لذیذ اور کثیر، اور حلال کو بے مزہ اور قلیل، ثمرۂ حق کو آجل، اور نتیجۂ باطل کو عاجل، حقیقت کو مستور، اور وہم و فریب کو دلکش اور پر جمال بنا کر رکھ دیا گیا ہے، تاکہ اس کا امتحان ہو کہ وہ خیر کی طرف لپکتا ہے یا شر کی طرف، اپنی فطرت کے مخفی مگر پُرحقیقت اشاروں کی طرف بڑھتا ہے یا نفس کی خلافِ فطرت مگر پرفریب دعوتوں کی طرف۔ بلاشبہ یہ امتحان بڑا کڑا ہے، لیکن فطرت کا نفسِ لوامہ بھی ضعیف نہیں ہے۔ وہ ہر تاریکی کے اندر جھانکنے کی راہ پیدا کر لیتا ہے اور انسان کی رہنمائی کے لیے اشارے کرتا ہے اور آدمی محسوسات کے کتنے ہی نقاب اپنے اوپر ڈال لے، لیکن اس کے اشارے دیکھتا اور اس کی صدائیں سنتا ہے، اگرچہ اس کی صدائیں سنتے ہوئے اس کی نافرمانیاں کرتا ہے اور اس کی حجتوں کو دیکھتے ہوئے اپنے لیے عذرات تلاش کر لیتا ہے۔ یہی حقیقت ہے جو سورۂ قیامہ کی آیات

وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ (۲) (اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں نفسِ ملامت گر کی!)

بَلۡ يُرِيۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ (۵) (بلکہ انسان اپنے ضمیر کے آگے شرارت کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہتا ہے) اور بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝ وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ‘
(۱۴ - ۱۵) (بلکہ انسان خود اپنے اوپر گواہ ہے۔ اگرچہ کتنے ہی بہانے پیش کرے) میں بیان ہوئی ہے اور تفصیل اس اجمال کی استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تفسیر سورۂ قیامہ میں دیکھنی چاہیے۔

امتحان کی یہ سختی اس بات کی متقضی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے انبیاء مبعوث فرمائے۔ ہرچند فطرت کی کشش خدا کی طرف ضعیف نہیں تھی لیکن دنیا اور اس کی گیرائیاں، نفس اور اس کی فریب کاریاں، شیطان اور اس کی دل ربائیاں بھی اپنے اندر اتنا وزن رکھتی تھیں کہ رحمتِ الٰہی مقتضی ہوئی کہ اس کسر کا جبر مہیا کرے اور نفس کے پہلو پر جو ثقل ہے اس کی تلافی فطرت کے پلڑے میں پاسنگ رکھ کے کر دے۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو شیطان کے ساتھ اس آزمائش گاہِ دنیا میں اتارا تو ساتھ ہی اپنی ہدایتیں اور اپنے انبیاء بھیجنے کا وعدہ فرمایا: ’فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی‘ (البقرۃ - ۲ : ۳۸) (تو اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت) تاکہ اس میدانِ مقابلہ میں انسان کی فطرت تنہا نہ پڑ جائے، بلکہ اس کے ساتھ اللہ کے نبیوں، اس کی کتابوں اور اس کے ملائکہ کی نصرت بھی ہو۔ یہ فطرت کی تائید میں ایک مزید کمک مہیا کی گئی، جس کے بعد انسان پر اللہ کی حجت تمام ہو گئی اور اس کی ہدایت کا معاملہ اتفاق و امکان پر نہیں رہ گیا۔ اب اس کے لیے قیامت کے دن یہ عذر باقی نہیں رہا کہ تاریکی اتنی سخت تھی کہ اس سے اپنی فطرت کے مدھم نقوش پڑھے نہ جا سکے۔ بلاشبہ تاریکی سخت تھی، لیکن نورِ مبین اور سراجِ منیر بھی موجود تھے، جو فطرت کے باریک سے باریک نقوش کو اجاگر کر رہے تھے۔

قدرت کسی گوشہ میں بھی اپنی فیض بخشیوں میں بخیل نہیں ہے۔ یہ ممکن تھا کہ انسان کو سننے کے لیے ایک ہی کان دیا جاتا، یا دیکھنے کے لیے ایک ہی آنکھ ملتی، لیکن قدرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دو کان بخشے اور دو آنکھیں عنایت کیں۔ اسی طرح یہ ممکن تھا کہ انسان کی رہنمائی اس کی فطرت ہی پر چھوڑ دی جاتی، لیکن رحمتِ الٰہی نے اس معاملہ کو امکان و اتفاق پر نہیں چھوڑا، بلکہ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے ہدایت کا بہتر سے بہتر سامان مہیا کر دیا۔ اندر اور باہر کی اتنی قوتیں رکھنے کے باوجود اگر انسان خدا پرستی کی حمایت میں شیطان سے لڑنے کے لیے تیار نہ ہوا، بلکہ اس کے ساتھ اس نے سازگاری ہی چاہی تو ظاہر ہے کہ یہ فطرت کی خرابی نہیں ہے، بلکہ اس کے اسباب دوسرے ہیں جو ان شاءاللہ تفصیل کے ساتھ آئندہ باب میں بیان ہوں گے۔

اس تقریر کے بعد اب اس بات کی تردید کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ تمام مذاہب کی اصل ایک ہے۔ اوپر کے مباحث سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ اسلام اور دوسرے آسمانی مذاہب کا نقطۂ آغاز خوف کا جذبہ نہیں ہے، بلکہ محبتِ الٰہی کا جذبہ ہے اور شرک و بت پرستی کی بنیاد ایک بالکل دوسری ہی شے ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی پس اسلام —— اور تمام مذاہبِ حقہ کا اصلی نام اسلام ہے اور یہی ابتدائے آفرینش سے خدا کا اصلی دین ہے —— اور شرک و بت پرستی میں اصل و نسل کا فرق ہے اور ان کا قدرتی تعلق صلح و آشتی کا نہیں، بلکہ نفرت و عداوت کا ہے۔ ایک فطرت کا ارتقاء ہے، دوسرا فطرت کی رجعتِ قہقری۔ دونوں کی سمت سفر اور منزل مختلف ہے۔ ان میں رواداری اور مسالمت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

دنیا میں انسان محض جینے نہیں آیا ہے۔ اس لیے آیا ہے کہ اس کی فطرت میں جو اعلیٰ صلاحیتیں ودیعت ہیں ان کو ارتقاء کے اس نقطۂ کمال تک پہنچا دے، جہاں تک وہ اس عالمِ آب و گِل میں رہتے ہوئے پہنچ سکتی ہیں۔ اسی مقصد کے لیے انسان کو دنیا میں جینے کی ایک مہلت ملی ہے۔ اگر یہ مقصد پورا نہ ہو رہا ہو تو اس کا جینا لاحاصل اور اس کا زندہ رکھنا عبث ہے اور قدرت جو ہر گوشہ میں نہایت حکیم واقع ہوئی ہے وہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارِ عبث نہیں کرسکتی۔ انسان کے ارتقائے روحانی کا نقطۂ آغاز، جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے، خالص خدا پرستی کا جذبہ ہے۔ جب انسان اپنے اس رخ پر بڑھ چلتا ہے تو وہ ارتقائے روحانی کی اصلی شاہراہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے اس نے رخ پھیر لیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ارتقائے فطری کی راہ کے خلاف بہ چلا ہے۔ چونکہ قدرت حد درجہ مہربان ہے، اس لیے اس نے فطری ہدایت بخشنے کے ساتھ ساتھ اس کا بھی سامان کیا ہے کہ وہ اپنے انبیاء و رسل بھیجتی رہی ہے، جو انسانوں کو ان کے ارتقاء کی صحیح سمت میں ہانکتے رہے ہیں۔ یعنی ان کو خالص خدا پرستی کے نقطہ تک لانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

انبیاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ جس گروہ کی طرف بھیجے جاتے ہیں اس کے نخلِ فطرت کے بہترین ثمر ہوتے ہیں، بہترین سیرت رکھتے ہیں، بہترین کلام سناتے ہیں، بہترین عمل دکھاتے ہیں اور ایک طویل مدت تک ایک اعلیٰ ترین فطرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک بہترین جماعت تیار کر دیتے ہیں، جو فطری ارتقا کی اصل شاہراہ پر اپنا مارچ بھی شروع کر دیتی ہے۔ اب اس کے بعد بھی اگر کچھ بلید ایسے ہیں جن کے کان فطرت کی صداؤں اور نبی کی نداؤں سے بالکل غافل ہیں تو ان کو قدرت کس کام کے لیے باقی رکھے! انسان بنا کے محض جینے، کھانے پینے اور بچے پیدا کرنے کے لیے تو ان کو رکھ چھوڑنا لاحاصل ہے۔ اس کے لیے تو حیوانات موجود ہی ہیں جو یہ سارے کام بھی کر رہے ہیں اور اپنے سے برتر نوع کی خدمت کر کے ارتقاء کی شاہراہ پر بڑھ بھی رہے ہیں۔ ان کی ہدایت کے لیے جو جتن کیے جا سکتے تھے وہ کیے جا چکے۔ اب صرف یہ چیز باقی رہ گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے یا تو حقائق کے تمام پردے اٹھا دے اور انہیں تمام عالمِ غیب و شہادت کی سیر کرا دے یا ہدایت پر مجبور کر دے۔ لیکن یہ اکراہ اور کشفِ حجاب اس آزادی اور اس قانونِ آزمائش کے خلاف ہے، جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، تو اب قدرت ان کو کس کام کے لیے جینے کی مہلت دے؟ یہ انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجز اس کے اب کیا کرے گا کہ جس غلط راہ پر خود چل پڑا ہے اسی پر ان کو بھی چلائے گا۔ جن پر اس کا قابو چلے گا اور ان کو بھی جو اس کی صلب سے پیدا ہوں گے : اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح ۷۱ : ۲۷) (اگر تو ان کو چھوڑے رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نابکاروں اور کافروں ہی کو جنم دیں گے)۔

اسی وجہ سے جن قوموں کے اندر انبیاء اور رسل بھیجے گئے، ان کے بارہ میں خدا کا قانون یہ رہا ہے کہ تکمیلِ دعوت اور اتمامِ حجت کے بعد ان کے صالحین کو چھانٹ کر الگ کر لیا گیا اور ان کے فاسقین و اشرار کو عذاب الٰہی کے ذریعے سے، یا اہلِ حق کے ہاتھوں ختم کر دیا گیا اور بقائے اصلح کا قانون اسی کا مقتضی ہے۔

یہ سنتُ اللہ انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے متعین ضوابط ہیں جو قرآن حکیم میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوتے ہیں اور استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سورۃ کافرون میں اس پر اجمالی اشارات ملیں گے۔ انبیاء کے علاوہ دوسرے اشخاص اور دوسری جماعتیں اس درجہ کا اتمام حجت نہیں کر سکتے کہ یہ طے ہو جائے کہ اب اس قوم میں قبولِ ہدایت کی صلاحیت باقی نہیں رہ گئی ہے، اس لیے ان کو یہ حق نہیں ملا کہ وہ غیر صالح افراد کو ختم کر دیں، الا آنکہ ایک شخص نے قبولِ ہدایت کے بعد رجعت و ارتداد اختیار کیا ہو۔ کیونکہ اس کا ایک مرتبہ ہدایت کو قبول کرنا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ اس پر حق روشن ہو چکا ہے۔ ان کو غیر صالح افراد کے باب میں صرف یہ حق ملا ہے کہ ان کے ہاتھوں سے قیادت کی باگ چھین کر ان کو اپنی ماتحتی میں رکھیں، تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلانے کے بجائے، ایک صالح قیادت میں رہ کر اور ایک سازگار ماحول میں پل کر، اگر کچھ گنجائش ہے تو اپنی اصلاح کر سکیں۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مذہب کا آغاز محبت کے جذبہ سے ہوا جو بچہ کی فطرت میں والدین کے لیے اور بالغوں کی فطرت میں والدین کے سوا منعم حقیقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے پیدا ہوا۔ اس محبت سے منعمِ حقیقی کے لیے شکر و حمد کا اور والدین کے ساتھ احسان کا جذبہ پیدا ہوا۔ منعمِ حقیقی کی حمد کے جذبہ نے اللہ کی عبادت کا تصور پیدا کیا جس نے نماز کی صورت اختیار کی اور والدین کے ساتھ احسان کے جذبہ نے ان کی خدمت اور ان کے لیے انفاق کا تصور پیدا کیا جس نے ترقی کر کے ایتاء ذی القربیٰ اور زکوٰۃ کی شکل اختیار کر لی۔ اس طرح روحِ انسانی کا ارتقاء شروع ہوا۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے تصور نے تمام عقائد و عبادات کو استوار کیا اور حقوق العباد کی ادائیگی کے تصور نے تمام اخلاق و معاملات کو استوار کیا۔ یہ فطرت اور خدا پرستی کی صراطِ مستقیم ہے۔ یہی ارتقائے روح کی اصلی شاہراہ ہے۔ اس کے ایک سرے پر ابونا آدم علیہ السلام ہیں اور دوسرے پر خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے بیچ میں وسطِ راہ پر، خدا کے ہزاروں لاکھوں انبیاء و رسل اور داعیانِ حق، تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے کھڑے ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اسی راہ پر چلنے کی دعوت دی، لیکن انسان بار بار اس راہ پر آ کر اس سے منحرف ہوتا رہا اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابیاں پیدا کرتا رہا۔ چنانچہ ہر نبی کو یہ کہنا پڑا "وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا" (الاعراف ۷: ۵۶) (اور ملک میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ برپا کرو)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۰

شرک کا اصلی سبب

پچھلے باب میں یہ بات نہایت وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ انسان کی فطرت کے اندر ایک منعمِ حقیقی کی محبت اور اس کے حمد و شکر کا جذبہ سب سے زیادہ قدیم اور سب سے زیادہ راسخ ہے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر قرآن کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا ہے اور ہر ابنِ آدم نے 'بلیٰ' کہہ کر اس عہد و اقرار میں شرکت کی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ (الاعراف - ۷: ۱۷۲)	اور یاد کرو، جب نکالا تمہارے رب نے بنی آدم سے ـــــ ان کی پیٹھوں سے ـــــ ان کی ذرّیت کو، اور ان کو گواہ ٹھہرایا خود ان کے اوپر۔ پوچھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ بولے: ہاں، تُو ہمارا رب ہے۔ ہم اس کے گواہ ہیں۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ مبادا قیامت کو تم عذر کرو کہ ہم تو اس سے بے خبر ہی رہے۔

بعض لوگ اس پر شبہ وارد کرتے ہیں کہ کیا معلوم اس قسم کا کوئی عہد ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیں نہ تو اس "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کے سوال کی کوئی خبر ہے اور نہ یہی یاد ہے کہ ہم نے "بلیٰ" کہہ کر کسی عہد کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ یہ دونوں باتیں محتاجِ ثبوت ہیں۔ بالخصوص جب کہ اس کی اہمیت اس درجہ ہے کہ قیامت کے دن بہرشکل یہ عہد ہر ابنِ آدم پر حجت ہوگا۔

حیرت ہے کہ لوگوں کو کیا یہ بات نہیں معلوم ہے کہ ایک انسان پانی کی ایک حقیر بوند کی شکل میں ماں کے پیٹ میں پڑتا ہے۔ ماں، نہیں معلوم کتنے مصائب جھیل کر اور کتنے دکھ اٹھا کر، نو مہینے اس کو پیٹ کے اندر ہی پالتی ہے۔ اپنے گوشت و خون سے اس کی پرورش کرتی ہے۔ پھر جان کی بازی کھیل کر ایک مضغۂ گوشت کی صورت میں اس کو جنتی ہے۔ پھر اپنے جسم کا ایک ایک قطرۂ خون دودھ بنا کر اس کو پلاتی ہے اور برسوں کی جان کاہیوں کے بعد اس کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ زمین پر چل پھر سکے۔ اس کے بعد باپ کے ایثار، اس کی شفقتوں، اس کی غور پرداخت اور تربیت و نگہداشت کا دور آتا ہے، جو ایک طویل عرصہ تک جاری رہتا ہے۔ اس عرصہ میں باپ جو کچھ اپنے لیے چاہتا ہے، اس سے زیادہ بچہ کے لیے چاہتا ہے۔ وہ خود کم کھاتا ہے تاکہ بچہ کو کھلائے۔ وہ خود تکلیف اٹھاتا ہے تاکہ بچہ کو آرام پہنچائے۔ وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈالتا ہے تاکہ بچہ ہر خطرہ سے محفوظ رہے۔ ماں باپ کی محبتوں، شفقتوں اور جانبازیوں کا یہ سلسلہ ہے جو ایک بچہ کو پال کر جوان بناتا ہے۔ اگر اس میں سے ایک کڑی بھی ٹوٹ جائے تو بچہ کی زندگی ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ اب فرض کیجیے بچہ جوان ہوا اور والدین بڑھاپے کو پہنچے۔ اب یہ محتاج ہیں اور وہ مستغنی۔ لیکن بیٹا ان کا کوئی خیال نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص اس کو والدین کے حقوق و فرائض یاد دلاتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ ماں باپ کے کچھ حقوق و فرائض بھی ہیں۔ مجھے اس قسم کے کسی فرض یا ذمہ داری کی کوئی خبر نہیں ہے۔ میں نے اس قسم کے کسی حق کا کبھی اقرار نہیں کیا ہے تو کیا اس کا یہ جواب معقول ہوگا؟ ہر شخص ایسے بیٹے کو کمینہ اور لئیم کہے گا۔ کیونکہ وہ ایک ایسے حق اور ایسی ذمہ داری کا انکار کر رہا ہے جس سے زیادہ ثابت حق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسلّم ذمہ داری کوئی اور نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری ہر استحقاق کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ بغیر تحریر کے نوشتہ، بغیر گواہی کے ثابت اور بغیر مطالبہ کے مسلّم ہے۔ یہ استحقاق (PRIVILEGE) اور ذمہ داری (RESPONSIBILITY) کا وہ فطری عہد ہے جس سے زیادہ انسان پر کسی عہد کی بھی پابندی عائد نہیں ہوتی۔

اسی بنیاد پر ایک انسان اس عورت کے لیے نان نفقہ اور حفاظت و حرمت کا حق تسلیم کرتا ہے جس سے متمتع ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر آدمی پر اس کے خاندان اور قبیلہ کی حفاظت و نصرت کے فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اسی بنیاد پر ایک شہر کی میونسپلٹی اپنے شہریوں کی کمائی میں حصہ دار بنتی ہے۔ اسی بنیاد پر ایک سلطنت اپنی رعایا سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے علم و قابلیت، اپنے وقت اور آزادی اور اپنے جان و مال میں اس کو شریک کریں اور اگر سلطنت کا وجود خطرہ میں پڑ جائے تو رعایا اس کے بچاؤ کے لیے سب کچھ قربان کر دے۔

اب فرض کیجیے ایک شخص ایک عورت کی حرمت کا مالک بن بیٹھا، لیکن اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری اور اس کے حقوق و فرائض سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس قسم کا کوئی اقرار نہیں کیا ہے یا ایک شہری میونسپلٹی کی سڑکوں پر چلتا تو ہے، اس کے حفظانِ صحت کے انتظام سے فائدہ تو اٹھاتا ہے، اس کے پارکوں اور چمنوں سے متمتع تو ہوتا ہے، اس کی جلائی ہوئی لالٹینوں سے روشنی تو حاصل کرتا ہے، اس کے قائم کیے ہوئے مدرسوں سے متتفع تو ہوتا ہے، لیکن جب اس کے مطالبات کا وقت آئے تو کہہ دے کہ میں اس قسم کی کوئی ذمہ داری تسلیم نہیں کرتا یا اسی طرح ایک آدمی ایک سلطنت کے اندر شہریت کے جملہ حقوق سے متمتع ہو رہا ہے، اس کے امن و عدل سے فائدہ اٹھا رہا ہے اس کے قانون اور نظام کی بدولت وہ ایک ملکیت کا مالک، ایک بیٹے کا باپ، ایک بیوی کا شوہر، ایک سلطنت کا شہری تو بنا ہوا ہے، لیکن جب سلطنت کے مطالبات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وقت آئے تو وہ جواب دے کہ میں اس مطالبہ کی ذمہ داری سے بری ہوں، میں نے اس قسم کے بار اٹھانے اور اس قسم کی جوکھم میں پڑنے کا کبھی اقرار نہیں کیا تھا تو کیا اس کے جوابات صحیح ہوں گے؟ بیوی کہے گی یہ عذر غلط ہے۔ جس دن تو نے میری حرمت پر آزادانہ تصرّف کیا اور میں نے اپنا جسم تیرے سپرد کیا، اسی دن تو نے ان ساری ذمہ داریوں کے لیے مجھ سے ایک میثاقِ غلیظ کیا ہے اور زبانِ خلق بیوی کو برحق اور شوہر کو لئیم اور کمینہ قرار دے گی۔ یہی جواب ایک قبیلہ اپنے بزدل اور حق ناشناس فرد کو دے گا۔ یہی جواب ایک میونسپلٹی اپنے نادہند شہری کو، ایک حکومت اپنے نمک حرام باشندے کو دے گی اور تمام دنیا اس جواب کو بالکل جائز اور ایسے کمینوں کے لیے ہر سزا کو بالکل واجبی قرار دے گی۔ کیونکہ ہر استحقاق کے ساتھ ذمہ داری کا لزوم اس قدر بدیہی ہے کہ آسمان کا سورج بھی اتنا بدیہی نہیں ہے۔

اسی استحقاق اور ذمہ داری کے فطری اور ہمہ گیر قانون کی بنا پر ہمارے گھر کی پلی ہوئی مرغی، ہمارے تھان پر بندھی ہوئی گائے اور گھوڑے، ہمارے چمن میں لگے ہوئے پودے اور ہمارے باغ میں اُگے ہوئے درخت کے بھی ہم پر حقوق ہیں اور ہم نہایت لئیم ٹھہریں گے، اگر ان حقوق کا انکار کر دیں۔ جس مرغی کے انڈے اور چوزے ہم کھاتے ہیں، لازم ہے کہ بلیوں اور کتوں سے اس کی حفاظت کریں، ہم جس گائے کا دودھ پیتے ہیں اور جس گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، ہم پر حق ہے کہ ہم ان کے گھاس اور دانے کے کفیل ہوں ہم جس پودے کے پھول سے معطّر مشام اور جس درخت کے پھل سے لذت اندوز اور خوش کام ہوتے ہیں، ہم پر واجب ہے کہ ان کو سینچیں، ان کو گوڑیں اور ان کو کھاد دیں اور سردی کی آفتوں اور لُو کی مصیبتوں سے ان کو بچائیں۔ ہم ان کے حقوق کا انکار نہیں کر سکتے۔ ہم نے جس دن ان کے وجود سے کسی قسم کی لذّت و راحت حاصل کی، اسی دن ان کے حقوق کا اقرار کر لیا۔ یہ استحقاق اور ذمہ داری کا عہد ہے جو ہر نافع اور منتفع میں از خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقع ہو جاتا ہے اور انسان کی فطرت اور دنیا کے معروف میں اس سے زیادہ کوئی چیز اہم اور واجب الاحترام نہیں ہے۔

اب غور کیجیے کہ جب ہم کو ماں باپ کے حقوق سے انکار کا حق نہیں ہے تو ان سے کہیں بڑھ کر اس کا حق ہے جس نے ماں باپ کو پیدا کیا ہے۔ جب ہمارے لیے بیوی کے حقوق سے انکار کی گنجائش نہیں ہے تو اس کے حق سے کیسے انکار ممکن ہے جس نے مرد کی سکینت کے لیے عورت کو وجود بخشا! جب ہم خاندان اور قبیلہ، بادشاہ اور سلطنت کے حقوق مانتے ہیں تو وہ جس نے خاندان اور قبیلہ کو وجود بخشا، جس نے بادشاہی اور سلطنت کی شیرازہ بندی کے لیے انسانی فطرت کے اندر عصبیت کی چسپیدگی اور اجتماعیت پسندی کی پیوستگی بخشی، ان سے کہیں بڑھ کر اس بات کا حق دار ہے کہ ہم اس کے عہدِ ربوبیت کا اقرار کریں۔ جب ہم مرغی اور بلّی تک کا حق مانتے ہیں، گائے اور گھوڑے تک سے ایک خاموش معاہدہ استحقاق و ذمہ داری کا اعتراف کرتے ہیں تو آخر اس کے عہد سے ہمیں کیوں انکار ہو، جس نے گائے اور گھوڑے، دشت و چمن، دریا اور پہاڑ، سورج اور چاند، ہوا اور پانی، آگ اور مٹی سب کو وجود بخشا اور سب کو ہماری ہستی کے قیام کے لیے سازگار اور نفع رساں بنایا۔[1]

پس یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ انسان کو اس عہد کا علم نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس عہد سے عہدہ برآ ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہم پچھلے باب میں بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اپنی محبت اور طلب کا جذبہ دے کر اس کی راہ میں خوف اور طمع، رغبت اور رہبت کے بہت سے عقبات ڈال دیے ہیں تاکہ اس کے اختیار و

---

[1] : یہاں اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ گیتا میں اس شخص کی مثال چور سے دی گئی ہے جو خدا کی نعمتوں سے فائدہ تو اٹھاتا ہے، لیکن اس کے لیے قربانی نہیں کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی کا امتحان ہو اور ہر شخص اپنی ہمت و قابلیت کے اعتبار سے خدا کے یہاں درجہ اور عزت حاصل کر سکے۔ یہی عقبات ہیں جو ایک طالبِ صادق اور ایک بوالہوس کے درمیان امتیاز کی کسوٹی ہیں۔ جو اہل ہمت ہوتے ہیں وہ تو ہر پست و بلند اور ہر سہل و صعب کو طے کرتے ہوئے خدا تک پہنچ کر ہی دم لیتے ہیں۔ نہ راہ کے کسی خطرہ کی پروا کرتے اور نہ کسی طمع کی طرف ملتفت ہوتے ہیں۔ وہ اپنی فطرت کی صدائے جرس برابر سنتے ہیں اور اس کی کشش انہیں اتنی مہلت ہی نہیں دیتی کہ وہ تلوے کے آبلوں اور کانٹوں کی جلن اور چبھن کا خیال کر سکیں لیکن جو پست ہمت اور دنی الفطرت ہوتے ہیں وہ ان عقبات میں سے کسی عقبہ کے پاس ہمت ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بس یہی دنارت اور پست ہمتی ہے جو درحقیقت غیر اللہ کی بندگی اور شرک کا اصلی سبب ہے۔ انسان اپنے درجہ اور علوئے منصب کا خیال نہیں کرتا اور اور جہاں کوئی گھنی چھاؤں یا کوئی خطرہ دیکھتا ہے وہیں کمر کھول کر بیٹھ جاتا ہے۔ یہ دنارت اور پست ہمتی جن گوناگوں شکلوں میں ظاہر ہوئی ہے اور اس نے انسان کو جس جس طرح غیر اللہ کی پرستش میں مبتلا کیا ہے، اس کی تفصیل کا تو یہاں موقع نہیں ہے، لیکن ذہن میں اس کا تصور پیدا کرنے کے لیے چند ضروری باتیں یہاں ہم ذکر کریں گے۔

سب سے پہلے اس بات پر غور کیجیے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذات کے اندر ایک چھوٹی سی بادشاہی بخشی ہے۔ اس کے وجود کی تقویم اس طرح فرمائی کہ اس کو بہترین قابلیتوں اور بہترین قوتوں سے آراستہ کیا۔ اس کو کھانے پینے، اوڑھنے پہننے، بیوی بچے، گھر گرہستی کی خواہشیں دیں تاکہ ان خواہشوں کی تحریک سے وہ اپنی بقائے ذات اور بقائے نوع کی قابلیتوں کو بروئے کار لا سکے۔ اس کو عقل عنایت فرمائی جو خیر و شر میں امتیاز کرنے والی ہے۔ دل عنایت فرمایا جو بلند ارادوں کا مخزن ہے۔ روح عنایت فرمائی جس میں اپنی طلب و جستجو ودیعت کی اور سب پر اس کو اختیار بخشا کہ وہ ان سب پر حکومت کرے اور ان کو اپنے رب کی رضا کی راہ میں استعمال کر کے خدا کے یہاں بلند سے بلند تر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ حاصل کرے۔ لیکن اس نے دیکھا کہ اس کو جتنی چیزیں ملی ہیں ان میں خواہشیں سب سے زیادہ لذیذ ہیں، ان کی لذت نقد اور ان کا نفع عاجل ہے۔ پس وہ ان کا اس درجہ گرویدہ ہوا کہ اس نے اپنی ساری سلطنت ان کے حوالہ کر دی۔ اس نے اپنے حواسِ خمسہ کو حکم دیا کہ وہ خواہشوں کی اطاعت کریں اور جو کچھ انہیں مطلوب ہے صرف اس کی تلاش میں اپنے آپ کو سرگرم رکھیں۔ اس نے عقل کی عدالت معطل کر دی تاکہ ان خواہشوں کے خلاف کوئی مرافعہ نہ ہو سکے۔ اس نے دل کو بھی ان خواہشوں ہی کے تصرف میں دے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بس، وہ بطن و فرج کا بندہ بن کر رہ گیا۔ اور اس کی مثال بالکل اس بادشاہ کی ہو گئی جو اپنی کسی لونڈی پر اس درجہ فریفتہ ہو جائے کہ اپنے آپ کو اور اپنی پوری مملکت کو اس کے امر و نہی کے حوالہ کر دے اور اس کی سلطنت کے تمام شرفاء و علماء اور تمام مدبرین ملک و اعضائے سلطنت اس لونڈی کے غلام بن کر رہ جائیں یہ 'اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ' (الجاثیۃ۔ ۴۵ : ۲۳) (کیا دیکھا تم نے اس کو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے) کی صورت ہوئی اور ظاہر ہے کہ انسان کی فطرت نہیں بلکہ اس کی دنارت کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ماں باپ بنائے، بیوی بچے بخشے، خویش و اقارب دیئے، کنبہ و خاندان اور قبیلہ و قوم کی جمعیت بخشی، مال و جائداد عنایت فرمائی، جانوروں کے گلے دیئے تاکہ انسان ان کے اندر اور ان کے ذریعہ سے اپنی ان مدنی و اجتماعی قابلیتوں کو بروئے کار لائے جو اس کے اندر ودیعت ہیں۔ اور اس مدنیتِ فاضلہ کی تخلیق کرے جس کا وہ خدا کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے اہل ہے۔ لیکن انسان نے ان سارے وسائل مقصد کو اصلِ مقصد بنا لیا۔ وہ ماں باپ کی محبت میں ایسا مستغرق ہوا کہ اس نے پدر پرستی کی بنیاد ڈال دی۔ بیوی بچوں کی محبت میں ایسا گرفتار ہوا کہ اس کے حکموں کو بھول گیا۔ کنبہ و خاندان اور قبیلہ کی عصبیت میں اتنا پھنس گیا کہ ان کے لیے خدا اور اس کے رسولوں سے بغاوت کر بیٹھا۔ یہاں تک کہ اس محبت کے غلو میں اس نے آباء پرستی اور قبائلی دیوتاؤں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پرستش شروع کردی۔ وہ مال و جاہ زاد کے عشق میں ایسا مبتلا ہوا کہ انہی کو معبود خیال کرنے لگا۔ حد یہ ہے کہ جن جانوروں کو اس نے نافع پایا ان کو بھی اس نے دیوتا بنا لیا۔ گائے، بیل، ہاتھی، گھوڑے وغیرہ، سب اسی طرح اس کے دیوتا بن گئے۔ اللہ تعالٰے نے جو چیزیں بطور مرکب اسے عنایت کیں ان کو اس نے راکب بنا لیا اور جو چیزیں بطور کمند کے دیں کہ ان کے سہارے سے خدا تک پہنچ سکے، ان کمندوں کو اس نے اپنے پاؤں اور اپنی گردن میں پھندا بنا کر ڈال لیا۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں ایسی بخشیں جو انسان کے لیے یکسر نفع ہی نفع تھیں۔ اپنی نفع رسانیوں کے عوض میں، بیوی بچوں، قوم و قبیلہ اور گائے گھوڑے کی طرح آدمی سے کسی حق اور ذمہ داری کا مطالبہ نہیں کرتی تھیں، مثلاً سورج، چاند ستارے، قوسِ قزح، ابر، ہوا، آگ، پانی، زمین، دریا، پہاڑ، فضا کی چڑیاں وغیرہ۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے عنایت فرمائی تھیں کہ انسان ان کے وجود سے متمتع ہو اور ان کے حقوق کی ذمہ داری سے بالکل بے فکر رہ کر اپنے اوقات صرف رضائے مولا کے کاموں میں مشغول رکھ سکے۔ لیکن انسان نے جب دیکھا کہ اتنے نافع ہونے کے باوجود یہ اس سے کسی عوض کے طلب گار نہیں ہیں تو ان کی اس مفت فیض رسانی پر ایسا ریجھا کہ ان میں سے ہر نعمت کو اس نے منعم کا درجہ دے کر اس کی عبادت شروع کر دی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک بادشاہ اپنے کسی مقربِ خاص کو بہت سے غلام اور لونڈیاں عنایت کرے اور ان کی ساری ذمہ داریاں بھی اپنے سر لے تاکہ وہ مقربِ خاص اپنی اور اپنے خدام کی ساری ذمہ داریوں سے بالکل سبک دوش رہ کر اپنی ساری توجہ صرف سلطنت کے امورِ مہمہ پر صرف کر سکے، لیکن وہ مقربِ خاص ان غلاموں اور لونڈیوں کی اس بے مزد و بے صلہ خدمات پر اس طرح ریجھ جائے کہ ان ہی کو بادشاہ تصور کر کے ان ہی کی بندگی اور اطاعت کرنے لگ جائے اور بادشاہ اور اس کی سلطنت کو بالکل بھول جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح بہتوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی بارش کی، ان کو ملک و مال دیا، عزت و رتبہ بخشا، تخت و تاج عنایت کیا تاکہ ان کو آزمائے کہ وہ اس کی بندگی کرتے ہیں یا اس سے بغاوت کرتے ہیں، زمین پر اس کا قانون چلاتے ہیں یا اپنا قانون چلاتے ہیں، امن و عدل پھیلاتے ہیں یا ظلم و فساد پھیلاتے ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ سب کچھ ان کے استحقاق و قابلیت کا ثمرہ ہے، تکبر کیا اور بندگی کی جگہ خدائی شروع کر دی۔ کوئی یہ سمجھ بیٹھا کہ ہم خدا کے اوتار ہیں، جیسے مصر کے اوتار بادشاہ (GOD KINGS) اور ہندوستان کے قدیم راجے اپنے آپ کو دیوتا کی حیثیت سے اپنی رعایا سے پجواتے تھے۔ مسلمان بادشاہوں میں سے اکبر کو بھی اس کے جاہل اور خوشامدی درباریوں نے اسی قسم کے خبط میں مبتلا کر دیا تھا۔ کوئی اپنے تئیں آسمانی مخلوق خیال کرنے لگا۔ مثلاً چین جاپان کے بادشاہ اپنے آپ کو بشریت سے مافوق سمجھتے تھے مصر میں پہنچ کر سکندر بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ان طاغوتوں کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی غلام کو کچھ خدم و حشم دے کر اپنی مملکت کے کسی علاقہ میں انتظام پر مامور کرے اور وہ غلام خدم و حشم پا کر ایسا بدمست ہو کہ وہاں پہنچ کر اپنی بادشاہی کا علم گاڑ دے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بہتوں کو مال و متاع کی ذمہ داریوں سے سبک دوش رکھا اور مقصود اس سے انسان کے صبر و رضا کا امتحان تھا کہ دیکھے کہ یہ لوگ طمع دنیا میں پھنس کر خدا کے باغیوں ہی کو معبود بنا لیتے ہیں یا اپنے خشک نوالوں پر قانع رہ کر اپنی فطرت کے عہد پر قائم رہتے ہیں۔ لیکن بہتیرے اس امتحان میں پورے نہیں اترتے اور خدا کی جگہ اس کے باغیوں ہی کے تقرب کے طالب ہوئے اور ان کے لیے بندگی و نیازمندی کی وہ ساری رسمیں بجالائے جو رب کائنات کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہو سکتیں۔ ان ہی لوگوں نے خدا کے ان باغیوں کو ان کی زندگی میں خداوند نعمت اور ان داتا وغیرہ بنایا اور مرنے کے بعد ان کے مقبرے، سٹیچو اور بت تعمیر کرائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے بندوں پر روحانی برکتیں نازل کیں۔ بعض کو اپنا سفیر و پیغمبر بنایا۔ اللہ کے ان خالص و مخلص بندوں نے کبھی لوگوں کو غیر اللہ کی بندگی کی دعوت نہیں دی، لیکن کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ان کے دنیا طلب مریدوں اور ان کی محبت کے جھوٹے مدّعیوں نے بیشتر اپنے دنیاوی اغراض کے لیے ان کو لے جا کر خدا کی صف میں بٹھا دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور بہت سے اولیاء و مشائخ اسی طرح خدا کے شریک بنا دیے گئے۔

اسی طرح سیاسی و معاشی اغراض بھی اکثر شرک و بت پرستی کے باعث ہوئے۔ قدیم تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی قوموں نے دوسری قوموں کے بت محض ان کے ساتھ سیاسی تعلقات استوار رکھنے کے لیے پوجے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ فاتح قوموں نے مفتوح قوموں کی دل جوئی کے لیے ان کے بتوں کو اپنے معبدوں میں جگہ دی۔ ہندوستان میں اکبر نے اسی مقصد سے بہت سی خفیف الحرکتیاں کیں۔ قریش نے خانہ کعبہ کو تمام قبائلِ عرب کے بتوں کا معبدِ اعظم بنا دیا تاکہ اس طرح تمام قبائل پر اپنی سیادت رکھ سکیں۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی بارہا اس قسم کے رذیل مقاصد کے لیے پڑوس کی مشرک قوموں کے بت پوجے اور یہ تو ان کی تاریخ کی ایک عام حکایت ہے کہ انہوں نے مشرک قوموں کی عورتوں سے شادیاں کیں اور ان کے ساتھ ان کے اصنام اور ان کے مشرکانہ عقائد و رسوم بھی اپنے گھروں میں لائے اور پھر ان سے جو اولادیں پیدا ہوئیں وہ بھی لازماً شرک پر اٹھیں۔ مسلمانوں پر انگریزوں اور مغربی قوموں کے غلبہ اور ہندوؤں کے ساتھ اشتراک و ارتباط کی وجہ سے جو اثرات پڑے یا پڑ رہے ہیں ——— اور اگر حالات نہ بدلے تو پڑیں گے ——— وہ ہر واقفِ حال کے سامنے ہیں۔

یہ چند مثالیں طمع و رغبت کے عقبات کی بیان ہوئی ہیں۔ اب چند مثالیں عقبات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوف کی بھی لیجیے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں جو چیزیں ضرر ناک، خطرناک اور ہولناک نظر آئیں انسان نے ان کو بھی خدا کی خدائی میں شریک بنا لیا۔ انسان اپنی بے اعتدالیوں، اپنی گندگیوں اور اپنی کاہلیوں کے نتیجہ میں بیماریوں میں مبتلا کیا گیا تاکہ وہ اعتدال اور پاکیزگی و مستعدی کے اس نقطۂ کمال تک ترقی کرے جو اس کے احسنِ تقویم میں پیدا کیے جانے کا مقتضی ہے، لیکن انسان کے نفس پر اعتدال کی پابندیاں، صفائی کی احتیاطیں اور مستعدی کی زحمتیں شاق گزریں اور یہ سارے پاپڑ بیلنے کے بجائے اس نے سہولت اس میں دیکھی کہ ان بیماریوں کے اندر روحیں مان کر ان کی دُہائی دینے لگا اور ان کو نذریں اور قربانیاں پیش کرنے لگا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی شخص کو کسی پتھر سے ٹھوکر لگ جائے اور وہ بجائے اس کے کہ آئندہ آنکھیں کھول کر چلنے کا عہد کرے اور جلد بازی سے احتراز کرے، ٹھوکر لگانے والے روڑے کے پاس ایک مندر بنا کے بیٹھ جائے اور اس کے سامنے ڈنڈوت شروع کر دے۔ یا ایک شخص کے کپڑے میں جوئیں پڑ جائیں اور اس کو ستانے لگیں۔ تو نہانے اور کپڑے دھونے کی زحمت اٹھانے کے بجائے وہ ان کے دفع کرنے کی یہ تدبیر کرے کہ ہر صبح اس کی جے پکارنے لگے۔

اسی طرح انسان نے دیکھا کہ سانپ ڈستے ہیں، بچھو ڈنک مارتے ہیں، شیر اور بھیڑیے پھاڑ کھاتے ہیں۔ ان چیزوں کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی جہاں بہت سی حکمتیں ہیں وہاں ایک بہت بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو مدنیت، اجتماعیت اور صفائی کی اعلیٰ قابلیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے محرّک کا کام دیتی ہیں۔ یہ چیزیں انسان کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ جنگلوں کو صاف کر کے میدان بنائے، پہاڑوں کو تراش کر گھر بنائے، انفرادی زندگی کو ترک کر کے مدنی و اجتماعی زندگی اختیار کرے اور اس کے اندر حفاظت و مدافعت کی جو قابلیتیں پوشیدہ ہیں ان کو فروغ دے۔ اگر یہ درندے اور اژدہے نہ ہوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انسان خود ہی درندوں کے بھٹوں اور اژدہوں کے غاروں میں رہنے والی ایک مخلوق بن جاتا اور مدنیت کے یہ سارے جلوے جو آج نظر آرہے ہیں، ان میں سے ایک بھی ظہور میں نہ آتا۔ لیکن جن انسانوں کو یہ ساری تبدیلیاں شاق معلوم ہوئیں اور وہ جس حال میں تھے اسی میں انہوں نے پڑے رہنا چاہا، انہوں نے یہ سارے جتن کرنے کے بجائے ان کو جنگل کے دیوتا قرار دے کر ان کی پرستش شروع کر دی کہ اس طرح ان کو راضی رکھ کر ان کے خطرات سے مامون رہ سکیں گے۔ ان کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی کاہل الوجود انسان کسی گندی جگہ میں گھر گیا ہو یا کسی دھوئیں بھرے ہوئے مکان کے اندر بند ہو گیا ہو اور اس کی قوتِ شامہ اور اس کے تنفس کا دباؤ اسے مجبور کر رہا ہو کہ وہ باہر کسی کھلے میدان میں اور تازہ ہوا میں نکلے، لیکن اس کی کاہلی اس سے مانع ہو رہی ہو اور وہ غلاظت کے ڈھیر یا دھوئیں کی عبادت شروع کر دے کہ اے غلاظت کی روح! اور اے دھوئیں کے دیوتا! مجھ پر ترس کھاؤ، تمہاری دہائی ہے!

اسی طرح قدرت نے جو ہر گوشہ میں نہایت رحیم و مہربان واقع ہوئی ہے کبھی کبھی اپنے عدل اور جبروت کے پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے زمین کو ہلا دیا، کبھی پہاڑوں سے آگ برسا دی، کبھی ہواؤں کو طوفان بنا دیا، کبھی آسمان سے بجلیاں گرا دیں تاکہ انسان خدا کی رحمت کے غرّہ میں اس کے عدل کو بھول نہ بیٹھے، بلکہ اس کے قہر و غضب کو بھی یاد رکھے کہ اگر اس میں طغیان پیدا ہوا تو خدا ان ہی چیزوں میں سے، جو اس کی نفع رسانی کے لیے ہر وقت سرگرم کار ہیں، جس چیز کو چاہے گا اس کے لیے سرکش بنا دے گا۔ لیکن انسان بجائے اس کے کہ ان تازیانوں کے ڈر سے خدا کی طرف بھاگتا وہ ان تازیانوں ہی کی طرف بھاگا اور جس طرح اس نے نعمتوں کو منعم کی حیثیت دے دی تھی اسی طرح اس نے نقمتوں کے ان ذرائع کو منتقم کا درجہ دے دیا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک بادشاہ جس نے اپنی رعیت کو ہر طرح کا امن و چین دے رکھا ہو کبھی کبھی اپنی فوجی قوتوں کا مظاہرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے کہ رعایا یاد رکھے کہ جس بادشاہ کے پاس امن وراحت کے یہ سامان ہیں اس کے قبضۂ قدرت میں تادیب وتعذیب کی یہ قوتیں بھی ہیں، لیکن رعایا یہ کرے کہ ان قوتوں ہی کو بادشاہ بنا کر ان ہی کی تعظیم وبندگی کرنے لگ جائے اور خود بادشاہ کو نظرانداز کر دے۔

اسی طریقہ پر وہ لوگ بھی معبودین گئے جن کو ان کی سرکشی اور طغیان کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس لیے مہلت دی کہ وہ اپنی اجل مقدر کو پہنچ جائیں۔ نیز ان کے ذریعہ سے ان لوگوں کی جانچ ہو سکے جو کسی نوعیت سے ان کے زیردست ہیں کہ وہ اپنی روح کے عہد پر قائم رہتے ہیں یا اپنے جسم وتن کے مفاد کے لیے ان سرکشوں ہی کے آگے جھک جاتے ہیں اور انہی کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دیتے ہیں۔ اس زمرہ میں انسانوں کے اندر کے سرکش بھی شامل ہیں اور جنات کے اشرار بھی۔ دنیا کی پوری تاریخ میں ڈھیل اور آزمائش کا یہ قانون نمایاں نظر آتا ہے۔ فرعون، قارون، ہامان، ابولہب، ابوجہل اور ان کے راستوں پر چلنے والے تمام سرکش انسان ایک صف میں ہیں اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور محمد علیہم السلام اور اللہ کے تمام صالح اور مخلص وموحد بندے اس کی دوسری صف میں ہیں۔ یہ کشمکش ابتدا سے جاری ہے اور قانونِ الٰہی کے مطابق قیامت تک جاری رہے گی۔ کتنے ہیں جو اپنی روح کے تقاضوں کو جانتے ہوئے کسی طمع یا کسی اندیشہ سے ان جباروں اور طاغوتوں ہی کی عبادت شروع کر دیتے ہیں اور انہی کا کلمہ پڑھنے لگتے ہیں لیکن خدا کے کتنے بندے ایسے بھی نکلتے ہیں جو کسی حال میں بھی اپنے خدا اور اپنی روح سے شرمسار نہیں ہوتے اور نہ صرف خود ہی عہدِ الٰہی پر قائم رہتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شر کے اس خوف نے شر پرستی کو ایک مستقل دین بنا دیا ہے اور مجوسیوں نے خیر و شر کے دو خدا قرار دے کر دونوں کی پرستش کی اور ہندوؤں نے دنیاوی سلطنتوں کے ڈھنگ پر زندگی بخشنے والے، زندگی کی حفاظت کرنے والے اور زندگی لینے والے کی ایک تثلیث قائم کر دی۔ ایران اور ہندوستان کی قوموں میں زمانۂ قدیم سے فلسفہ کا ذوق غالب رہا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنی حماقتوں پر فلسفہ کا روغن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مل دیا ہے، ورنہ غور کیجیے تو یہ حقیقت صاف نظر آئے گی کہ ان کے اندر جو شرک پایا جاتا ہے وہ بھی انہی راستوں سے آیا ہے جن راستوں سے دنیا کی دوسری قوموں کے اندر آیا ہے۔ تعجب ہے کہ ان قوموں پر فلسفہ کے غلبہ کے باوجود کائنات کے اضداد کے اندر توافق کا راز واضح نہ ہو سکا، حالانکہ اس کے ہر تضاد کے اندر وہی وحدتِ مقصد مضمر ہے جو زوجین میں ہوتی ہے اور قرآن نے اس کو گوناگوں شکلوں میں بیان کیا ہے، جس کی تفصیل ہم نے 'حقیقتِ توحید' میں بیان کی ہے۔

یہ چند مثالیں محض رہنمائی کے لیے ذکر کی گئی ہیں۔ آپ بت پرستی کی کوئی تاریخ اٹھا کر اس نقطۂ نظر سے پڑھ ڈالیے، آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ غیر اللہ کی اطاعت و عبادت، خواہ وہ مردہ خداؤں کی پوجا کی شکل میں ہو یا زندہ خداؤں کی بندگی کی صورت میں، نتیجہ ہے صرف انسانوں کی دناءت کا۔

اسی دناءت ہی کی ایک شکل تقلیدِ اعمیٰ بھی ہے۔ انسانوں کے ایک حصہ نے نہ تو کبھی خود حقیقت پر غور کیا نہ دوسرے کرنے والوں اور خدا کے بھیجے ہوئے بندوں کی دعوت پر غور کیا۔ انہوں نے باپ دادا کو جس دھرے پر پایا اس پر آنکھیں بند کر کے چلتے رہے۔ ان کو یہ کام بڑا مشکل معلوم ہوا کہ باپ دادا کے رستے سے کوئی الگ راہ نکالیں۔ لیکن اگر انسان جانور نہیں ہے، بلکہ ایک عاقل اور صاحبِ اختیار و ارادہ مخلوق ہے، تو جانور بن جانا اور اپنی عقل کو معطل کر دینا اس کی دناءت ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو طریقۂ آبار کے اندھے مقلد نہیں تھے، بلکہ انہوں نے روشِ قدیم میں بہت کچھ تبدیلیاں پیدا کیں اور اپنے فکر و نظر کے زور سے وقت کے رجحانات کا رخ پھیر دیا۔ بعضوں نے اس راہ میں بڑی بڑی قربانیاں بھی کیں۔ یہاں تک کہ بعض ہمت دردں نے زہر کا پیالہ تک پی لیا، بایں ہمہ توحید کا راز ان پر نہ کھل سکا اور وہ انہی ضلالتوں میں بھٹکتے رہے جن میں ان کی پوری قوم بھٹک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر ایسے تھے جو بہت سے عقبات طے کرنے کے باوجود قوم پرستی کے عقبہ کو عبور نہ کر سکے اور توحیدِ خالص تک پہنچنے کے لیے یہ شرط ہے کہ آدمی کوئی تسمہ لگا نہ چھوڑے اور یہ سعادت یا تو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو حاصل ہوتی ہے یا ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ان کی پیروی کی ہمت کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توفیق پائیں۔

اوپر ہم نے شرک کا جو سبب بیان کیا ہے قرآن مجید اور قدیم صحیفوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ قرآن میں شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (لقمٰن - ۳۱ : ۱۳) (بے شک شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے)۔ ظلم عدل کا ضد ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کی حق تلفی کرنا۔ اوپر ہم یہ بات تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ انسان پر سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔ پس اس کے حق میں کسی کو ساجھی قرار دینا لازماً سب سے بڑے حق کو تلف کرنا ہے، اس وجہ سے یہ ظلم عظیم ہوا اور حق تلفی کا دناءت ہونا بدیہی ہے اور جس درجہ کی حق تلفی ہوگی اسی درجہ کی دناءت بھی ہوگی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قدیم صحیفوں میں مشرک کو چھنال سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تورات میں یہ مضمون اکثر بیان ہوتا ہے کہ خداوند خدا غیور ہے، جس طرح تم یہ نہیں پسند کرتے کہ تمہاری بیوی غیر کی بغل میں سوئے، اسی طرح وہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا بندہ غیر کی بندگی کرے۔ قرآن مجید کی پاکیزگی بیان نے اس تشبیہ کو بعینہٖ تو نہیں اختیار کیا ہے، لیکن اس کے مفہوم کو نہایت خوبی کے ساتھ لے لیا ہے۔ چنانچہ بعض جگہ قرآن میں مشرک اور زانی اور مشرکہ اور زانیہ کو ایک جگہ جمع کیا ہے، مثلاً سورۂ نور میں فرمایا ہے: اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (النور - ۲۴ : ۳) (زانی نہ نکاح کرنے پائے مگر کسی زانیہ یا مشرکہ سے اور کسی زانیہ سے نکاح نہ کرے مگر کوئی زانی یا مشرک۔ اور اہل ایمان پر یہ چیز حرام ٹھہرائی)۔ دو چیزوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ساتھ اجتماع بغیر کسی اشتراک کے نہیں ہوا کرتا۔ اس اصل کو سامنے رکھ کر آدمی جب غور کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مشرک اور چھنال عورت میں نہایت گہری اخلاقی مناسبت ہے۔ چھنال اپنے تئیں ایک مرد کے حبالۂ عقد میں دیتی ہے، اس کو اپنی حرمت کا مالک بناتی ہے، اس سے نان ونفقہ اور تمام حقوق حاصل کرتی ہے اور پھر اس کے حق اور اس کی حرمت میں ایک غیر مرد کو شریک کرتی ہے۔ ٹھیک یہی حال ایک مشرک کا ہے۔ وہ خدا سے ربوبیت کا اقرار کرتا ہے، بلیٰ کہہ کر اس کے ساتھ اپنی بندگی کا عہد باندھتا ہے، رہتا اس کے گھر میں ہے، کھانا اس کا کھاتا ہے، پانی اس کا پیتا ہے، کپڑے اس کے دیئے ہوئے پہنتا ہے اور اس کے پاس جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے، لیکن اس کے باوجود وہ بندگی غیر کی کرتا ہے، محبت کا دم دوسروں کے لیے بھرتا ہے۔ یہ اخلاقی حالت ایک زانیہ کی ہوسکتی ہے یا ایک مشرک کی روئے زمین پر یہی دو بے وفائیاں ایسی ہیں جو ایک دوسرے کے لیے مثال بن سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکوں کو قرآن نے خائن بھی کہا ہے اور خیانت عورت کی بے وفائی اور عہد شکنی کے لیے عربی زبان کا ایک مشہور لفظ ہے۔

یہیں سے یہ نکتہ بھی حل ہوگیا کہ قرآن مجید میں کیوں بار بار یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری خطاؤں کو، جس کے لیے چاہے گا، معاف کردے گا مگر شرک کو نہیں معاف فرمائے گا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایک شریف اور غیور شوہر اپنی بیوی کی ہر غلطی معاف کرسکتا ہے، لیکن اس کی بے وفائی کو کبھی معاف نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو وہ شوہر نہیں ہے، بلکہ ایک دیوّث، کمینہ، لئیم اور بے غیرت جانور ہے۔ جب انسان کی غیرت کا یہ عالم ہے تو پھر اس کی غیرت کا تصور کون کرسکتا ہے، جس کے جمالِ غیرت کے ایک ادنیٰ پرتو سے یہ تمام عالم جمالِ عفت وحمیت سے نورانی ہوا۔ وہ اس بندہ کو کیسے معاف کرسکتا ہے جس نے غیر کی بندگی کا داغ اپنے دامن پر لیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، چنانچہ فرمایا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ، یکسر پاک، سراپا سُکھ، امن بخش، معتمد، غالب، زور آور، صاحب کبریاء۔ اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جن کو لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

(الحشر - ۵۹ : ۲۳)

اس آیت کے اسمائے حسنیٰ میں سے خصوصیت کے ساتھ متکبّر کی صفت پر غور کرنا چاہیے اور پھر اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ اس کے ساتھ ہی کس طرح شرکاء اور ہم سروں سے اپنا پاک اور برتر ہونا بیان کیا ہے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو متکبّر اور غیور ہے اور جس کے سوا کسی کے لیے بھی کبریائی زیبا نہیں ہے، اس کی غیرت و کبریائی کبھی کسی شریک کو گوارا نہیں کر سکتی۔

زنا اور شرک کی اسی مناسبت کی وجہ سے شرک کو جگہ جگہ رِجس (ناپاکی) کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور مشرکوں کو نجس بھی کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان خائنوں سے جو اس ناپاکی سے آلودہ ہیں اپنے حرم کو پاک کرنے کا حکم دیا ہے کہ خدا اپنے حرم میں بے وفاؤں کی موجودگی گوارا نہیں کر سکتا۔ اور یہ قانونِ الٰہی مقرر ہے کہ جو جماعت اس نجاست میں آلودہ ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کی زد میں آجاتی ہے یہاں تک کہ جو لوگ شرک کی اصلی حقیقت سے واقف ہیں وہ پہلے سے اس قوم کی موت کا فیصلہ کر دیتے ہیں جو شرک کے جراثیم قبول کر لیتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ کسی قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کا غضب اس وقت مقدّر ہو جاتا ہے جب وہ شرک کی نجاست میں آلودہ ہو جاتی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ (الاعراف - ۷ : ۷۱)

اس نے کہا: تم پر تمہارے رب کی جانب سے ناپاکی اور قہر مسلّط ہو چکے ہیں۔ کیا تم مجھ سے کچھ فرضی ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو، جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ چھوڑے ہیں جن کی خدا نے کوئی دلیل نہیں اتاری! سو تم بھی انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

شرک سے خدا کے حقوق جس طرح تلف ہوتے ہیں یہ بالاجمال اس کا بیان تھا۔ اب اس پہلو پر غور کیجیے کہ شرک خود اپنے نفس پر بھی سب سے بڑا ظلم ہے، اور اس اعتبار سے بھی یہ دناءت اور رذالت ہی ہے۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو عزت بخشی ہے اور اس کو جو قوتیں اور قابلیتیں عنایت کی ہیں اگر وہ دو ناتوانیوں، یعنی بچپن اور بڑھاپے کی بے چارگیوں کے درمیان گھری ہوئی نہ ہوتیں تو اس کے لیے دعوائے فرعونی بھی ناموزوں نہ تھا۔ اس کی طبیعت کی بلندی اور تمام کائنات پر اس کے شرف و فضیلت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ کسی کی بندگی کرنے کے بجائے خود معبود بننے کا خواہش مند ہوتا۔ لیکن ان تمام عظمتوں کے باوجود جب وہ دیکھتا ہے کہ نہ میں خود اپنے آپ کو اس دنیا میں لایا ہوں، نہ یہاں اپنے آپ کو رکھنے ہی پر قادر ہوں اور نہ میں نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کسی چیز کو بنایا، نہ ایک مکھی یا بھنگے کے بنا سکنے کی بھی مجھے قوت حاصل ہے تو وہ ضعف و عجز کے تذلّل اور شکر و سپاس کے خشوع کے ساتھ ایک ان دیکھی ہستی کے سامنے اپنے تئیں ڈال دیتا ہے اور یہ وہ اس لیے کرتا ہے کہ ایسا کرنے پر اپنے آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کو مجبور پاتا ہے۔ اس کے بغیر نہ اس کی عقل مطمئن ہوتی ہے، نہ اس کے دل کو چین نصیب ہوتا ہے، نہ اس کائنات کا معمہ ہی حل ہوتا ہے۔ یہ کر چکنے کے بعد جہاں تک اس کی اپنی ذات کا تعلق ہے اس کے دل کی ساری پریشانیاں اور عقل کی ساری الجھنیں دور ہو جاتی ہیں اور کائنات کے اسرار کو حل کرنے کے لیے اس کو وہ سرا مل جاتا ہے جس سے ساری گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اس ایک کے سوا کچھ اور بھی ہیں جن کے آگے سر جھکانا ہے تو اس کا بارِ ثبوت اس شخص کے ذمہ ہے۔ وہ تو یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا کہ میرے نفس کی بلندی نے یہ ایک کے آگے پست ہونا اس لیے گوارا کر لیا کہ اس کے بغیر پناہ نہیں تھی اور اس کے بارہ میں ہم اور تم دونوں متفق ہیں۔ باقی اس کے علاوہ جن کا تم ذکر کرتے ہو ان کی دلیل تم خود لاؤ، مجھے خواہ مخواہ بہت سے خدا بنانے کا شوق نہیں ہے۔ میرے لیے تو ایک ہی رب و مولیٰ بس ہے۔ جب کوئی غلام یہ نہیں پسند کرتا کہ کئی آقاؤں کی غلامی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے تو میں یہ ذلت و دناءت کیوں گوارا کروں کہ بہت سے ارباب کا بندہ بنوں:

أَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔	کیا الگ الگ بہت سے رب بہتر ہیں، یا اکیلا اللہ ہی سب پر حاوی و غالب؟
(یوسف - ۱۲ : ۳۹)	
ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۔	اللہ تمثیل بیان کرتا ہے ایک غلام کی جس میں کئی مختلف الاغراض آقا شریک ہیں اور ایک دوسرے غلام کی جو پورے کا پورا ایک ہی آقا کی ملک ہے۔ کیا ان دونوں کا حال یکساں ہوگا۔ سزاوار شکر صرف اللہ ہے لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں سمجھتی۔
(الزمر - ۳۹ : ۲۹)	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن جودنی الفطرت تھے انہوں نے اپنے نفس کی کوئی قدر نہیں کی اور خدا کی خلافت کا رتبہ پاکر انہوں نے اپنے حقیر سے حقیر خادموں اور اپنے ہی جیسے انسانوں کو اپنا رب بنایا اور اپنے نفس کی وہ اہانت کی جس سے بڑی کوئی اہانت نہیں ہو سکتی: "وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ" (الحج-۲۲-۱۸) (اور جن کو خدا ذلیل کر دے تو ان کو کوئی دوسرا عزت دینے والا نہیں بن سکتا)۔ "وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ" (الحج - ۲۲-۳۱) (اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے، اس کی مثال یوں ہے کہ وہ آسمان سے گرے اور چڑیاں اس کو اچک لیں یا ہوا اس کو کسی اور دور دراز جگہ میں لے جا پھینکے) میں اسی رذالت و دناءت کی طرف اشارہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲

حقیقتِ توحید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدّمہ

توحید کے دلائل پر غور کرنے سے پہلے چند امور کو بطور مقدمہ سامنے رکھنا نہایت ضروری ہے۔

قرآن کے اوّلین مخاطب:

قرآن مجید کے اوّلین مخاطبوں میں سے کوئی گروہ بھی، جیسا کہ 'حقیقتِ شرک' میں ہم بیان کر چکے ہیں، خدا کا منکر نہیں تھا۔ بنی اسماعیل تھے جو نہ صرف یہ کہ خدا کو مانتے تھے بلکہ اس کے لیے بہت سی اعلیٰ صفتوں کا بھی اقرار کرتے تھے۔ ان میں جو کفر تھا وہ خدا کے انکار کی بنا پر نہیں تھا بلکہ بعض ایسی باتوں کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کی وجہ سے تھا، جن سے خدا کی اعلیٰ صفات یا ان کے لوازم کا انکار لازم آتا تھا یا ان صفات اور ان کے لوازم میں دوسروں کی حصہ داری لازم آتی تھی۔ بنی اسرائیل تھے، جو خدا اور اس کی تمام صفاتِ حسنیٰ کے بھی قائل تھے اور ان کے لوازم اور نتائج کا بھی اقرار کرتے تھے لیکن ساتھ ہی بعض ایسی اعتقادی و عملی گمراہیوں میں مبتلا ہو گئے تھے جو ان کے تسلیم کردہ عقائد سے بالکل متناقض تھیں اور جن سے یا تو کفر لازم آتا تھا یا شرک ——— چنانچہ قرآن مجید نے ان دو گروہوں سے ان کو منکرِ خدا فرض کر کے گفتگو نہیں کی ہے بلکہ ان کے مسلّمات کو بنیاد قرار دے کر ان کی صرف ان باتوں کی تردید فرمائی ہے جو انہوں نے ان مسلّمات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بالکل متناقض اپنے اندر جمع کرلی تھیں۔

یہ حال صرف قرآن کے ابتدائی مخاطبوں ہی کا نہیں تھا بلکہ، جیسا کہ ہم نے 'حقیقتِ شرک' میں بیان کیا ہے، دنیا کی قدیم قوموں میں خدا کا انکار بہت کم پایا جاتا ہے۔ ماضی کی تمام قوموں میں کسی نوعیت سے ایک معبود کا تصور ضرور موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس تصور کے اردگرد ایسے اوہام کا حصار ہے کہ نہ تو اس سے اس کائنات کے معمہ کو حل کرنے کے لیے کوئی روشنی حاصل ہوتی نہ ایمان وعمل صالح کی بنیادیں استوار ہوتیں۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ خدا کا انکار، جو بداہت کا انکار ہے، صرف عہدِ حاضر کی پیداوار ہے۔ اس طرح کی سوفسطائیت اگر تاریخ میں کبھی ظاہر بھی ہوئی ہے تو وہ صرف ایک چھوٹے سے حلقہ کے اندر محدود رہی ہے۔ ایک باضابطہ دین کی حیثیت اس نے صرف اس زمانہ میں حاصل کی ہے۔

قرآن کا طرزِ استدلال:

یہی وجہ ہے کہ قرآن اثباتِ الوہیت کے باب میں، ہمارے متکلمین کے طریقہ پر، اثباتِ باری سے اپنی بحث کا آغاز نہیں کرتا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو اس کا سارا خطاب مقتضائے حال سے بعید اور کلام موثر کی خصوصیات سے محروم ہو جاتا اور وہ حکمتِ بالغہ، جس نے دلوں اور روحوں میں ایک ہلچل پیدا کردی، ایک خشک دبے اثر متکلمانہ جدل کی شکل اختیار کرلیتی اور کلام کا بڑا حصہ بالکل بے موقع اور بے ضرورت ہو جاتا۔ بلکہ قرآن نے اپنے مخاطبوں کی ذہنیت کے اعتبار سے ان پر حجت قائم کی اور ان کی رایوں اور ان کے عقائد میں جو غلطی اور کجی تھی وہ ان کے سامنے کھول کر رکھ دی کہ یا تو وہ صحیح اور صریح حق کو قبول کرلیں اور اگر اس سے انکار کریں تو ہٹ دھرمی اور حمیتِ جاہلیت کے سوا ان کے لیے کوئی اور جائے پناہ باقی نہ رہ جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن چونکہ الوہیت کا مسئلہ نہایت اہم ہے، یہ مرکزِ دین اور مبدأ ایمان ہے، جب تک یہ سرا ہاتھ نہ آجائے اس وقت تک نہ اس کائنات کا معمہ حل ہو سکتا ہے نہ آدمی کا کوئی قدم آگے بڑھ سکتا ہے ورنہ حق و باطل اور برّ و اثم کے اصول قائم ہو سکتے ہیں- نیز قرآن مجید ایک ابدی ہدایت کا صحیفہ ہے، کسی خاص قوم یا کسی خاص عہد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، اس کو بنی نوع آدم کی تمام گمراہیوں کا قیامت تک کے لیے علاج کرنا ہے، اس وجہ سے اس نے اس باب میں ایک ایسا جامع اسلوب بیان اختیار فرمایا، جس سے ایک طرف اللہ تعالیٰ کا تمام صفاتِ کمال مثلاً خلق، رحمت، علم، قدرت، عدل اور حکمت وغیرہ سے متصف ہونا ثابت ہو، تاکہ ان لوگوں پر حجت پوری ہو سکے جو کسی نہ کسی نوعیت سے کسی معبود کا عقیدہ تو رکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقی صفات کے تصور سے قاصر ہیں اور دوسری طرف ان لوگوں پر بھی حجت قائم ہو سکے جو سرے سے خدا کے وجود ہی کے قائل نہ ہوں۔

پس قرآن میں الوہیت کا دعویٰ، مخاطب کے اعتبار سے تین مختلف شکلوں میں نمودار ہوا ہے۔ ایک شکل وہ ہے جو خالص منکرین کے لیے حجت ہے۔ ان کے لیے جابجا توحید کی تقریر ایسے جامع اسلوب میں ہوئی ہے کہ اس سے خدا کا اثبات بھی ہوتا ہے اور اس کی یکتائی بھی ثابت ہوتی ہے۔ دوسری شکل ان لوگوں کے لیے اختیار کی گئی ہے جو خدا کو تو مانتے ہیں، لیکن اس کے صفاتِ حسنیٰ کے تصور میں بھٹک گئے ہیں۔ ان کے سامنے خدا کے صفاتِ حسنیٰ سے متصف ہونے پر تقریر کی گئی ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو خدا کو صفاتِ کمال سے متصف تو مانتے ہیں، لیکن ساتھ ہی بعض متناقض اعمال و معتقدات میں گرفتار ہیں۔ ان کے سامنے ان باتوں کی تردید کی گئی ہے جو انہوں نے اپنے اقرار سے بالکل مختلف، اپنے اندر جمع کر لی ہیں۔

استدلال کی مذکورہ بالا دو قسموں کے مخاطب بالعموم بنی اسماعیل ہیں۔ ہر چند وہ خدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے منکر نہ تھے، لیکن خدا کی صفات کے باب میں ان کا ذہن نہایت الجھا ہوا تھا۔ اس وجہ سے قرآن نے ان کے سامنے توحید کی تقریر اس طرح فرمائی کہ وجودِ باری کے باب میں بھی ان کے ذہن کی ساری الجھنیں دور ہو جائیں۔ چنانچہ ان کو مخاطب کر کے قرآن نے جو کچھ کہا ہے وہ قیامت تک کے لیے ان تمام گروہوں پر حجت ہے جو منکر و ملحد ہیں یا خدا کی صفات کے باب میں ان کے دماغ میں الجھنیں ہیں۔ استدلال کی تیسری قسم کے مخاطب اصلاً بنی اسرائیل ہیں جو تورات اور انجیل پر ایمان کے مدعی تھے، لیکن اپنے مسلمات کے بالکل خلاف انہوں نے بہت ساری باتیں مان رکھی تھیں۔ ان پر جس نہج سے دلیل قائم کی گئی ہے وہ قیامت تک کے لیے ان تمام گروہوں پر حجت ہے جو خدا کی صفات اور ان کے لوازم کے باب میں کسی علمی و اعتقادی تناقض میں مبتلا ہوں۔ بعض مقامات میں اس طرح کے استدلال کے مخاطب بنی اسماعیل بھی ہیں، لیکن اس کی ایک خاص حد ہے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

قرآنی استدلال کی اساس:

اسی طرح قرآنی استدلال کی اساس اور اس کے مبدأ و ماخذ کو بھی سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ قرآن کے دلائل یا تو مخاطب کے اقرار پر مبنی ہوتے ہیں یا ایسے مستقل اصولوں پر قائم ہوتے ہیں جو مخاطب کے اقرار و انکار سے بالکل بالاتر ہوتے ہیں۔ پھر اس دوسری قسم کی دو قسمیں ہیں یا تو ان دلائل کا ماخذ خود انسان کے نفس کے اندر ہے یا خارج میں۔ پہلی قسم کو ہم دلائلِ انفس سے تعبیر کریں گے اور دوسری کو دلائلِ آفاق سے۔ یہ سب ملا کر قرآنی استدلال کی تین قسمیں ہوئیں۔

۱۔ وہ استدلال جو مخالف کے اقرارات و اعترافات پر مبنی ہے۔ اس کے کئی پہلو ہیں۔ مثلاً جو قومیں کسی الٰہ کو مانتی ہیں، ان کے لیے لازم ہے کہ ان تمام صفتوں اور باتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مانیں جن پر یہ لفظ مشتمل ہے یا جو قومیں اللہ کی بنیادی صفتوں کو مانتی ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ ان صفتوں کو بھی مانیں جو ان صفتوں کے لوازم میں سے ہیں۔ نیز ان صفات سے ان کی تنزیہ کریں جو ان صفات کے منافی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ان صفتوں کے تسلیم کرنے سے آدمی پر جو ذمہ داریاں اور حقوق واجب ہوتے ہیں ان کا بھی اقرار کریں۔ نیز جو قومیں کوئی آسمانی صحیفہ رکھتی ہیں یا اپنے پیچھے کوئی تاریخ رکھتی ہیں یا اپنی سوسائٹی کے اندر نیکی اور بدی کا کوئی اخلاقی ضابطہ رکھتی ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ ان کی بنیادی صداقتوں سے، ان کے معروف مسلّمات سے، اور ان کے بدیہی منطقی نتائج سے گریز نہ کریں۔ ایسا کرنا اپنے تسلیم کردہ مقدمہ سے فرار اور خود اپنے منہ سے اپنے آپ کو جھٹلانا ہے۔

۲- دوسری قسم دلائلِ آفاق کی ہے۔ اس کے بھی مختلف پہلو ہیں۔ سب سے پہلے وہ قوانین ہیں جن کا اس کائنات میں ہر آن مشاہدہ ہو رہا ہے اور جن سے ایک خدا کی اور اس کی ان تمام صفتوں کی شہادت مل رہی ہے جو قرآن نے خدا کے لیے بیان کی ہیں۔ پھر وہ قوانین ہیں جو اس کائنات کے واقعات و حوادث اور قوموں کے عروج و زوال میں کارفرما نظر آتے ہیں اور جو درحقیقت انہی صفات کے مظاہر ہیں جن سے خالقِ کائنات متصف ہے۔

۳- تیسری قسم دلائلِ انفس کی ہے۔ ان کا ماخذ درحقیقت خود انسان کا نفس ہے اور اس سے ہماری مراد وہ فطری وجدان و اذعان ہے جو فاطر السمٰوات والارض نے نفوس کے اندر ودیعت فرمایا ہے۔ اس کے بعض پہلو بالکل واضح ہیں اور ہم برابر ان کا احساس کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو غافل و بلید انسانوں کی نگاہوں سے کبھی کبھی اوجھل ہو جاتے ہیں لیکن قدرت مختلف آزمائشیں بھیج بھیج کر ان پر تنبہ کرتی رہتی ہے۔

قرآن نے اپنے استدلال کے ان تینوں ماخذوں کی خود تصریح کی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ	ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں
وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ	گے اور خود ان کے اندر بھی، یہاں تک کہ ان
لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط اَوَلَمْ يَكْفِ	پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ قرآن بالکل حق ہے۔
بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ	اور کیا تیرے رب کا ہر بات کا شاہد ہونا کافی
اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ	نہیں ہے! آگاہ کہ یہ لوگ اپنے رب کے
رَبِّهِمْ ط اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ	حضور پیشی کے باب میں شک میں ہیں!
مُّحِيْطٌ ۝	آگاہ کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے!

(حٰمٓ السجدۃ - ۴۱: ۵۳-۵۴)

ان آیات میں دعوی روزِ جزا اور قیامت ہے۔ اس پر پہلے دلائلِ آفاق کا حوالہ دیا ہے۔ پھر دلائلِ انفس کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی صفات سے استدلال کیا ہے جن کا یا تو مخاطب کو اقرار ہے یا ان صفات کا اقرار ہے جن پر یہ صفتیں مبنی ہیں۔

اس سے زیادہ واضح مثال سورۃ ذاریات میں ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ	اور زمین میں بھی نشانیاں ہیں یقین کرنے
وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝	والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر بھی،
وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا	کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور آسمان میں تمہاری
تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ	روزی بھی ہے اور وہ چیز بھی جس کی تم کو
وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ	وعید سنائی جا رہی ہے۔ پس آسمان و
اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝	زمین کے خداوند کی قسم، یہ بات شدنی ہے
(الذّٰریٰت - ۵۱: ۲۰-۲۳)	جس طرح تم بول دیتے ہو۔

یہاں بھی دعویٰ جزا و سزا کا وقوع ہے۔ ان آیات سے اوپر اسی دعوے پر آسمان و زمین کی شہادتیں پیش کی ہیں جن سے نہایت واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فاطر کی پسند یہ نہیں ہوسکتی کہ وہ اس دنیا کو پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ دے۔ اس کائنات کے سنن و قوانین اور اس کی تاریخی سرگزشتیں اور ان کے احوال و نتائج اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ بدلہ کا ایک دن ضرور آنے والا ہے جس دن بدکار اپنی برائیوں کا بدلہ پائیں گے اور نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کا صلہ ملے گا اور پھر ایک جامع بات فرمائی کہ آسمان و زمین اور تمہارے نفوس کے اندر دلیلیں موجود ہیں۔ یہ آفاقی و انفسی دلائل کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد آسمان و زمین کے رب کی قسم بطور شہادت کھائی اور اصل دعویٰ پر اپنی ربوبیت سے استدلال کیا۔

یہ دو مثالیں قرآن مجید سے ہم نے محض یہ دکھانے کے لیے بیان کی ہیں کہ قرآن نے اپنے استدلال کی بنیادیں خود بیان فرما دی ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان تینوں ماخذوں سے قرآن نے اپنے بنیادی دعاوی: توحید رسالت اور معاد پر کس کس طرح استدلال کیا ہے تو اس کی تفصیل اپنے اپنے محل میں آئے گی۔ یہاں ہمارا مقصود بالاجمال قرآنی استدلال کی اساسات کی طرف اشارہ کرنا تھا۔

بعض ضروری تنبیہات:

لیکن ہمارے اس بیان سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہم نے جس طرح قرآن کے استدلال کو علیحدہ علیحدہ قسموں میں بانٹ دیا ہے اسی طرح قرآن میں ان کا بیان بھی الگ الگ ہے بلکہ جس طرح آپ نے دیکھا کہ مخاطب کے اعتبار سے قرآن کے طرزِ استدلال اور اس کی اساس استدلال میں تبدیلیاں ہوئی ہیں اسی طرح مخاطب کے اختلاف ہی کی وجہ سے اس کے بیان کی بلاغتوں کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ کہیں صرف مخاطب کے مسلّمات سے حجت پیش کی گئی ہے، کہیں دلائل انفس مذکور ہوئے ہیں اور کہیں تینوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح اصل دعویٰ میں بھی اشتراک و انفراد ہے۔ کہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید پر استدلال ہے، کہیں صرف معاد پر، کہیں ان میں سے دو جمع کر دیے گئے ہیں اور کہیں تینوں کا اجتماع ہے۔ ان میں فرق و امتیاز کرنا ایک ناقد بصیر کا کام ہے۔ پھر قرآن میں استدلال کا طریقہ بالکل فطری ہے اس وجہ سے جو لوگ استدلال و نظر کے صرف مصنوعی طریقوں ہی کے عادی ہیں، وہ قرآنی استدلال کی اصل قوت کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں اور طرح طرح کی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

بعض بے خبر یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کی تمام بنیاد تحکم پر ہے جو بات وحی سے معلوم ہو گئی وہ حق ہے، اس کی کوئی دلیل ہو یا نہ ہو۔ بلاشبہ اہلِ ایمان کے لیے اللہ اور رسول کا فرما دینا ہی دلیل ہے، لیکن مذہب مومنوں کے اندر نہیں منکروں کے اندر آیا ہے اور ان کے لیے اللہ و رسول کا فرمانا کوئی دلیل نہیں ہو سکتا، جب تک اس فرمان کی بنیاد کسی ٹھوس عقلی و فطری حقیقت پر نہ ہو۔ چنانچہ قرآن نے، جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے، عالمِ انفس اور عالمِ آفاق کو بطورِ ماخذ استدلال کے استعمال کیا ہے اور ہر باب میں اپنے دعاوی کی مطابقت آفاق و انفس کے قوانین و سنن سے دکھائی ہے اور بار بار یہ بات واضح کی ہے کہ جن باتوں کی شہادت کائنات کے ہر گوشہ سے مل رہی ہے اور انسانی فطرت جن حقائق پر گواہی دے رہی ہے قرآن انہی حقائق کا داعی ہے۔ پس نہایت ضروری ہے کہ دین کے اساسی مسائل سے متعلق قرآن کے ان دلائل کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تاکہ شریعت اور عالمِ انفس کی باہمی موافقت کے اسرار بے نقاب ہوں اور جو لوگ قرآن کی عقلیت کی طرف سے بدگمان ہیں ان کی بدگمانی رفع ہو۔

اس مقدمہ میں ان امور پر تنبیہ اس لیے ضروری تھی کہ جو لوگ قرآن کے اوّلین مخاطبوں کی مختلف جماعتوں اور ان کی خصوصیات و حالات سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں یا قرآن کے طرزِ استدلال میں مخاطب کا جس قدر لحاظ کیا گیا ہے اس کی اہمیت سے بے خبر ہیں، یا ان اساسات کو نہیں جانتے جن پر قرآن کا استدلال مبنی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا سارا استدلال ظنی اور الزامی قسم کا ہے۔ اس کو فلسفیانہ برہانیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسلمانوں میں سے جو لوگ یونانی علوم سے متاثر و مرعوب ہوئے وہ اسی سوءِ ظن کی وجہ سے قرآن سے محروم رہے۔ وہ یا تو قرآن کی طرف آئے نہیں اور اگر آئے تو اس معدن کو (العیاذ باللہ) مزبلہ سمجھ کر آئے، جہاں ان کو صرف الزامی اور خطیبانہ انداز کی دلیلوں کی توقع تھی، برہانیات کے جواہر ریزوں کی امید نہیں تھی۔ قرآن کی نسبت اسی بدگمانی میں اس زمانہ کے وہ مسلمان بھی مبتلا ہیں جو جدید فلسفہ و سائنس سے مرعوب ہیں ان کو عام طور پر یہ وہم ہے کہ قرآن مجید کی عقلیت صرف متوسط درجہ کے دماغوں کو اپیل کر سکتی ہے، خواص اور عقلاء کے مبلغ ادراک سے اس کا استدلال (العیاذ باللہ) فروتر ہے۔ ان لوگوں کی غلط فہمی کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ وہ نہ تو قرآنی استدلال کی اساسات سے واقف ہیں اور نہ اس بات سے واقف ہیں کہ مخاطب کے اعتبار سے یہ استدلال کن گوناگوں شکلوں میں نمودار ہوا ہے۔ ہم اس حصہ میں چاہتے ہیں کہ توحید سے متعلق قرآنی استدلال کی وضاحت کریں تاکہ دین کی حجت واضح ہو۔

اس حصہ میں مباحث کی ترتیب:

اس حصہ میں مباحث کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے:

توحید کے عمومی دلائل

۱۔ دلائل آفاق۔

۲۔ دلائل انفس۔

توحید کے خصوصی دلائل

۱۔ دلائل بلحاظ مسلمات مخاطب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ پچھلے مباحث کا خلاصہ۔

۳۔ عقیدۂ توحید کے اثرات فرد اور جماعت پر۔

۴۔ عقیدۂ توحید کی اہمیت دین میں۔

یہ حصہ چونکہ حقیقتِ شرک کا تتمہ ہے اس وجہ سے اس کے مطالعہ سے پہلے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس حصہ کا اصلی مقصود صرف توحید کے دلائل کی توضیح ہے۔ بقیہ مباحث جو اس باب سے متعلق ہیں وضاحت کے ساتھ 'حقیقتِ شرک' میں بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو باتیں قلم سے حق نکلی ہیں ان کو دلوں میں جگہ دے اور جہاں کہیں کوئی لغزش ہوئی ہے اس کے اثر کو محو فرما دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱

توحید کے عمومی دلائل

دلائلِ آفاق

یہ دنیا، جو ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی ہے، مختلف پہلوؤں سے نہ صرف ایک علۃ العلل پر، بلکہ ایک ایسے معبودِ حقیقی پر شاہد ہے جو تمام صفاتِ کمال سے متصف ہے۔ اور اس شہادت کی بنیاد ایسے امور پر ہے جن کا ہم خارج میں مشاہدہ کرتے ہیں اور جن کے بارہ میں ہماری عقل اور ہماری فطرت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کو کسی ایسی ذات کی طرف منسوب کریں جو ان کی مصدر ہو سکے۔ ان امور کو قرآن کی زبان میں آیاتُ اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہم اس باب میں بقدرِ ضرورت ان کی شرح کریں گے۔

۱۔ کائنات کا حسن و جمال:

سب سے پہلی چیز جو ہماری نظر کو متوجہ کرتی ہے وہ اس کائنات کا حسن و جمال ہے، جو ہر گوشہ میں جلوہ آرا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کی کوئی چیز بھی سادہ و بے رنگ نہیں ہے۔ آسمان سے لے کر زمین تک کوئی چپہ ایسا نہیں ہے جہاں سے انسان غافل و بے پروا گزر سکے۔ ہر جگہ اس کے دل کو کھینچنے، اس کی آنکھوں کو بیدار کرنے اور کانوں کو کھولنے کے لیے دلفریب مناظر، بے حجاب جلوے اور شیریں نغمے موجود ہیں اور ساتھ ہی انسان کے اندر حسن کا نہایت گہرا احساس ودیعت کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے جب وہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردگرد حسن وجمال کے یہ بوقلموں جلوے دیکھتا ہے، دفعتہً اس کے اندر ان کے صانع کے متعلق سوال پیدا ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ یہ تصور کرنے سے بالکل قاصر ہے کہ اتنی دلفریبیوں سے یہ معمور دنیا خودبخود وجود میں آگئی اور اگر اس پر حیوانی بلادت کا غلبہ نہیں ہوتا تو وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ؕ — پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، بہترین پیدا کرنے والا!

(المؤمنون - ۲۳ : ۱۴)

یعنی صرف اسی بات کا احساس ہوتا کہ اس کائنات کا ایک خالق (DESIGNER) ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ بہترین خالق ہے، یکسر خیر وبرکت ہے، اس نے جو چیز بھی بنائی ہے وہ کمال قدرت، کمال صنعت اور کمالِ خیر و برکت کا نمونہ ہے: اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (السجدۃ- ۳۲ : ۷) جس نے جو چیز بھی بنائی ہے خوب ہی بنائی ہے)۔

ظاہر ہے کہ دنیا اپنے بقا کے لیے ان تمام رنگارنگ حسن آرائیوں کی محتاج نہ تھی ممکن تھا کہ یہ زمین ہوتی لیکن اس میں یہ باغ وچمن، یہ نشیب و فراز، یہ وادی وکہسار نہ ہوتے۔ ممکن تھا کہ یہ فضا ہوتی لیکن اس میں نسیم کے جھونکے اور چڑیوں کے چہچہے نہ ہوتے۔ ممکن تھا کہ یہ آسمان ہوتا مگر یہ ستاروں کی بزم آرائیاں، شفق کی جلوہ کاریاں اور قوس قزح کی رنگا رنگیاں نہ ہوتیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا ان تمام جلوؤں سے معمور ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ یہ اس لیے ہے کہ انسان کی حسِ باطن کو بیدار کرے اور اس میں یہ بصیرت پیدا ہو کہ ایسی حسین وجمیل دنیا بغیر کسی خالق کے وجود میں نہیں آسکتی اور وہ خالق صرف خالق ہی نہیں بلکہ کمالِ قدرت، کمالِ صنعت وحکمت اور کمالِ خیر وبرکت کی صفات سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متصف ہے :

أَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا إِلَى السَّمَآءِ	کیا انہوں نے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا
فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا	کس طرح ہم نے اس کو بنایا اور اس کو
وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَالْأَرْضَ	سنوارا اور کہیں اس میں کوئی رخنہ نہیں اور
مَدَدْنٰهَا وَأَلْقَيْنَا فِيْهَا	زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ گاڑ
رَوَاسِيَ وَأَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ	دیے اور اس میں ہر قسم کی خوش منظر چیزیں
كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّ	اگائیں ، ہر متوجہ ہونے والے بندے کی
ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝	بصیرت اور یاد دہانی کے لیے !

(قٓ - ۵۰ : ۶ - ۸)

یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص آسمان و زمین کے ان جلوؤں کو دیکھے اور یوں ہی گزر جائے۔ اگر آنکھیں کھلی ہوئی ہوں تو اس دنیا کا مشاہدہ خود بخود انسان میں خدا اور اس کی صفاتِ حسنیٰ کا یقین پیدا کرتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف سورۂ واقعہ کی اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے :

أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝	ذرا غور کرو اس آگ پر جس کو جلاتے ہو!
ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا	کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کے درخت کو
أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ	یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں! ہم نے
جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا	اس کو یاد دہانی اور صحرا کے مسافروں کے
لِّلْمُقْوِيْنَ ۝	لیے ایک نہایت نفع بخش چیز
(الواقعۃ - ۵۶ : ۷۱ - ۷۳)	بنا دیا ہے۔

آیت کا آخری حصہ خصوصیت کے ساتھ لائقِ توجہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا کی چیزیں صرف ہماری کسی مادی ضرورت ہی کو نہیں پورا کرتیں، بلکہ ان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہر ایک کی تخلیق میں حسن و خوبروئی اور کمال صنعت کی ایسی نمود ہے کہ وہ آپ سے آپ ایک اعلیٰ اور برتر حقیقت پر ایمان لانے کے لیے تنبیہ بھی کرتی ہیں، اور یہ تنبّہ کرنا محض ان کا ضمنی مقصد نہیں ہے، بلکہ ان کا اصلی وظیفہ ہی یہی ہے۔ چنانچہ آیت میں 'تذکرۃ' کا لفظ 'متاع' کے لفظ پر مقدم ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا اصلی مقصد یاد دہانی ہے، سامانِ معیشت ہونا ان کا ایک مزید فائدہ ہے۔ جن لوگوں کی حسِ باطن بیدار ہوتی ہے ان کو اشیا کا یہی پہلو سب سے زیادہ روشن نظر آتا ہے۔ لیکن جن کی فطرت مسخ ہوجاتی ہے اور بطن و فرج کی لذات کے سوا جن کے سامنے کوئی اور اعلیٰ مقصد نہیں رہ جاتا، ان کی آنکھیں خوردبینوں اور دُوربینوں سے مسلح ہونے کے باوجود، اسی حقیقت کو دیکھنے سے قاصر رہ جاتی ہیں، جو فی الحقیقت ہر شے کے اندر سب سے زیادہ ابھری ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن نے ایسے لوگوں کو چوپایوں سے تشبیہ دی ہے اور ان کی نسبت فرمایا ہے کہ ان کے کان ہیں، لیکن سنتے نہیں، آنکھیں ہیں، لیکن دیکھتے نہیں، دل ہیں، لیکن سمجھتے نہیں۔

یہ رنگا رنگ جلوے، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، صرف ایک علۃ العلل کی شہادت نہیں دیتے، بلکہ ایک ایسے خالق کی شہادت دیتے ہیں جو صفاتِ جمال و کمال سے متصف ہے۔ کیونکہ ہم صرف یہی نہیں دیکھتے کہ یہ دنیا بنی ہے، بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ جو چیز بنی ہے خوب بنی ہے۔ جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ کامل ہے، حکیم ہے، قدیر ہے، علیم ہے، مہربان ہے، کریم ہے، اس نے ہمیں جیسا تیسا پیدا ہی نہیں کیا کر دیا ہے، بلکہ بہترین ساخت پر، بہترین قویٰ اور قابلیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے:

'لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ' (التین - ۹۵ : ۴)

(ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر بنایا)۔ نیز فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ　　اے انسان! تجھے تیرے ربِ کریم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ

(الانفطار ۔ ۸۲ : ۶ - ۸)

کے باب میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے! جس نے تیرا خاکہ بنایا، پھر تیرے نوک پلک سنوارے اور تجھے بالکل موزوں کیا! جس شکل پر چاہا تجھے متشکل کر دیا۔

اس نے پیٹ بھرنے کے لیے ہمیں صرف غلہ ہی نہیں دیا، بلکہ لطف اندوزی کے لیے پھل اور طرح طرح کے میوے بھی پیدا کیے اور مشام نوازی اور نظر بازی کے لیے پھول بھی کھلائے اور چمن بھی اگائے:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۚ

(الرحمٰن ۔ ۵۵ : ۱۰ - ۱۲)

اور زمین کو اس نے بچھایا خلق کے لیے۔ اس میں میوے اور کھجوریں جن پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور بھس والے اناج بھی ہیں اور خوشبودار پھول بھی۔

ظاہر ہے یہ صرف خلق نہیں۔ بلکہ کمالِ خلق اور کمالِ قدرت ہے، صرف بخشنا نہیں بلکہ کرم و بخشش اور رحمت و عنایت کے ساتھ بخشنا ہے، صرف زندہ رکھنا نہیں ہے بلکہ اس طرح پالنا ہے جو کمالِ ربوبیت و پروردگاری کی شان ہے۔

یہ وہ نتیجہ ہے جو اس کائنات کے اجزاء کے حسن و جمال کے مشاہدہ سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ لیکن جب ہم ان اجزاء کے انفرادی وجود سے گزر کر ان سے ترکیب پائی ہوئی اس حسین وحدت یعنی اس مجموعی دنیا کے حسن و جمال کو دیکھتے ہیں تو ہم پر ایک اور حقیقت روشن ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اس کائنات کا خالق و مدبر ایک ہی ہے، کوئی اور اس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ یہ کائنات آسمان سے لے کر زمین تک ایک سجی سجائی بزم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کی ہر چیز اپنی اپنی جگہ سے مجموعہ کے حسن وجمال میں اضافہ کر رہی ہے۔ جس طرح ہم ایک حسین، متناسب الاعضاء اور خوب صورت چیز کو دیکھتے ہیں تو لازماً اُس سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ایک ہی خوش ذوق اور کارفرما ہاتھ کی کاریگری کا کرشمہ ہے، اگر اس کے مختلف اعضاء و اجزاء کی تشکیل مختلف کاریگروں کے مختلف ارادوں کے ماتحت عمل میں آتی تو یہ تناسب اور یہ حسن وجمال اس میں پیدا نہ ہو سکتا، اسی طرح اس مجموعی دنیا کے حسن وجمال کا جو شخص مشاہدہ کرتا ہے وہ لازماً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ صرف ایک ہی کی پسند اور ایک ہی کا ارادہ ہے جو ان تمام رنگا رنگیوں کے اندر کارفرما ہے اگر مختلف پسندیں اور مختلف ارادے اس کے اندر کارفرما ہوتے تو اوّلاً تو اس کا قیام ہی نا ممکن تھا اور اگر اس کا قیام فرض بھی کر لیا جائے تو یہ ایک آراستہ بزم کی جگہ ایک مال گودام بلکہ کسی کباڑیے کی دکان کی شکل میں ہوتی ایک حسین وحدت کی جگہ ہم اس کو نہایت بھیانک صورت میں دیکھتے، جہاں ہر چیز بے قرینہ، بے ربط اور بے جوڑ ہوتی، کیونکہ مختلف ارادوں اور مذاقوں کے تصادم کے ساتھ تناسب کا وجود محال ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کی طرف اس کثرت کے ساتھ توجہ دلائی ہے کہ اس کے شواہد نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ کائنات کے مختلف اجزاء کا باہمی توافق :

دوسرا اہم اور قابلِ توجہ پہلو اس کائنات کے مختلف اجزاء کا باہمی توافق (HARMONY) اور ان کی باہمی سازگاری ہے۔ اس دنیا کے مختلف اجزاء میں جو باہم ایک دوسرے سے ضدّین کی نسبت رکھتے ہیں بالکل اسی طرح کی سازگاری اور موافقت پائی جاتی ہے جس طرح کی سازگاری اور موافقت ہم زوجین میں دیکھتے ہیں۔ ایک عورت اپنے ظاہر و باطن میں مرد سے بالکل مختلف حالت رکھتی ہے، اسی طرح ایک مرد عورت سے بالکل مختلف خصوصیات وصفات کا حامل ہے، تاہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جیسا شدید روحانی وجسمانی اتصال رکھتے ہیں وہ ظاہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ عورت کے پاس جو کچھ ہے وہ مرد کو نہ صرف یہ کہ مطلوب و مرغوب ہے، بلکہ اگر عورت نہ ہو تو مرد کی ہستی اور اس کی قوتوں اور قابلیتوں کا بڑا حصہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرد کے پاس جو کچھ ہے وہ عورت کے دواعی اور مقتضیات کا گویا جواب ہے، یہاں تک کہ اگر مرد کو معدوم فرض کر لیا جائے تو عورت کی خصوصیات وصفات کی سرے سے توجیہ ہی ناممکن ہو جاتی ہے۔ ٹھیک یہی حال اس کائنات کے تمام اجزائے مختلفہ کا ہے۔ زمین و آسمان، شب و روز، گرمی و سردی، نور و ظلمت، حرارت و برودت، سب زوجین کا سا اختلاف اور سب انہی کا سا شدید اتصال رکھتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ عورت و مرد میں سے جس طرح ایک کا تنہا وجود بے غایت ہے اسی طرح ان تمام اجزائے مختلفہ میں سے ہر چیز اپنے جوڑے کے بغیر بالکل بے مقصد ہو جاتی ہے۔ کوئی چیز اپنے مقصد کو پورا ہی اس وقت کرتی ہے جب وہ اپنے جوڑے سے ملتی ہے۔

توافق کا یہ پہلو صرف ہم ضدین ہی میں نہیں پاتے، بلکہ اس کائنات کے نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک ہمہ گیر توافق وسازگاری ہے۔ ہر چیز اپنی ہستی کے بقا اور اپنے وجود کی نشوونما کے لیے اس بات کی محتاج ہے کہ یہ پورا کارخانہ اس کے لیے سرگرم کار رہے۔ گیہوں کا ایک پودا وجود میں آ کر اس وقت تک اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کائنات کے تمام عناصر اس کی پرورش و نگہداشت میں اپنا اپنا حصہ پورا نہ کریں، زمین اس کے لیے گہوارہ مہیا کرے، ابر اس کے لیے رطوبت فراہم کرے، سورج اس کو گرم رکھے، شبنم اس کو ٹھنڈک پہنچائے، ہوائیں اس کو لوریاں دیں، جب یہ سب کچھ ایک خاص ضبط و نظم کے ساتھ ہو لے تب کہیں جا کر گیہوں کا ایک دانہ کھیت سے خرمن تک پہنچتا ہے اور یہی حال اس دنیا کی ایک ایک چیز کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس کائنات کا ارتقا آپ سے آپ ہو رہا ہے یا اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے ایک مدبر ہستی (MIND) ہے جو ان تمام اجزائے مختلفہ کے اندر توافق و سازگاری پیدا کرتی ہے اور ان کو پروان چڑھاتی ہے ؟ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ دنیا ایک اتفاقی واقعہ (ACCIDENT) ہے، آپ سے آپ وجود میں آ گئی اور اس کے مختلف اجزاء کا ارتقاء بھی آپ سے آپ ہو رہا ہے، تو کیا اس کے اجزائے مختلفہ کے اندر توافق و سازگاری کا پیدا ہو جانا بھی ایک امر اتفاقی ہے ؟ کیا کوئی عاقل ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور کر سکتا ہے کہ ہوا، پانی، آگ، مٹی، دریا، پہاڑ، سورج، چاند، چرند و پرند سب اتفاقی حوادث کے طور پر ظہور میں آئے، ہر ایک کا بطور خود ارتقاء ہوا، پھر بالکل اتفاق سے ان میں یہ حیرت انگیز توافق پیدا ہو گیا اور پھر بالکل اتفاق ہی سے یہ سب انسان کے لیے نہ صرف سازگار، بلکہ اس کے خدمت گزار بن گئے، کیا عقلِ انسانی اس قسم کے حیرت انگیز اتفاقات کو ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم کر سکتی ہے۔

یہ صورتِ حال اس امر کا نہایت قوی ثبوت ہے کہ اس کائنات کے پیچھے ایک حکیم و قوی ارادہ ہے جو اس کو وجود میں لایا ہے اور جو علم و قدرت اور ربوبیت و حکمت کی تمام صفات سے متصف ہے۔ وہی ہے جو اپنے علم و حکمت سے اس کے اجزائے مختلفہ میں ربط و اتصال پیدا کرتا اور ان کو صالح مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے اور ساتھ ہی اس امر کی بھی شہادت مل رہی ہے کہ آسمان سے لے کر زمین تک اور زمین و آسمان کے درمیان صرف ایک ہی ہے جو مالک و متصرف ہے کہ کوئی دوسرا ارادہ اس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اگر زمین و آسمان کے الگ الگ ناظم و مدبر ہوتے یا بہت سے ارادوں کی کارفرمائی ہوتی یا خیر و شر اور نور و ظلمت کے الگ الگ خدا ہوتے تو کائنات کے ان مختلف اجزاء میں یہ زوجین کا سا توافق اور ربط نہ ہوتا جو ہم اس دنیا کے ہر گوشہ میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ قرآن نے اس دلیل کو مختلف مقامات میں بیان فرمایا ہے۔ ہم بطور مثال صرف چند آیات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دلیل نہایت اختصار کے ساتھ سورۂ ذاریات میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ	اور ہر چیز سے ہم نے پیدا کیے جوڑے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَفِرُّوا إِلَى	تاکہ تم یاددہانی حاصل کرو۔ پس اللہ کی طرف
اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ	بھاگو، میں اس کی طرف سے تمہارے لیے ایک کھلا
مُّبِينٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ	ہوا ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے ساتھ کسی
اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُم	دوسرے معبود کو شریک نہ بناؤ۔ میں اس کی
مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝	جانب سے تمہارے لیے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں

(الذّٰریٰت - ۵۱ : ۴۹-۵۱)

یہاں ہر چیز کے جوڑے جوڑے ہونے سے معاد اور توحید دونوں پر استدلال کیا ہے۔ معاد پر استدلال یہاں زیر بحث نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہماری کتاب "حقیقتِ معاد" میں آئے گی۔ توحید پر استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز جوڑے جوڑے کی شکل میں پیدا ہوئی ہے اور ہر چیز اپنے جوڑے سے مل کر ہی اپنی غایت پوری کرتی ہے یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کا وجود و بقا اس کے اضداد کے توافق و سازگاری سے ہے اور اس سے بدیہی طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ ان کا خالق و مدبر ایک ہی ہے جو ان کے اختلافات کے باوجود ان میں ربط و اتصال پیدا کر کے ان سے صالح نتائج پیدا کرتا ہے۔ پس یہ اختلاف جو ہم اس کائنات میں مشاہدہ کر رہے ہیں، محض ظاہر کا اختلاف ہے اور ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کے اندر مختلف ارادے کارفرما ہیں۔ ان اجزائے مختلفہ کا باہمی توافق اس امر کی نہایت کھلی ہوئی شہادت ہے کہ صرف ایک ہی ہے جس کے تصرف کے تحت اس کائنات کے تمام اجزا اپنے اپنے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ اس دلیل کی تفصیل سورۂ بقرہ میں ان الفاظ میں کی گئی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ	اے لوگو، بندگی کرو اپنے اس خداوند کی
الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ	جس نے تم کو بھی پیدا کیا اور ان کو بھی
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ	جو تم سے پہلے گزرے ہیں تاکہ دوزخ کی
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ	آگ سے محفوظ رہو۔ اس کی بندگی کرو جس
بِنَآءً ص وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ	نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان
مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ	کو چھت بنایا اور اتارا آسمان سے پانی اور
رِزْقًا لَّكُمْ ج فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ	اس سے پیدا کیے پھل تمہاری روزی کے لیے
اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	تو تم اللہ کے ہم سر نہ ٹھہراؤ۔ درآنحالیکہ
(البقرۃ - ۲ : ۲۱ - ۲۲)	تم جانتے ہو۔

یعنی جو انسان اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ زمین و آسمان اس توافق و ہم آہنگی کے ساتھ اس کی خدمت میں سرگرم ہیں، زمین اس کے لیے بستر کی طرح بچھی ہوئی ہوئی اور آسمان شامیانہ بن کر اس پر تنا ہوا ہے، پھر آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین اس سے اپنے پھل پیدا کرتی ہے اور وہ پھل انسان کے لیے لذت اور بقائے زندگی کا وسیلہ بنتے ہیں، وہ انسان یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ آسمان کے دیوتا الگ ہیں اور زمین کے دیوتا الگ ہیں، بارش کوئی لاتا ہے اور پھل کوئی پیدا کرتا ہے۔ ان اضداد اور عناصر مختلفہ کی یہ سازگاری تو اسی وقت ممکن ہے جب ان سب کو ایک ہی کارفرما اور مدبر قوت حکمت و رحمت کے ساتھ، ایک خاص مقصد کے لیے، تصرف میں لائے۔ یہی دلیل ذرا اور پھیلاؤ کے ساتھ دوسری جگہ بیان ہوئی ہے :

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰهَ	اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس
اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ	کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ رحمان اور
فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	رحیم ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

(البقرۃ - ۲ : ۱۶۳ - ۱۶۴)

کی خلقت، رات اور دن کی آمد و شد، اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے لیے سمندر میں نفع بخش سامان لے کر چلتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے بادلوں سے اتارا اور جس سے زمین کو موت کے بعد زندگی بخشی اور جس سے اس میں ہر قسم کے جاندار پھیلائے اور ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مامور ہیں، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

سورۂ نحل میں اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اس کائنات کی ہم آہنگی کو واضح فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ

اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے زمین کو زندہ کر دیا اس کے خشک ہو جانے کے بعد۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانی ہے جو بات کو سنتے ہیں اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں بھی بڑا سبق ہے۔ ہم ان کے پیٹوں کے اندر کے گوبر اور خون کے درمیان سے تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں، پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے بھی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝
وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ
اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا
وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝
ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ
سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ
بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ
فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ
ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝
(النحل - ١٦ : ٦٥ - ٦٩)

تم ان سے نشہ کی چیزیں بھی بناتے ہو اور کھانے کی اچھی چیزیں بھی، بے شک اس کے اندر بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں، اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر القا کیا کہ تو پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو چھتیں اٹھاتے ہیں ان میں چھتے بنا، پھر ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس، پھر اپنے پروردگار کے ہموار راستوں پر چل۔ اس کے پیٹ سے مشروب نکلتا ہے۔ جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ بے شک اس کے اندر بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔

ان آیات میں اس عالم کی ہمہ گیر ہم آہنگی کی طرف اشارات ہیں۔ بادلوں سے پانی برستا ہے۔ اس سے زمین لہلہا اٹھتی ہے۔ اس کی نباتات کو چوپائے چرتے ہیں۔ اس سے ان کے اندر دودھ بنتا ہے۔ آلائشوں اور خون کے اندر سے سفید دودھ کی دھاریں نکلتی ہیں اور یہ دودھ پینے والوں کے لیے نہایت لذیذ اور قوت بخش غذا کا کام دیتا ہے۔ پھر اسی بارش کے پرورش کیے ہوئے انگور اور کھجور کے پھلوں سے انسان اپنی لذت اور ضرورت کی طرح طرح کی چیزیں پیدا کر لیتا ہے۔ پھر شہد کی مکھیاں ہیں جو پہاڑوں کی بلندیوں پر، درختوں کی شاخوں پر، انگور کی ٹٹیوں میں اپنے چھتے بنا لیتی ہیں، پھول پھول کا رس چوس کر ان کو جمع کرتی ہیں، جن کے رنگ بھی مختلف اور مزے بھی مختلف۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان ان کو پیتا ہے۔ ان سے لذت بھی حاصل کرلیتا ہے اور بیماریوں میں شفا بھی۔ ان مناظر کو جو شخص بھی دیدۂ عبرت سے دیکھے گا کس طرح باور کرسکتا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے یہ تمام حیرت انگیز مظاہر بالکل ایک اتفاقی حادثہ کے طور پر ظہور میں آگئے ہیں یا یہ کہ یہ آسمان وزمین اور ان کے مختلف جلوے مختلف دیوتاؤں کی کارفرمائیوں کے کرشمے ہیں۔ جس دنیا کے اتنے بعید اجزاء کے اندر اتنے گہرے رشتے ہیں اور جو کائنات اپنے متضاد اجزاء کی کشاکشوں کے اندر توافق وسازگاری کے اتنے پہلو رکھتی ہے وہ نہ تو ایک اتفاقی واقعہ ہوسکتی، نہ مختلف ارادوں کی رزم گاہ ہوسکتی۔ ظاہر بین نگاہیں صرف موجوں کے تلاطم کو دیکھتی ہیں، موجوں کے اندر کے صدف اور صدف کے اندر پرورش پلنے والے گہر تک ان کی رسائی نہیں ہوتی اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن مجید بار بار توجہ دلاتا ہے کہ اس کائنات کے صرف اضداد کو نہ دیکھو بلکہ ان صالح نتائج کو دیکھو جو ان کے اضداد کی کشاکش کے اندر پیدا ہورہے ہیں اور اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ ایک ہی حکیم ہاتھ اس کائنات پر متصرف ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هَٰذَا	اور دونوں دریا یکساں نہیں ہیں ایک
عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ	شیریں، پیاس بجھانے والا، پینے کے
وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِنْ	لیے خوش گوار ہے اور ایک کھاری کڑوا
كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا	ہے اور تم دونوں سے تازہ گوشت کھاتے
وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ	اور زینت کی چیز نکالتے ہو جس کو پہنتے
لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ	ہو اور تم دیکھتے ہو کشتیوں کو اس میں
تَشْكُرُونَ ۝ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي	پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل
النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي	کے طالب بنو، اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔ وہ
اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ	داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ط (فاطر - ۳۵ : ۱۲ - ۱۳)

کرتا ہے دن کو رات میں اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ ہر ایک گردش کرتا ہے، ایک معین وقت کے لیے۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے۔

کھاری پانی کے ایک سمندر اور شیریں پانی کے ایک دریا میں کتنا کھلا ہوا تضاد ہے۔ تاہم دیکھو، یہ دونوں کس طرح ایک مشترک مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں، کس طرح ان دونوں سے انسان اپنے لیے غذا کا ذخیرہ حاصل کر لیتا ہے، کس طرح ان دونوں سے اپنی زینت و آرائش کے لیے موتی حاصل کر لیتا ہے پھر کس طرح یہ جہاز رانی اور تجارت کے نہایت آسان ذرائع فراہم کرتے ہیں۔ پھر شب کی ظلمت اور دن کے نور پر غور کرو۔ دونوں اپنی صفات و خصوصیات میں کس قدر ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے کی ضد ہونے کے باوجود، پوری ہم آہنگی اور سازگاری کے ساتھ، ایک دایہ کی طرح اس کائنات کی پرورش اور اس کے اندر بسنے والے حیوانوں، انسانوں اور نباتات کی خدمت میں سرگرم ہیں۔ سورج دن میں طلوع ہوتا ہے، اور گرمی اور دھوپ کا سرچشمہ ہے، چاند شب میں نمودار ہوتا ہے اور روشنی اور خنکی کا منبع ہے۔ بظاہر دونوں ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں، لیکن دیکھتے ہو کہ اس دنیا کا ایک ایک وجود ان سے متمتع ہو رہا ہے اور یہ انسان کو بالواسطہ اور بلاواسطہ فیض رسانی پہ مامور ہیں۔ کیا یہ سب کچھ آپ سے آپ ہو رہا ہے؟ ان مشاہدات کے باوجود جو لوگ دنیا کے اتفاقی حدوث پر اصرار کرتے ہیں ان کا یہ اصرار محض نہ ماننے کی خواہش پر مبنی ہے، علم و تحقیق سے اس ذہنیت کو کچھ سروکار نہیں ہے۔

۳۔ ضد سے ضد کا وجود:

اسی طرح ایک اور پہلو پر غور کرو۔ اس کائنات میں ہم دیکھتے ہیں کہ ضد سے ضد کا وجود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتاہے۔ سرسبز و شاداب درخت سے چنگاریاں جھڑتی ہیں:

جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا ۚ — تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی۔

(یٰسٓ - ۳۶ : ۸۰)

موت سے زندگی پیدا ہوتی ہے اور زندگی سے موت":

یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ مُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ۝ — وہ برآمد کرتا ہے زندہ کو مردہ سے اور وہی برآمد کرنے والا ہے مردہ کو زندہ سے، سو وہی اللہ ہے تو تم کہاں اوندھے ہوتے جاتے ہو۔

(الانعام - ۶ : ۹۵)

ظاہر ہے کہ علت و معلول کے عام قانون سے یہ شے بالاتر ہے اور پیدائش کا وہ معروف ضابطہ جس پر ہم کو اس درجہ اعتماد ہے کہ اس کی ادنیٰ خلاف ورزی کا بھی ہم تصور نہیں کر سکتے، یہاں آکر بالکل ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا یہ اس امر کا نہایت واضح ثبوت نہیں ہے کہ کوئی ہستی ان تمام ضوابط سے بالاتر بھی ہے جو ان سب پر اپنی قدرت کاملہ سے تصرف کرتی رہتی ہے اور اضداد سے اضداد کو وجود میں لاتی ہے اور ان کو اپنی مخلوقات کے لیے نافع بناتی ہے؟ جو لوگ اس کائنات کو محض علت و معلول کے اندھے بہرے قواعد کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اسی روشنی میں اس کی توجیہ کرنا چاہتے ہیں وہ موت سے زندگی اور زندگی سے موت کے پیدا ہونے کی کیا توجیہ کریں گے اور ہرے بھرے درخت سے تروتازہ پھلوں کی جگہ آگ کے شرارے جھڑنے کی کیا تعلیل کریں گے؟ کیا علت و معلول کا عام ضابطہ یہی چاہتا ہے کہ ضد سے ضد پیدا ہو؟ اگر ایسا نہیں ہے تو لازماً ایک ہستی کا اقرار کرنا پڑتا ہے جو ان تمام سننِ طبعی پر حاکم و متصرف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ متّحدات سے مختلفات کا وجود :

اسی سے ملتی جلتی ہوئی ایک اور حقیقت بھی ہے۔ ہم اس کائنات میں دیکھتے ہیں کہ متّحدات سے مختلفات کا وجود ہوتا ہے۔ سائنس کا دعویٰ ہے کہ یہ کائنات اپنے آغاز میں بسیط ہے، پھر درجہ بدرجہ اس کے اجزاء میں تنوّع پیدا ہوتا ہے اور وہ بڑھتا جاتا ہے۔ یہ اگر سچ ہے اور اس کی سچائی سے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی تفریق و تقسیم کرنے والا ہے جو ایک کو دو اور دو کو چار کرتا ہے اور یہیں سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ مظاہر کا تنوّع اللہ کے تعدّد اور تنوع کی دلیل نہیں ہے۔ زمین ایک ہی ہے۔ ہوائیں بھی ایک ہی طرح کی چلتی ہیں۔ تاہم نباتات بے شمار قسم کی اُگتی ہیں۔ پھولوں کے رنگ قسم قسم کے ہوتے ہیں، پھلوں کی شکل وصورت، ان کی مقدار، ان کے رنگ و بو، ہر چیز کے اندر تفاوت ہوتا ہے۔ ایک ہی گٹھلی سے کبھی ایک سے زائد انکھوے نکلتے ہیں اور ان سے متعدد تنے اور شاخیں پیدا ہو جاتی ہیں، اور کبھی ایک ہی انکھوا نکلتا ہے اور ایک ہی تنا پیدا ہوتا ہے :

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (الرعد ۔ ۱۳ : ۴)	اور زمین میں پاس پاس کے قطعے ہیں، انگوروں کے باغ ہیں کھیتی ہے اور کھجوریں جڑواں بھی ہیں اور اکہرے بھی۔ سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں لیکن ہم پیداوار میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دے دیتے ہیں۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جس شخص میں عقل ہوگی لازماً اس سے اس کو تنبّہ ہوگا اور وہ ہر چیز کے رنگ اور اس کے پھلوں اور پھولوں کے تنوّعات پر غور کرے گا تو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ کوئی خالق ہے جو کمالِ حکمت و قدرت اور کمالِ رحمت کے ساتھ تصرّف فرما رہا ہے اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اس پر واضح ہوگی کہ وہ اکیلا اور لاشریک لہٗ ہے کیونکہ جب ایک ہی پانی سے سیراب ہونے والے پودے اور ایک ہی قطعۂ زمین کے درختوں سے یہ سارے تنوّعات ہم دیکھتے ہیں اور اس کو پانی اور زمین کے اختلاف کا نتیجہ نہیں قرار دیتے تو اس کائنات کی اس گوناگونی کو آلہہ کے تعدّد کی دلیل کیوں ٹھہرائیں؟ نیز یہ بات بھی اس پر واضح ہوگی کہ یہ سارے تنوّعات پیدائش کے کسی اندھے بہرے ضابطہ کے کرشمے نہیں ہیں بلکہ کوئی علیم و قدیر ہستی ہے جو ہر چیز کو اپنے اندازہ کے ساتھ وجود میں لاتی ہے اور اپنی حکمت کے مطابق اس میں کمی بیشی کرتی رہتی ہے۔

۵۔ مظاہرِ کائنات کی تسخیر:

توحید کی ایک بہت بڑی دلیل وہ عجز و مقہوریت اور انقیاد و اطاعت بھی ہے جس کے آثار ہم اس کائنات کی تمام بڑی اور شاندار مخلوقات میں پاتے ہیں۔ یہ اس بات کا نہایت قوی ثبوت ہے کہ ان میں سے کسی چیز کی طرف بھی الوہیت کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ الوہیت کی صفت کے ساتھ کوئی ایسی ہی ذات متصف ہے جو ان سب سے اعلیٰ اور ان سب سے برتر ہے۔ سورج، چاند، ستارے، اپنے حسن و عظمت کے باوجود، اور زمین، دریا، پہاڑ، ہوا، ابر، برق و رعد، اپنی وسعت، قوت اور جلالت کے علی الرّغم ایک محکم نظامِ حکمت کے ماتحت مقہور و مسخّر ہیں تو لازماً ان کے سوا کوئی اور ہے جو ان سب کا خالق اور سب پر فرمانروا ہے۔ اب غور کرو وہ کون ہے جو ان سب کا خالق اور سب پر آمر و متصرّف ہے؟ اس سوال کو قرآن نے بار بار اٹھایا ہے اور اس کا جواب مشرک

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربوں کی زبان سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ اس عالم کا خالق ایک عزیز و حکیم ہے: وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ (الزخرف - ۴۳: ۹) (اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ لازماً یہی جواب دیں گے کہ ان کو خدائے عزیز و علیم نے پیدا کیا ہے) کیونکہ جو شخص اس کائنات کے مظاہر پر غور کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان میں سے کسی کی طرف اس کائنات کی تخلیق کی نسبت نہیں کی جا سکتی۔ اس کائنات کی خالق کوئی ایسی ہی ذات ہو سکتی ہے جو عزت و کبریائی اور علم و حکمت کی تمام صفات کے ساتھ متّصف ہو۔

یہاں اس امر کو خاص طور پر پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ ان مظاہر میں سے جو جتنے ہی زیادہ شاندار ہیں ان کی پیشانی پر اطاعت کا داغ اسی قدر زیادہ ابھرا ہوا نظر آتا ہے۔ دنیا نے سورج اور چاند کی سب سے زیادہ پرستش کی ہے، حالانکہ ذلت و اطاعت، سجود و ہبوط اور کسوف و خسوف کے آثار جو ہم ان میں دیکھتے ہیں، دوسری کسی چیز میں نہیں دیکھتے۔ لیکن یہ انسان کی عجیب حماقت ہے کہ ان آثار کے مشاہدہ کے باوجود نہ صرف یہ کہ اس نے ان کو دیوتا بنا کر ان کی پرستش کی بلکہ اس نے ان کی ذلت کی ان علامتوں کو بھی ان کی الوہیت کے دلائل میں سے گن لیا۔

توحید کی یہ دلیل، اجمال و تفصیل کی مختلف شکلوں میں قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔ ہم صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس حجت کو یہاں نقل کرتے ہیں، جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی اور ابراہیمی حسنِ مجادلہ کی بہترین تصویر ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ	پس یوں ہوا کہ جب رات نے اس کو
كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ	ڈھانک لیا اس نے ایک تارے کو دیکھا۔
فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ﴿﴾	بولا کہ یہ میرا رب ہے۔ پھر جب وہ ڈوب
فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ	گیا اس نے کہا: میں ڈوب جانے والوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ
لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ
مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا
رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ
هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ
فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ
اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝
اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
(الانعام - ٦ : ٧٦ - ٧٩)

کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر جب اس نے
چاند کو چمکتے دیکھا، بولا: یہ میرا رب ہے۔
پھر جب وہ بھی ڈوب گیا، اس نے کہا:
اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ فرمائی
تو میں گمراہوں میں سے ہو کر رہ جاؤں گا۔
پھر جب اس نے سورج کو چمکتے دیکھا
بولا کہ یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔
پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے اپنی
قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو، میں ان
چیزوں سے بری ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے
ہو۔ میں نے تو اپنا رخ بالکل یکسو ہو کر
اس کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین
کو پیدا کیا ہے اور میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

٦۔ کائنات کی محکم تدبیر:

اسی طرح خدا کے وجود اور اس کی توحید کی ایک بہت بڑی شہادت وہ محکم اور ہمہ گیر تدبیر و نظام ہے جس کا، اس کائنات کے ہر گوشہ میں، ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا مختلف قوتوں کی ایک رزم گاہ ہے، دوسری طرف یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان قوائے مختلفہ کے اس تصادم کے اندر نہ صرف یہ کہ تمام چھوٹی بڑی مخلوقات قائم و باقی ہیں، بلکہ اپنی صلاحیت و استعداد کے اعتبار سے پھل پھول رہی ہیں۔ ایک طرف یہ حال ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کی ہر قوت شتر بے مہار کی طرح اپنے رخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بڑھتی چلی جارہی ہے، نہ وہ کسی نظامِ قاہر کی پابند معلوم ہوتی نہ کسی برتر قوت کی محکوم و مطیع، لیکن پھر دفعتاً ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مخفی ہاتھ اس کی باگ موڑ کر اس کو ایک سمت سے دوسری سمت پر لگا دیتا ہے۔ کتنی بار ہم دیکھ چکے ہیں کہ بعض بڑے بڑے اجرامِ سماویہ کسی خاص رخ پر بڑھ چلے اور اگر وہ اسی رخ پر بڑھتے چلے جاتے تو لازم تھا کہ ہمارے کرۂ زمین سے ٹکرا جاتے اور یہ کرۂ زمین پاش پاش ہو کے رہ جاتا۔ چنانچہ اس طرح کے مشاہدات کی بنا پر کبھی کبھی ماہرینِ فلکیات نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ فلاں مدت کے اندر یہ زمین فلاں جرمِ سماوی سے ٹکرا جائے گی، لیکن جب وہ متعین وقت آیا، دفعتاً اس جرم نے اپنا رخ اس طرح بدل دیا گویا کسی سوار نے مرکب کی باگ موڑ دی اور وہ عظیم خطرہ جو ہماری اس دنیا کے بالکل سر پر آگیا تھا یکایک دفع ہو گیا۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

غور کرو، یہ راکب کون ہے؟ کون ہے جو قویٰ اور عناصر اور اجرام و اجسام کی باگیں تھامے ہوئے ہے؟ جس حد تک چاہتا ہے ان کو ڈھیلتا ہے اور پھر جہاں چاہتا ہے روک لیتا ہے اور اس کے بعد وہ ایک انچ بھی بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیا یہ محض اتفاق ہے؟ کیا یہ اندھی بہری قوتوں کی اپنی صواب دید سے سب کچھ ہو رہا ہے؟ کیا عقلِ بشری اور قلبِ انسانی کو ان جوابات سے تشفی و طمانیت مل سکتی ہے؟ قرآن اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ:

"إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا" (فاطر- ۳۵: ۴۱)

(اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں۔ اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے بعد کوئی اور ان کو تھامنے والا نہیں بن سکتا۔ بے شک وہ نہایت حلیم و غفور ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کون ہے جو اس جواب کی سچائی کا انکار کر سکتا ہے؟

یہ وہ تدبیر و نظام ہے جو اس مادی دنیا کے قویٰ اور عناصر کے درمیان ہم دیکھتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر اگر ہم اس کائنات کے اخلاقی قویٰ کے تصادم اور اس کے احوال ونتائج پر غور کریں تو وہاں بھی ہمیں یہی قانون کارفرما نظر آتا ہے۔ ایک باطل نظریہ جنم لیتا ہے، اس نظریہ کے علم بردار پیدا ہوتے ہیں۔ اس پر ایک باطل نظامِ اخلاق، ایک باطل نظامِ معیشت اور ایک باطل نظامِ سیاست کے ردّے چڑھتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اس غلبہ کے نیچے دب کر صالح اخلاق کے تمام عناصر دم توڑ دیں گے۔ تاہم اس نظامِ باطل کو مہلت ملتی رہتی ہے، یہاں تک کہ تمام خشکی و تری میں فساد کی سیاہی چھا جاتی ہے اور اس عالم کے مصلحین اس دنیا کی از سرِ نو اصلاح سے مایوس ہونے لگتے ہیں۔ پھر دفعتہً ایک وقت آتا ہے کہ کوئی مخفی ہاتھ نمودار ہو کر اس پورے نظامِ باطل کو اس طرح جھنجھوڑ دیتا ہے کہ اس کی ایک ایک اینٹ بکھر جاتی ہے:

حَتّٰٓى إِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ	یہاں تک کہ جب یہ نوبت آگئی کہ رسول اپنی قوموں سے مایوس ہوگئے اور لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان کو جھوٹ ڈراوے سنائے گئے تو ان کو ہماری مدد آپہنچی۔
(یوسف - ۱۲ : ۱۱۰)	

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ أَلَآ إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝	اور وہ اس قدر جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اٹھتے ہیں کہ اللہ کی مدد کب نمودار ہوگی! بشارت ہو کہ اللہ کی مدد قریب ہے!
(البقرۃ - ۲ : ۲۱۴)	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مشاہدات کے بعد کون ہے جو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور کر سکے کہ یہ دنیا آپ سے آپ وجود میں آئی اور خود بخود قائم ہے ؟ یا یہ گمان کر سکے کہ یہ مختلف قویٰ اور عناصر کی ایک رزم گاہ ہے اور یہ قویٰ اور عناصر کسی بالاتر طاقت کے زیرنگیں نہیں ہیں؟ یا یہ خیال کر سکے کہ اس بالاتر قوت کی حاکمیت منقسم ہے ؟ یا یہ سوچ سکے کہ اس دنیا کو اس کے پیدا کرنے والے نے پیدا کر کے اندھے بھینسے کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ اس کے اوپر کوئی بالاتر اخلاقی اصول کارفرما نہیں ہے ؟

۷۔ ہر نظم اجتماعی کے لیے لازم ہے کہ حاکمیت غیر منقسم ہو:

اس عالم کا مجرّد قیام ہی اس بات کا شاہد ہے کہ اس کا حاکم ایک ہے جس کی حاکمیت غیر منقسم ہے۔ ہم اپنی اجتماعی زندگی میں کسی سیاسی تنظیم کا تصوّر اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک حاکمیت کو کسی ایک خاص مرکز میں مرتکز نہ کریں۔ حاکمیت کی تقسیم کے ساتھ کسی محکم تنظیم اجتماعی کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ تمام سیاسی تنظیمات میں جمہوریت وہ نظام ہے جس نے حاکمیت کو ایک وسیع دائرہ میں پھیلانے کی کوشش کی ہے تاہم اس میں بھی ایک ایسا نقطہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے جہاں اس کی پھیلی ہوئی حاکمیت سمٹتی اور مجتمع ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا ہرج اور انارکی کے طوفان میں منتشر ہو جانا لازمی ہے۔ بہرحال یہ امر بالکل قطعی ہے کہ حاکمیت کی تقسیم کے ساتھ کسی اجتماعی تنظیم کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ اب غور کرو کہ یہ دنیا اتنے بے شمار اجزاء پر مشتمل ہونے کے باوجود نہ صرف قائم ہے بلکہ پوری قوت و استحکام کے ساتھ قائم ہے۔ اس میں مختلف قویٰ کا تصادم بھی ہے، اضداد کی آویزشیں بھی ہیں، خیر و شر کے معرکے بھی ہیں، لیکن اس دنیا کی کشتی ہے کہ ان موجوں کے تلاطم کے اندر سے بچتی، سنبھلتی، اچھلتی اور کتراتی ہوئی چلی جا رہی ہے اور اس خوبی اور صفائی کے ساتھ کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس صورتِ حال کا مشاہدہ ہم میں سے ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ شخص کر رہا ہے جو اس پادشاہی کے نظام پر غور کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کون سی بات عقل سے قریب تر ہے۔ کیا مشرکین کا یہ عقیدہ کہ آسمان و زمین کے معبود الگ الگ ہیں، یا یہ حقیقت کہ ایک ہی ہے جو آسمانوں کا بھی خدا ہے اور زمین کا بھی؟ کیا اس کائنات سے اس بات کی شہادت مل رہی ہے کہ نور و ظلمت کے الگ الگ الٰہ ہیں، یا اس بات کی روشنی اور تاریکی دونوں کا نکالنے والا ایک ہی ہے؟ کیا یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ یہ دنیا بے شمار دیوتاؤں کی ایک رزم گاہ ہے، یا یہ بات نظر آتی ہے کہ اس سارے نظام کا ناظم و مدبر صرف اللہ واحد و قہار ہے؟ اگر پہلی بات صحیح ہے تو یہ شیرازہ بکھر کیوں نہیں جاتا، یہ نظام درہم برہم کیوں نہیں ہو جاتا؟ عرش والے کے خلاف بغاوت کیوں نہیں چھوٹ پڑتی؟ حاکمیت کے ایسے تشتت و انتشار کے ساتھ یہ وحدت قائم کیونکر ہے؟ یہی حقیقت ہے جو قرآن کریم نے عربوں کے سامنے اور ان تمام مشرک قوموں کے سامنے پیش کی ہے جو اس کائنات میں کسی نہ کسی نوعیت سے حاکمیت کے انقسام کو تسلیم کرتی ہیں:

أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۔	کیا انہوں نے زمین کے الگ معبود ٹھہرا لیے ہیں وہ زمین کو شاداب کرتے ہیں؟ اگر ان دونوں کے اندر اللہ کے سوا الگ الگ الٰہ ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو کر رہ جاتے۔ تو اللہ عرش کا مالک ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔
الانبیاء - ۲۱: ۲۱ - ۲۲	

دوسری جگہ فرمایا ہے:

قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۔ سُبْحَانَهُ	کہہ دو کہ اگر کچھ اور الٰہ بھی اس کے شریک ہوتے جیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں تو وہ عرش والے پر ضرور چڑھائی کر دیتے۔ وہ پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا	اور بہت برتر ہے ان باتوں سے جو یہ
کَبِیْرًا ۝	کہتے ہیں۔

(بنی اسرآءیل - ۱۷ : ۴۲-۴۳)

۸۔ حق و باطل کی آویزش اور حق کا غلبہ :

بعض قوموں کو خدا کی توحید، بلکہ خود خدا کے باب میں بڑا سخت مغالطہ، دنیا میں شر و باطل کے وجود سے، پیش آیا ہے۔ ان کی نظر باطل کے جھاگ پر جم گئی اور اس جھاگ کے نیچے جو حق کا مکھن تھا وہ ان کو نظر نہ آسکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ یا تو سرے سے کسی عزیز و رحیم اور پاک و قدوس خدا کے وجود ہی سے منکر ہو گئیں، یا مانا تو یہ مانا کہ یہ دنیا بہت سے خون آشام دیوتاؤں کی لیلا ہے اور وہ اس کو پیدا کر کے، دور بیٹھے ہوئے، اس کے مصائب و شدائد اور اس کے دکھوں اور آفتوں کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ یا پھر یہ کیا کہ خیر و شر اور نور و ظلمت کے الگ الگ خدا ٹھہرا لیے اور دنیا کو ان متضاد قوتوں کی ایک رزم گاہ بنا دیا۔ یہ غلط فہمی قوموں کو محض قلتِ تدبر، قلتِ صبر اور ظاہر بینی کی وجہ سے ہوئی۔ نہ انہوں نے اس دنیا کے اصلی مزاج و قوام کو پہچانا اور نہ حق و باطل کی اس آویزش کے اندر حق کے غلبہ کا مشاہدہ کیا۔ قرآن نے ان تمام اوہام کی نہایت تفصیل کے ساتھ تردید کی ہے۔ ہم اجمال کے ساتھ بعض حقائق کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن نے اس دنیا کے اصلی مزاج کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے :

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ	اس نے آسمان سے پانی برسایا تو وادیاں
اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ	اپنے اپنے ظرف کے مطابق بہہ نکلیں پھر
السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَمِمَّا	سیلاب نے ابھرتے جھاگ کو اٹھا لیا اور
یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی النَّارِ	اسی طرح کا جھاگ ان چیزوں کے اندر سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ	بھی ابھرتا ہے جن کو یہ زیور یا اسی قسم کی کوئی
زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ	اور چیز بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں۔
اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا	اسی طرح اللہ حق اور باطل کو ٹکراتا ہے تو
الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ	جھاگ تو بے مصرف ہو کر اڑ جاتا ہے لیکن
وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ	جو چیز لوگوں کو نفع پہنچانے والی ہوتی ہے
فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ	وہ زمین میں ٹک جاتی ہے۔ اسی طرح
اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ	اللہ تمثیلیں بیان کرتا ہے۔

(الرعد - ۱۳ : ۱۷)

یعنی اس دنیا کا اصلی مزاج یہ ہے کہ جس طرح ایک خوش مذاق اور سلیم الفطرت انسان مکھی کو نہیں ہضم کر سکتا اسی طرح یہ باطل کو ہضم نہیں کر سکتی۔ یہ ہر گوشہ میں باطل کو چھانٹتی رہتی ہے اور حق و نافع کو قبول کرتی ہے۔ بارش ہوتی ہے اور وادیاں بہہ نکلتی ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ پانی کی سطح پر جھاگ ابھر آتے ہیں، پھر پانی زمین میں ٹک جاتا ہے اور جھاگ خشک ہو کر ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ اسی طرح تم چاندی کو زیور بنانے کے لیے کٹھالی میں پگھلاتے ہو، اس کا میل الگ ہو جاتا ہے اور خالص چاندی بچ رہتی ہے۔ یہی اس دنیا کا اصلی مزاج ہے۔ اس میں مجرد باطل کا وجود نہیں ہے۔ باطل جب بھی پایا جاتا ہے حق کے ساتھ مخلوط ہو کر۔ جس طرح صالح درختوں اور صالح جانداروں کے ساتھ طفیلی پودے اور طفیلی کیڑے چمٹ جاتے ہیں، اسی طرح حق کے ساتھ باطل چمٹ جاتا ہے۔ تم تنگ نظری کی وجہ سے ان طفیلی کیڑوں اور طفیلی پودوں ہی کو اصل سمجھنے لگتے ہو اور پھر قدرت کی زیادتیوں اور بے حکمتیوں پر معترض ہوتے ہو حالانکہ یہ اعتراض محض تمہاری بوالفضولی اور حماقت کا نتیجہ ہے۔ قدرت ہر گوشہ میں نہایت حکیم اور حق دوست ہے۔ اگر کسی مصنوع سے صانع کے مذاق و طبیعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے تو اس دنیا کے اس مزاج کو دیکھ کر نہایت آسانی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق حق ہے، حق کو پسند کرتا ہے اور اپنے کلمات سے حق کو قائم و ثابت کرتا ہے۔ یہی حقیقت ہے جو ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ	اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان
وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ لَوْ	کے درمیان ہے کھیل تماشا کے طور پر
اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا	نہیں بنایا ہے۔ اگر ہم کوئی کھیل ہی بنانا
لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ	چاہتے تو خاص اپنے پاس ہی بنا لیتے، اگر
كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ بَلْ نَقْذِفُ	ہم یہ کرنے والے ہی ہوتے! بلکہ ہم حق
بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ	کو باطل پر دے ماریں گے تو وہ اس کا بھیجا
فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ	ہی نکال دے گا تو دیکھو گے کہ وہ نابود
الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ○	ہو کے رہے گا اور تمہارے لیے اس چیز
(الانبیاء - ۲۱ : ۱۶ - ۱۸)	کے سبب سے جو تم بیان کرتے ہو، بڑی خرابی ہے!

اس دنیا کے اندر جو مصائب و آلام ہیں وہ بھی اس امر کی دلیل نہیں ہیں کہ یہ دنیا مختلف المزاج دیوتاؤں کی رزم گاہ ہے۔ قرآن نے تمام آسائشوں اور تمام دکھوں کو ایک ہی حکیم و قدیر خدا کی مشیت و حکمت کے تحت، اور ان قوموں کے اخلاق و اعمال کا نتیجہ قرار دیا ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ یہ سمجھایا ہے کہ بعض مرتبہ یہ آفتیں اس لیے آتی ہیں کہ جو مغرور اپنی سرکشی میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں وہ ان سے متنبہ ہوں اور اپنے ضعف و عجز کو محسوس کر کے خدا کی طرف لوٹیں۔ بعض مرتبہ ان کا ظہور اس لیے ہوتا ہے کہ سرکش قوم، جس پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہو چکی ہے، ان کے ذریعے سے تباہ کر دی جائے۔ بعض حالات میں اہلِ حق بھی ان میں سے کچھ حصہ پاتے ہیں تاکہ ان کے ایمان و عقیدہ اور صبر و عزیمت کا امتحان ہو، کمزوریاں دور ہوں اور خوبیاں اور قابلیتیں بروئے کار آئیں۔ ان ساری باتوں کو قرآنِ حکیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مختلف اسلوبوں سے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، جس سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ جس طرح رات اور دن، سردی اور گرمی دونوں اس دنیا کے مادی بقا کے لیے یکساں ضروری ہیں اسی طرح نعمتوں اور خوش حالیوں کے ساتھ ساتھ آفات و آلام بھی اس دنیا کی اخلاقی زندگی اور روحانی حیات کے لیے ناگزیر ہیں اور یہ ہرگز اس امر کا ثبوت نہیں ہیں کہ اس دنیا میں کون دفساد اور رحمت و نقمت کے الگ الگ دیوتا ہیں بلکہ صرف ایک ہی ہے جو منعم بھی ہے اور وہی منتقم بھی ہے اور اس کا یہ انتقام بھی درحقیقت اس کے انعام ہی کا ایک پہلو ہے، جیسا کہ قرآن میں اس امر کو واضح فرمایا ہے۔

یہی حال گناہوں اور معاصی کا ہے۔ یہ بھی خدا کی مشیت کے تحت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت، جو انسان پر ہوئی ہے، یعنی اختیار، یہ اس کے ظلال میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی و بدی کی پہچان دے کر اس کا امتحان کیا ہے۔ یہ امتحان مقتضی ہوا کہ انسان کو فی الجملہ آزادی بخشی جائے۔ اس آزادی کی وجہ سے انسان نیکی اور بدی دونوں کی راہیں اختیار کر سکتا ہے۔ پہلی راہ اس کی فطرت کی راہ ہے اور اس پر اس کا چلنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ دوسری راہ فطرت اور خدا سے بغاوت ہے اور اس پر چلنا اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اس راہ پر چلنے کی بھی مہلت دیتا ہے کیونکہ اس مہلت کے بغیر آزادی کی نعمت بے معنی ہو جاتی ہے۔ انسان کی یہ آزادی خدا کی بخشش اور اس کی مشیت کے تحت ہے اور یہ لازم نہیں ہے کہ جو بات خدا کی مشیت کے تحت ہو وہ اس کو پسند بھی ہو۔ وہ اتمام حجت کے لیے ان کاموں کے لیے بھی لوگوں کو ڈھیلتا ہے جو صریحاً اس سے بغاوت کے حکم میں داخل ہوتے ہیں۔ پس خیر ہو یا شر، کُل اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ کوئی چیز بھی اس کی مشیت اور اختیار کے دائرہ سے باہر نہیں ہے نہ جبرِ محض کا دعویٰ صحیح ہے، نہ اختیارِ مطلق کا، حق ان دونوں کے درمیان ہے اور تفصیل اس کی ان شاء اللہ اپنے محل میں آئے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر کی تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کائنات میں شر محض کا وجود نہیں ہے۔ شر حق کے ظلال کی حیثیت سے پایا جاتا ہے اور حق ہی کی خدمت کے لیے ہے۔ پس لازماً اس کائنات کا خالق حق ہے اور حق کو دوست رکھتا ہے نیز یہیں سے یہ بات بھی آپ سے آپ نکل آئی کہ خیر و شر، نور و ظلمت، راحت و مصیبت، نیکی و بدی اور کون و فساد کے الگ الگ دیوتا نہیں ہیں، ایک ہی ہے۔ جس کے تحتِ تصرف یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے۔

۹۔ اشارات:

اسی طرح توحید کی نہایت اہم دلیلیں ان لطیف اشارات (SUGGESTIONS) میں ملتی ہیں جو اس کائنات کے مختلف مظاہر میں مضمر ہیں اور یہ صرف ان کو نظر آتے ہیں جو باریک بین نظر اور عبرت پذیر قلب رکھتے ہیں۔ یہ قرآن دلائل کی ایک مخصوص قسم ہے جو منطق کی گرفت سے بالکل بالا ہے اور اس سے وہ قومیں بہت کم فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو استدلال کے مصنوعی طریقوں کی خوگر ہو کر استنباط و استنتاج اور عبرت و تنبہ کا وہ فطری جوہر کھو بیٹھی ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ہر سلیم الفطرت انسان میں ودیعت فرمایا ہے۔ یہ جوہر صرف ان قوموں میں محفوظ رہتا ہے جو فطری سادگی پر قائم رہتی ہیں اور اس اعتبار سے تمام قوموں میں اہل عرب کو جو بلند مقام حاصل تھا وہ معلوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ نہایت ذکی الحس تھے اور اشاروں میں وہ سب کچھ پڑھ لیتے تھے جو دوسرے موٹی موٹی کتابوں میں بھی پڑھ کے نہیں سمجھ سکتے تھے۔ جو لوگ عرب کے خطبا اور شعرائے جاہلیت کے کلام پر نظر رکھتے ہیں وہ ان کے اس ذوق سے اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ منزلِ یار کے ایک ایک مٹے ہوئے نقش کو اس طرح نمایاں کرتے ہیں، اس سے اس درجہ متاثر ہوتے ہیں اور پھر اس کی عبرتوں اور اس کے مخفی اشاروں اور پیغاموں کی ایسی موثر تصویر کھینچتے ہیں کہ سننے والے کا بھی دل بھر آتا ہے۔ قرآن سے پہلے ان کا یہ ذوقِ نظر، جس کے لیے عربی ادب میں صحیح لفظ "توسّم"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے صرف دیار ریار کے آثار و نشانات تک محدود تھا اور لازماً اس کے اثرات بھی معمولی اور ادنیٰ درجے کے تھے۔ قرآن نے ان کے اس ذوق کو شہ دی اور کائنات کے آثار و عجائب اور اس کے اشارات کی وسعتوں کی طرف توجہ دلائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو قوم زیادہ سے زیادہ امرؤ القیس اور زہیر کے درجہ کے اشخاص پیدا کر سکتی تھی اس کے اندر سے ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جیسی عظیم الشان ہستیاں اٹھیں۔

یہ اشارات قرآن کے تمام بنیادی مسائل: توحید، رسالت اور معاد کے سلسلہ میں نمایاں کیے گئے ہیں۔ یہاں سب کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ ہم صرف توحید سے متعلق ایک اشارہ کی توضیح کریں گے تاکہ دوسرے اشارات پر غور کرنے کے لیے نمونہ کا کام دے سورۂ رعد میں فرمایا ہے:

ا اس کائنات کے اشارات حقیقت کی کوئی حد نہیں ہے جس طرح ہم عیسائیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے گرجوں کی ہر چیز میں اپنے بنیادی عقائد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مثلاً اگر تثلیث پیش نظر ہے تو عمارت کے ایک ایک گوشے سے تثلیث نمایاں ہوگی، یہاں تک کہ فرنیچر کی قسم کی بھی جو چیزیں ہوں گی، سب مثلث ہوں گی۔ میز، قلم دان، قلم اور پیپر ویٹ تک سے تثلیث پکار رہی ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر چیز میں توحید اور معاد کے حقائق کا مظاہرہ فرمایا ہے اور جس گوشہ پر بھی انسان تدبر کی نظر ڈالے، وہیں سے اس کو توحید اور معاد کی کوئی نہ کوئی دلیل ہاتھ آجائے گی۔ اسی کو بعض عارفوں نے کہا ہے: ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار۔ لیکن غافل انسان اتنے دلائل کے باوجود خدا کی توحید اور جزا کے باب میں بھٹک جاتا ہے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (یوسف - ۱۲ : ۱۰۵)
(اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ گزرتے ہیں تو ان سے منہ موڑے ہوئے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۩	اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں، خواہ طوعاً خواہ کرہاً اور ان کے سائے بھی صبح اور شام۔
قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ	ان سے پوچھو: آسمانوں اور زمین کا مالک کون ہے؟ کہہ دو: اللہ!

(الرعد - ۱۳ : ۱۵-۱۶)

طَوْعًا وَّكَرْهًا کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے اندرونی داعیہ سے خدا کو سجدہ کرتے ہیں وہ تو کرتے ہی ہیں، لیکن جو اپنے اندرونی داعیہ سے خدا کے آگے نہیں جھکتے انہیں مجبوراً جھکنا پڑتا ہے اور اس کے بعد اس مجبورانہ سجدہ کی شرح فرمادی کہ ان کے سائے صبح و شام خدا کا سجدہ بجالاتے ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہر شخص اپنے وجود کے اندر مشاہدہ کر رہا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ آفتاب کے زوال کے ساتھ آفتاب کی بالکل مخالف سمت میں زمین پر اس طرح جھکنا شروع ہوتا ہے جس طرح ایک رکوع کرنے والا خدا کے آگے جھکتا ہے اور غروب آفتاب کے ساتھ یہ سایہ اس طرح زمین پر بچھ جاتا ہے جس طرح ایک ڈنڈوت کرنے والا اپنے معبود کے سامنے ڈنڈوت کرتا ہے، یا ایک ساجد خدا کے حضور سجدہ کرتا ہے اور پھر ایک شب زندہ دار کی طرح رات بھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے۔ پھر جب صبح ہوتی ہے تو یہ سایہ بالتدریج سورج کی بالکل مخالف سمت سے اٹھنا شروع ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ پورے قیام کی حالت میں آجاتا ہے، جس طرح ایک مصلی سجدہ سے قیام کی حالت میں آگیا ہو اور پھر سورج کے زوال کے ساتھ اسی رکوع اور سجود کا دور آجاتا ہے، جو اوپر مذکور ہوا۔

یہ صورت حال دو نہایت اہم حقیقتوں کی شہادت دے رہی ہے، ایک یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کائنات کی ہر چیز چوبیں گھنٹے رکوع و سجود میں ہے۔ دوسری یہ کہ یہ سجدہ آفتاب پرستی کے بالکل ضد ہے۔ آفتاب جب مشرق سے طلوع ہوتا ہے، ہر چیز کا سجدہ مغرب کی طرف ہوتا ہے اور جب مغرب میں غروب ہونے لگتا ہے، ہر چیز کا سجدہ مشرق کی طرف ہوتا ہے۔ کسی وقت بھی کوئی چیز اپنے تکوینی سجدہ میں آفتاب کی موافقت نہیں کرتی۔ پھر اگر ایک انسان، جو ایک با اختیار مخلوق ہے، خدا کو سجدہ نہ کرے، بلکہ اس کے سامنے اکڑے یا سورج اور چاند کو سجدہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ خود تو خدا کے سامنے اکڑتا ہے لیکن اس کے سارے وجود کا سایہ خدا کے آگے بچھا ہوا ہے یا وہ خود تو سورج اور چاند کے آگے سجدہ کر رہا ہے، لیکن اس کا سایہ ابراہیمی فطرت رکھتا ہے، جو کواکب پرستی سے بالکل بیزار اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (الانعام - ۶ : ۷۹) (میں نے تو اپنا رخ بالکل یکسو ہو کر اس کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں) پر عامل ہے۔ عالم اختیار اور عالم تکوینی کی یہ بے ربطی "من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید" کی مصداق ہے۔

یہی دلیل ہے جس کو قرآن نے دوسری جگہ کسی قدر مختلف الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ	کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ خدا نے جو
مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ	چیز بھی پیدا کی ہے ان کے سائے دہنے
الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا	اور بائیں منقلب ہوتے ہیں اللہ کو سجدہ
لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝	کرتے ہوئے اور ان پر فروتنی ہوتی ہے

(النحل - ۱۶ : ۴۸)

قرآن میں اس طرح کے اشارات بہت ہیں اور ہر جگہ ان سے توحید، معاد اور رسالت کے نہایت اہم حقائق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو قیاس صغریٰ و کبریٰ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب کے بغیر کوئی بات نہیں سمجھ سکتی ہیں ان کے لیے بے شبہ ان اشارات کے اندر کوئی تعلیم نہیں ہے لیکن عرب جیسی حسّاس قوم اس طرح کے اشارات سے نہ صرف یہ کہ فائدہ اٹھاتی تھی بلکہ ان کی اصلی عقلی غذا ان اشارات ہی میں تھی۔ یہ چیز تربیتِ عقل کے لیے بھی نہایت نافع ہے اور تاثیر کے اعتبار سے تو اشارات کی زبان تصریحات کے مقابلہ میں ہمیشہ بلیغ تر سمجھی گئی ہے۔ ہم ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے بھی اپنے قلب پر وہ اثر نہیں کر سکتے جو تغلق آباد اور دلّی مرحوم کے کھنڈروں پر ایک اچٹتی نظر ڈال کر کر سکتے ہیں: ؎

از نقش و نگارِ در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنا دیدِ عجم را

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲

توحید کے دلائلِ انفس

انسان پہلے ظاہر پر نظر ڈالتا ہے پھر جب عقل و تمیز میں پختگی پیدا ہوتی ہے، اپنے باطن کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور یہ بات محض متوجہ ہونے کی حد تک مؤخر ہے ورنہ درحقیقت باطن ہی ہے جو اس کے سامنے ظاہر کو بھی بے نقاب کرتا ہے۔ اتنے دنوں تک اپنے باطن سے بے پروائی کا سبب یہ نہیں ہوتا کہ انسان کا باطن اس سے بہت دور ہے۔ نہیں، بلکہ یہ بے پروائی اس کے غایت قرب کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دلائلِ آفاق کی بنیاد درحقیقت انفسی دلائل ہی پر ہے۔ آسمان و زمین کے دلائل میں سے کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جس کی اساس کسی نفسی دلیل پر نہ ہو۔ اسی پر ہمارے تمام استدلال کی عمارت قائم ہے اگر یہ نفسی دلائل نہ ہوتے تو جس طرح جمادات و بہائم کے لیے یہ تمام عالم تیرہ و تار ہے اسی طرح انسان کے لیے بھی یہ عالمِ ظلمات ہوتا۔ چنانچہ جو بلید آسمان و زمین کی آیتوں پر غور نہیں کرتے ہیں ان کے لیے یہ تمام عالم بالکل بے غایت اور بے معنی ہے اور قرآن نے ان کو چوپایوں سے بھی زیادہ بے عقل قرار دیا ہے

اب ہم اس باطن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس کے دلائل ہم سے قریب تر بھی ہیں اور واضح تر بھی، دل نشیں بھی ہیں اور مستحکم بھی، جن کی طرف قرآن حکیم نے ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۙ — اور زمین میں بھی نشانیاں ہیں یقین کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ — والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر بھی،
(الذّٰریٰت - ۵۱ : ۲۰-۲۱) — کیا تم دیکھتے نہیں ؟

اس آیت کا اسلوب بول رہا ہے کہ عالمِ نفس کے دلائل قریب تر بھی ہیں اور واضح تر بھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تعجب کا اظہار فرمایا ہے کہ اس قرب اور اس وضاحت کے باوجود وہ انسان کو نظر کیوں نہیں آتے! ان سارے دلائل کا احاطہ انسان کے لیے مشکل ہے۔ ہم صرف بعض ایسی دلیلوں کی طرف اشارہ کریں گے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں اور نہایت واضح ہیں۔

۱۔ عہدِ فطرت :

توحید کے نفسی دلائل میں سب سے پہلی دلیل وہ ہے جس کی تشریح ہم نے اپنی اس کتاب کے حصہ "حقیقتِ شرک" کے آخری دو ابواب میں کی ہے۔ یعنی انسانی نفس کے اندر ایک منعمِ حقیقی کا شعور سب سے زیادہ قدیم اور سب سے زیادہ واضح ہے۔ وہاں ہم نے علمائے سائنس کے اس دعوے کی تردید کی ہے کہ انسان کے اندر سب سے زیادہ قدیم جذبہ خوف کا جذبہ ہے، جو کائنات کے مظاہر سے پیدا ہوا اور پھر اسی سے ان کی عبادت کا تصور ہوا۔ اور بدلائل ثابت کیا ہے کہ خوف کا جذبہ اس بات کو مستلزم ہے کہ اس سے پہلے زندگی اور اسبابِ زندگی کے نعمت ہونے کا شعور انسان میں موجود ہو۔ جب تک زندگی کے نعمت ہونے کا احساس نہ ہو اس وقت تک اس کے متعلق کسی اندیشہ کا احساس بالکل بے معنی ہے اور نعمت کا شعور ایک منعم کے شعور کو مستلزم ہے اور منعم اور نعمت کا شعور انسان میں منعم کی شکرگزاری کا جذبہ اور تصور پیدا کرتا ہے۔ یہ جذبہ نہ تو مجرد الف و عادت کی پیداوار ہے اور نہ محض اجتماعی و تمدنی زندگی کے تکلفات کا نتیجہ ہے۔ حیوانات تک میں یہ جذبہ موجود ہے۔ ہم جن جانوروں کو اپنے گھروں میں پالتے ہیں ان کے اندر بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ ایک بلی سے لے کر ایک ہاتھی تک جن پر بھی ہم کوئی احسان کرتے ہیں، وہ اپنی مختلف اداؤں کی زبان سے اپنی سپاس گزاری اور ممنونیّت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی جذبہ، بہتر سے بہتر ترقی یافتہ صورت میں، انسان کے اندر موجود ہے جس کو ہم دوسرے لفظوں میں عدل سے تعبیر کرتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کا یہ حال ہے کہ جس پیمانہ سے اس کے لیے ناپا جاتا ہے اسی پیمانہ سے وہ دوسروں کے لیے ناپتا ہے۔ اور اسی جذبۂ عدل نے خالص خدا پرستی اور توحید کی بنیاد ڈالی اور یہ توحید کے نہایت اہم دلائل میں سے ہے۔ اس عدلِ فطری کا تقاضا ایک طرف تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق واجب کا پورا پورا اقرار کیا جائے اور دوسری طرف اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو حقوق خدا کے لیے واجب ہیں ان میں بلا وجہ دوسروں کو ساجھی نہ قرار دیا جائے۔ اس کو قرآن میں ظلم عظیم یعنی سب سے بڑی ناانصافی اور حق تلفی سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ بھی ہوئے کہ سب سے بڑا عدل توحید ہے اور سب سے بڑا ظلم شرک۔

اس عدل کو قرآن نے انسانی فطرت کے عہد سے تعبیر کیا ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ	اور یاد کرو، جب نکالا تمہارے رب نے
مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ	بنی آدم سے ـــــ ان کی پیٹھوں سے ـــ
اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ج	ان کی ذرّیّت کو، اور ان کو گواہ ٹھہرایا
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى ج	خود ان کے اوپر۔ پوچھا، کیا میں تمہارا رب
شَهِدْنَا ج اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ	نہیں ہوں؟ بولے، ہاں، تو ہمارا رب
الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا	ہے۔ ہم اس کے گواہ ہیں۔ یہ ہم نے اس لیے
غٰفِلِیْنَ لا	کیا کہ مبادا قیامت کو تم عذر کرو کہ ہم تو اس
(الاعراف - ۷ : ۱۷۲)	سے بے خبر ہی رہے۔

اس عہد کی حقیقت پر ہم نے "حقیقت شرک" کے آخری باب میں ایک مختصر تقریر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھی ہے جس کے بعض حصے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

"بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا معلوم اس قسم کا کوئی عہد ہوا ہے؟ ہمیں نہ تو اس 'اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ' کی کوئی خبر ہے نہ اس 'بلٰی' کی۔ یہ دونوں باتیں محتاجِ ثبوت ہیں، بالخصوص جب کہ اس کی اہمیت اس درجہ ہو کہ قیامت کے دن یہ عہد بہر شکل ہر ابنِ آدم پر حجّت ہو گا لیکن حیرت ہے کہ لوگوں کو کیا یہ بات نہیں معلوم ہے کہ ایک انسان پانی کی ایک حقیر بوند کی شکل میں ماں کے پیٹ میں پڑتا ہے۔ ماں، نہیں معلوم کتنے مصائب جھیل کر اور کتنے دکھ اٹھا کر نو مہینے اس کو پیٹ کے اندر ہی پالتی ہے۔ اپنے گوشت و خون سے اس کی پرورش کرتی ہے۔ پھر جان کی بازی کھیل کر ایک مضغۂ گوشت کی صورت میں اس کو جنتی ہے۔ پھر اپنے جسم کا ایک ایک قطرۂ خون دودھ بنا کر اس کو پلاتی ہے اور برسوں کی جان کاہیوں کے بعد اس کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ زمین پر چل پھر سکے۔ اس کے بعد باپ کے ایثار، اس کی شفقتوں اور اس کی غور و پرداخت اور تربیت و نگہداشت کا دور آتا ہے جو ایک طویل عرصہ تک جاری رہتا ہے۔ اس عرصہ میں باپ جو کچھ اپنے لیے چاہتا ہے اس سے زیادہ بچے کے لیے چاہتا ہے۔ وہ خود کم کھاتا ہے تاکہ اس کو کھلائے، وہ خود تکلیف اٹھاتا ہے تاکہ بچے کو آرام پہنچے۔ وہ اپنی جان جوکھم میں ڈالتا ہے تاکہ بچہ خطرے سے محفوظ رہے۔ ماں باپ کی محبتوں، شفقتوں اور جاں بازیوں کا یہ سلسلہ ہے جو ایک بچے کو پال کر جوان بناتا ہے۔ اگر اس میں ایک کڑی بھی ٹوٹ جائے تو بچہ کی زندگی ہی خطرہ میں پڑ جائے۔

اب فرض کیجیے، بچہ جوان ہوا اور والدین بڑھاپے کو پہنچے۔ اب یہ محتاج ہیں اور وہ مستغنی، لیکن بیٹا ان کا کوئی خیال نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص اس کو والدین کے حقوق و فرائض یاد دلائے تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ ماں باپ کے کچھ حقوق و فرائض بھی ہیں، مجھے اس قسم کے کسی فرض یا ذمہ داری کی کوئی خبر نہیں ہے، میں نے اس قسم کے کسی حق کا کبھی اقرار نہیں کیا ہے، تو ہر شخص ایسے بیٹے کو کمینہ اور لئیم کہے گا کیونکہ وہ ایسے حق اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذمہ داری کا انکار کر رہا ہے۔ جس سے زیادہ ثابت اور مسلم ذمہ داری کوئی نہیں۔ یہ ذمہ داری ہر استحقاق کے ساتھ خود بخود لگی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ بغیر تحریر کے نوشتہ، بغیر گواہی کے ثابت اور بغیر مطالبہ کے مسلّم ہے۔ یہ استحقاق (PRIVILEGE) اور ذمہ داری (RESPONSIBILITY) کا وہ فطری عہد ہے جس سے زیادہ انسان کو کوئی عہد بھی یاد نہیں"۔

"اسی بنیاد پر ایک انسان اس عورت کے لیے نان ونفقہ اور حفاظتِ حرمت کا حق تسلیم کرتا ہے جس سے وہ متمتع ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر آدمی پر اپنے خاندان اور قبیلہ کی حفاظت و نصرت کے فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اسی بنیاد پر ایک شہر کی میونسپلٹی شہریوں کی کمائی میں حصہ دار ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ایک سلطنت اپنی رعیّت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے علم وقابلیت، وقت اور آزادی جان اور مال میں اس کو شریک کریں اور اگر سلطنت کا وجود کسی خطرہ میں پڑ جائے تو اس کے بچاؤ کے لیے سب کچھ قربان کر دیں۔ اب فرض کیجیے، ایک شخص ایک عورت کی حرمت کا مالک تو بن بیٹھا لیکن اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اور اس کے حقوق و فرائض سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس قسم کا کوئی اقرار نہیں کیا ہے۔ یا ایک شہری میونسپلٹی کی سڑکوں پر چلتا تو ہے، اس کے حفظانِ صحت کے انتظام سے فائدہ تو اٹھاتا ہے، اس کے پارکوں اور چمنوں سے متمتع تو ہوتا ہے، اس کی جلائی ہوئی بتیوں سے روشنی تو حاصل کرتا ہے، اس کے قائم کیے ہوئے مدرسوں سے منتفع تو ہوتا ہے، لیکن جب اس کے مطالبات کا وقت آئے تو وہ جواب دے دے کہ میں اس مطالبہ کی ذمہ داری سے بری ہوں۔ یا اسی طرح ایک آدمی ایک سلطنت کے اندر شہریت کے حقوق سے متمتع ہو رہا ہے، اس کے امن وعدل سے فائدہ اٹھا رہا ہے، اس کے قانون اور نظام کی بدولت وہ ایک ملکیت کا مالک، ایک بیٹے کا باپ، ایک بیوی کا شوہر، ایک سلطنت کا شہری ہے، لیکن جب سلطنت کے مطالبات کا وقت آئے تو کہہ دے کہ میں نے اس قسم کے بار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھانے اور اس قسم کی جوکھم میں پڑنے کا کبھی اقرار نہیں کیا تھا، تو کیا اس کا جواب صحیح ہوگا؟ بیوی کہے گی کہ یہ عذر غلط ہے، جس دن تو نے میری حرمت پر آزادانہ تصرف کیا اور میں نے اپنا جسم تیرے سپرد کیا اسی دن تو نے ان ساری ذمہ داریوں کے لیے مجھ سے ایک "میثاق غلیظ" کیا ہے اور زبانِ خلق بیوی کو برحق اور شوہر کو لئیم اور کمینہ قرار دے گی۔ یہی سزا ایک قبیلہ اپنے بزدل اور حق ناشناس فرد کو دے گا۔ یہی سزا ایک میونسپلٹی اپنے نا دہند شہری کو اور ایک حکومت اپنے نمک حرام باشندے کو دے گی اور تمام دنیا اس سزا کو بالکل جائز اور واجبی قرار دے گی۔ کیونکہ ہر حق کے ساتھ فرض کا لزوم اس قدر بدیہی ہے کہ آسمان کا سورج بھی اتنا بدیہی نہیں ہے۔"

"یہاں تک کہ اسی استحقاق اور ذمہ داری کے فطری اور ہمہ گیر قانون کی بنا پر ہمارے گھر کی پلی ہوئی مرغی اور ہمارے تھان پر بندھے ہوئے گائے اور گھوڑے، ہمارے چمن میں اُگے ہوئے پھول اور ہمارے باغ میں لگے ہوئے درخت کے بھی ہم پر حقوق ہیں اور ہم نہایت لئیم آدمی ہوں گے اگر ان کا انکار کردیں۔ ہم جس مرغی کے انڈے اور چوزے کھاتے ہیں لازم ہے کہ بلیوں اور کتوں سے اس کی حفاظت کریں۔ ہم جس گائے کا دودھ پیتے ہیں اور جس گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں ہم پر حق ہے کہ ہم ان کے گھاس اور دانے کے کفیل ہوں۔ ہم جس پودے کے پھول سے معطر مشام اور جس درخت کے پھل سے لذت اندوز اور خوش کام ہوتے ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ ان کو سینچیں، گوڑیں، کھاد دیں اور سردی کی آفتوں اور لُو کی مصیبتوں سے بچائیں۔ ہم ان کے حقوق کا انکار نہیں کر سکتے۔ ہم نے جس دن ان کے وجود سے کسی قسم کی لذت و راحت حاصل کی اسی دن ان کے حقوق کا اقرار کیا ہے۔ یہ استحقاق اور ذمہ داری کا وہ عہد ہے جو ہر نافع اور منتفع میں از خود واقع ہوجاتا ہے اور انسان کی فطرت اور دنیا کے معروف میں اس سے زیادہ کوئی چیز اہم اور واجب الاحترام نہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اب غور کرو کہ جب ہم کو ماں باپ کے حقوق سے انکار نہیں ہے تو ان سے کہیں بڑھ کر اس کا حق ہے جس نے ماں باپ کو بھی پیدا کیا۔ جب ہمارے لیے بیوی کے حقوق سے انکار کی گنجائش نہیں ہے تو اس کے حق سے کیسے انکار ممکن ہے جس نے مرد کو سکینت کے لیے عورت کو وجود بخشا۔ جب ہم خاندان اور قبیلہ، بادشاہ اور سلطنت کا حق مانتے ہیں اور اس کو ایک معاہدۂ عمرانی کا درجہ دیتے ہیں تو وہ جس نے خاندان و قبیلہ کو وجود بخشا، جس نے بادشاہ اور سلطنت کی شیرازہ بندی کے لیے انسانی فطرت کے اندر عصبیت کی پیچیدگی اور اجتماعیت پسندی کی بیوستگی بخشی، ان سے کہیں بڑھ کر اس بات کا حق دار ہے کہ ہم اس کے عہدِ ربوبیت کا اقرار کریں۔ جب ہم مرغی اور بلی تک کا حق مانتے ہیں اور گائے اور گھوڑے تک سے ایک خاموش معاہدۂ استحقاق و ذمہ داری کا اعتراف کرتے ہیں تو آخر اس عہد سے ہمیں کیوں انکار ہو جس نے گائے، گھوڑے، دشت و چمن، دریا اور پہاڑ، سورج اور چاند، ہوا اور پانی، آگ اور مٹی سب کو وجود بخشا اور سب کو ہماری ہستی کے قیام کے لیے سازگار اور نفع رساں بنایا؟"

اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عدل انسان کی فطرت ہے اور اس فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے منعم کے حقوق کا اقرار کرے اور منعم کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اس کی شکرگزاری کی جائے اور اس شکرگزاری میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔ یہی حقیقت ہے جو بعض احادیث میں یوں وارد ہوئی ہے کہ بندہ پر خدا کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ کسی کو اس کا ساجھی نہ ٹھہرائے۔ یہی دلیل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝	اور ان کو ابراہیم کی سرگزشت سناؤ جب
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا	کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے
تَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا	لوگوں سے کہا کہ بھلا یہ تم لوگ کن چیزوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ
يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ اَوْ
يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝ قَالُوْا
بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ
يَفْعَلُوْنَ ۝ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا
كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ
الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ
اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ
خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ
هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ
يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ
اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ
يَوْمَ الدِّيْنِ ۝
(الشعراء ۲۶ : ۶۹ - ۸۲)

کی پرستش کرتے ہو! انہوں نے جواب دیا کہ
ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور برابر ان کی پوجا پر
جمے رہیں گے! اس نے کہا، کیا یہ تمہاری
سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو یا تمہیں
نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں! انہوں نے کہا
بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے
ہوئے پایا ہے۔ اس نے کہا، کیا تم نے ان
چیزوں پر غور کیا ہے جن کو تم پوجتے رہے ہو۔
تم بھی اور تمہارے اگلے آباء و اجداد بھی! یہ سب
میرے تو دشمن ہیں، بجز اللہ رب العالمین کے،
جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہ میری رہنمائی
فرماتا ہے اور جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب
میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے اور جو مجھے
موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا اور وہ جس سے میں
متوقع ہوں کہ جزا کے دن میرے گناہ معاف کرے گا۔

یعنی ایک منعم ہستی جس نے پیدا کیا اور پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ نہیں دیا، بلکہ ہم کو فطرت کی اور پھر الہام کی ہدایتیں بخشیں، جس نے ہمیں کھلایا پلایا، جس نے ہمیں بیماری کے بعد صحت بخشی، جو ہمیں موت دیتی ہے اور پھر ہمارے اعمال کا بدلہ دینے کے لیے ہمیں زندہ کرے گی اور جس کے رحم و کرم سے توقع ہے کہ اس کا معاملہ آخرت میں بھی ہمارے ساتھ اچھا ہوگا، بلاشبہ اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی بندگی کی جائے۔ اس کی شہادت اور دلیل ہمارے پاس موجود ہے۔ ہمارا فطری عدل تقاضا کرتا ہے کہ ہم منعم کے احسان کا حق، اس کی شکر گزاری کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں، ادا کریں اور اسی عدل ہی کا تقاضا ہے کہ جو حق اللہ تعالیٰ کا ہے بے دلیل اس میں دوسروں کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ یہ حد درجہ کی ناانصافی اور نہایت کھلا ہوا ظلم عظیم ہے۔

۲۔ علم و یقین کی فطری طلب :

انسانی فطرت کی دوسری نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کو تاریکی کے مقابل میں روشنی، جہل کے مقابلے میں علم اور حیرانی و سرگشتگی کے مقابل میں طمانیت اور شرحِ صدر بالطبع مرغوب ہے۔ انسان اس کو برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کائنات کا اس کے سامنے کوئی حل نہ ہو، اس کے آغاز و انجام کے بارہ میں وہ بالکل اندھیرے میں ہو، وہ اپنی ہستی کی غایت، اور اس کے نیک و بد سے بالکل بے خبر ہو، کچھ نہ جانے کہ کہاں سے آیا ہے، کہاں جائے گا، اپنے ساتھ کیا معاملہ کرے اور دوسروں کے ساتھ کس طرح زندگی بسر کرے۔ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ ان سارے سوالات پر غور کرے، ان کا حل تلاش کرے اور ہر ایک پر نفیاً یا اثباتاً کوئی حکم لگائے۔ وہ یہ تو کرسکتا ہے کہ کسی سوال کا کوئی غلط حل پیدا کرلے اور اسی پر جم جائے، لیکن یہ نہیں کرسکتا کہ ان سوالات سے یکسر کوئی تعرض ہی نہ کرے۔ انسان کے لیے ظلمات میں بھٹکتے پھرنا بالکل ناممکن ہے۔

انسان کی یہی وہ فطری طلب ہے جس کی وجہ سے وہ جستجو کی مختلف وادیوں میں ٹھوکریں کھاتا رہا ہے اور بسا اوقات اس نے کوئی صحیح چیز نہ پاکر کسی غلط چیز کو اختیار کرلیا ہے، لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ وہ ان سوالات سے بالکل بے پروا ہوکر بیٹھ رہا ہو۔ یہ ایک فطری پیاس ہے جس کا بجھنا ضروری ہے اور جس چیز سے یہ پیاس ٹھیک ٹھیک بجھ جائے وہی اس کا صحیح جواب ہے۔ یہ پیاس صرف اللہ کے ایمان سے بجھتی ہے۔ اس کے سوا دوسری چیزیں صرف غیر فطری بہلاوے ہیں۔ جن سے طبیعت کو دھوکا تو دیا جاسکتا ہے، لیکن طمانیت نہیں حاصل کی جاسکتی۔ طمانیت صرف اللہ کو ماننے میں ہے۔ "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْقُلُوْبُ' (الرعد - ۱۳ : ۲۸) (سن لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے)۔
یہی وہ روشنی ہے جس کے چمکتے ہی یہ پوری کائنات اور اس کا سارا آغاز و انجام آشکارا ہو جاتا ہے: 'اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ' (النور - ۲۴ : ۳۵) (اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے)۔ اس کو پالینے کے بعد انسان کے سارے سوالات حل ہو جاتے ہیں اب وہ اس کائنات کے آغاز و انجام کا تصور کر سکتا ہے۔ اس وسیع کائنات میں اپنی ہستی کا مقام متعین کر سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اب اس کے لیے اخلاق کے اصول، معیشت کے ضابطے، سیاست کے آئین، سب طے ہو سکتے ہیں۔ اب وہ اپنے ماضی اور مستقبل دونوں کے بارہ میں علیٰ وجہ البصیرت ایک فیصلہ کر سکتا ہے۔ محض اٹکل کے تیر تکے نہیں چلائے گا۔ اب اسے اپنے عقل و حواس کی طرف سے بدگمانی بھی نہیں رہے گی اور اپنے آپ کو مایوسی اور حقارت کی نظر سے بھی نہیں دیکھے گا اور جس راہ میں جو بھی قدم رکھے گا وہ نہایت مضبوط اور محکم ہوگا۔

اس کے بعد اگر کوئی شخص اس حل کو اس وجہ سے نہیں قبول کرتا کہ ممکن ہے اس کے عقل و حواس اسے دھوکا دے رہے ہوں تو یہ نہایت بدترین قسم کی سوفسطائیت ہے۔ بے شبہ انسان کے حواس غلطی کر جاتے ہیں، لیکن وہ غلطی ہی کرنے کے لیے نہیں بنے ہیں۔ بے شک ہماری عقل کبھی نتائج نکالنے میں چوک بھی جاتی ہے، لیکن یقیناً وہ انسان کو فریب دینے پر نہیں مامور ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انسانوں کی رایوں اور ان کے فیصلوں میں نہایت شدید اختلافات ہیں، لیکن ان کے اندر اتفاق کے جو پہلو ہیں ان کو نظر انداز کر دینا ہدایت کا انکار ہے۔ یہ ارتیابیت انسان کی فطرت کے بالکل خلاف ہے۔ یہ ایک مصنوعی حالت ہے جو بتکلف انسان نے اختیار کی ہے، ورنہ اس کی زندگی کا ایک ایک فعل اس کے یقین کا شاہد ہے۔ وہ یقین پر مجبور ہے اور بغیر یقین کے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔ وہ ایک 'لا ادری' کہنے میں اپنے متعدد یقینوں کا اعلان کرتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس کے تمام یقینوں میں سب سے بڑا یقین اس ہستی کا یقین ہے جس کی شہادت اسے اپنے اندر اور باہر سے مل رہی ہے اور جس کو مانے بغیر یہ تمام عالم بالکل ظلمات ہے۔ انسان کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ تاریکی پر راضی ہو سکے، الّا آنکہ وہ اپنی فطرت کو مسخ کر ڈالے۔ پس خدا کے وجود اور اس کے تمام صفاتِ کمال سے متصف ہونے کی سب سے بڑی شہادت یہ ہے کہ اس کے بغیر اس کائنات کے معمہ کا اور خود اپنی ہستی کا انسان کو کوئی حل نہیں ملتا۔ صرف یہی ایک حل ہے جو تشفی بخش ہے، جس سے ساری گرہیں کھل جاتی ہیں۔ اس حل کی صحت اور صداقت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ قلب کی تشنگی کا صحیح تر جواب اور عقل کی جستجو کا اصل مطلوب ہے۔ اس کے لیے کسی اور عقلی و نقلی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ دلیل وہاں کارگر ہوتی ہے جہاں دلیل اصل دعویٰ سے زیادہ روشن ہو۔ یہاں خود دعویٰ اس قدر روشن ہے کہ کوئی دلیل اس سے زیادہ روشن نہیں۔

پس ایک خدا کو ماننا، جو تمام کمال سے متصف ہے، انسان کی فطرت ہے۔ یہ حق ہے اس کے بعد اگر کسی نے کچھ اور خدا بنا لیے ہیں تو یہ ضلالت اور گمراہی ہے۔ کیونکہ ایک خدا کو مان لینے کے بعد فطرت کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ اب اس سے کسی زائد شے کو ماننا ایک امرِ واقعی پر ایک بالکل غیر ضروری اضافہ ہے اور یہ کھلی ہوئی ضلالت ہے: "فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ" (یونس - ۱۰، ۳۲) (تو حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے)۔ اسی وجہ سے قرآن نے جگہ جگہ فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک کرتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ یعنی ایک خدا کو ماننا تو اس لیے ضروری ہے کہ فطرتِ انسانی اس کے بغیر تسکین نہیں پا سکتی اور اس کی شہادت انسان کے اندر اور باہر موجود ہے، لیکن اس کے ساتھ دوسروں کو خدائی میں شریک کرنا ایک بالکل بے ثبوت بات ہے:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج	تو بڑی ہی برتر ذات ہے اللہ بادشاہِ حقیقی
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ	کی اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عرشِ کریم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْكَرِيْمِ ۝ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ	کا مالک اور جو کوئی اللہ کے سوا کسی اور الٰہ کو
اِلٰـهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ	بھی پکارے گا، جس کے حق میں اس کے پاس
فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ	کوئی دلیل نہیں، تو اس کا حساب اس کے
لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝	رب کے ہاں ہوگا اور کافر فلاح نہیں پائیں گے

(المؤمنون - ۲۳ : ۱۱۶-۱۱۷)

یعنی ایک خدا کی شہادت تو انسان اپنے اور باہر سے پا رہا ہے، اس لیے اس کو ماننا عقل و فطرت کا تقاضا ہے، لیکن اس کے علاوہ اگر کسی اور کو بھی وہ خدائی میں شریک ٹھہراتا ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں ہے، تو یہ انسان کی بدبختی ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ ایک مشرک کے مقابلہ میں ایک موحّد کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ خدا کا اثبات کرے یا شرکا کے ابطال پر دلائل قائم کرے، کیونکہ مشرک ایک خدا کو تو بہرحال مانتا ہی ہے، یہ چیز تو مشرک و موحّد کے درمیان مشترک ہے، باقی رہے شرکا و انداد جو اس نے اپنے جی میں فرض کر رکھے ہیں تو پہلے ان کے ثبوت کے دلائل کی ضرورت ہے نہ کہ ان کی تردید کے دلائل کی۔ ان کی تردید کے لیے تو یہ دلیل کافی ہے کہ ان کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

۳۔ فطرتِ انسانی کا علوّ:

توحید کی ایک بہت بڑی نفسی دلیل فطرتِ انسانی کا علوّ ہے۔ انسان بالطبع ذلّت و اطاعت اور بندگی و غلامی سے نفرت کرتا اور سروری و سرفرازی کا خواہش مند ہے۔ وہ جس وقت اپنی قوتوں اور قابلیتوں کے کرشمے دیکھتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ اس پوری کائنات میں ایک وجود بھی نہیں جو اس کی ہمسری کر سکے۔ اس احساسِ برتری کی ایک بہت بڑی نفسیاتی وجہ یہ ہے کہ وہ اشرف المخلوقات اور خدا کا خلیفہ ہے اور فطرۃً اس اشرفیت اور اس خلافت کا احساس لے کر اس دنیا میں آیا ہے۔ اگر اس منصب کے لحاظ سے اس میں سربلندی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برتری کا احساس نہ ودیعت کیا گیا ہوتا تو یقیناً وہ اس منصب کی ذمہ داریوں کو نہ سنبھال سکتا۔ یہ حقیقت نہایت عمدہ طریقہ پر اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ' (الاحزاب - ۳۳ : ۷۲) (اور ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈرے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بے شک وہ ظلم کرنے والا اور جذبات سے مغلوب ہو جانے والا ہے) میں بیان ہوئی ہے لیکن یہاں اس کی تفصیلات میں جانے کی گنجائش نہیں ہے یہی احساس ہے جس کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بسا اوقات خدائی کے دعوے کر بیٹھتا ہے کبھی 'اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ' (النّٰزعٰت - ۷۹ : ۲۴) (تمہارا رب اعلیٰ تو میں ہوں) پکار اٹھتا ہے کبھی 'اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ' (البقرۃ - ۲ : ۲۵۸) (میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں) کی رعونت کا اظہار کرتا ہے اور کبھی اپنے آپ کو قوموں کی گردنوں کا مالک اور خشکی و تری کا سلطان سمجھنے لگتا ہے اور بندہ کی جگہ طاغوت بن کر خدا کی زمین میں اپنا قانون اور اپنا فرمان چلانے لگتا ہے۔ لیکن اس احساسِ برتری کے ساتھ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کی یہ ساری قوتیں اور قابلیتیں بچپنے بڑھاپے کی دو ناتوانیوں کے درمیان گھری ہوئی ہیں تو اسے ناچار خدائی کا تخت چھوڑ کر بندگی کی صف میں آکھڑا ہونا پڑتا ہے اور اپنی اس پیشانی کو جو کسی کے آگے جھکنا نہیں چاہتی ایک ایسی طاقت کے آگے جھکانا پڑتا ہے جو تمام قویٰ اور قابلیتوں کا سرچشمہ اور تمام آسمان و زمین کی مالک و مدبر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فروتنی انسان اس لیے نہیں اختیار کرتا کہ اس میں بالطبع کمتری کا احساس یا کسی کو خدا بنانے کا شوق ہے۔ اس میں اصلی ولولہ تو خدا بننے کے لیے ہے، لیکن جب وہ اپنے حوصلوں کی بلند پروازیوں کے ساتھ اپنی قوتوں اور قابلیتوں کی نارسائیوں کو دیکھتا ہے تو ناچار اسے ایک ان دیکھی ہستی کے سامنے اپنے تئیں ڈال دینا پڑتا ہے ایسا کرنے پر انسان مضطر ہے۔ اگر وہ اس سے بچ سکتا تو یقیناً اس کی خواہش یہی ہوتی کہ وہ اس سے اپنے آپ کو بچا لے جائے لیکن وہ مجبور ہے کہ ایک بالاتر ہستی کا اقرار کرے جس کی قدرت کاملہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ سارا کارخانہ وجود میں آیا اور جس کی حکمت و تدبیر سے یہ سارا نظام چل رہا ہے۔ یہ کبرِ نفس اور علوّ کا داعیہ انسان میں اتنا سخت و شدید ہے کہ بسا اوقات یہ کسی طرح بھی اعترافِ حق پر راضی نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ایک بادشاہ کا مناظرہ سورۂ بقرہ میں مذکور ہے، جو مدعی تھا کہ "میں زندہ کرتا ہوں اور میں مارتا ہوں" اس لیے میں ہی رب ہوں"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہہ کر کہ "اللہ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، تم اسے مغرب سے طلوع کر دو" اس کے عجز کو بالکل بے نقاب کر دیا اور وہ اس معارضہ سے ہکا بکا ہو کے رہ گیا۔ لیکن کبرِ نفس کا شیطان اتنا سرکش ہے کہ لاجواب ہو کر بھی وہ خدا کے اقرار پر راضی نہ ہوا۔ لیکن جن کی عقل درست اور فطرت سلیم ہوتی ہے وہ اپنے علوّ اور اپنے ضعف دونوں کے توازن کو قائم رکھتے ہیں۔ وہ ایک حکیم و مدبر ہستی کے آگے جھک کے اپنے ضعف کی تلافی اور اپنی ناتوانی کا علاج پا لیتے ہیں اور ان کا قلب مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص کسی اور آستانہ پر جھکتا ہے تو اس کی مثال اس دنی الطبع گدا کی ہے جو ایک دروازہ سے اپنی تمام مایحتاج پا لینے کے باوجود دردر صدائے سوال بلند کرتا پھرتا ہے اور اس کی طبیعت کی دنارت اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ بسا اوقات اپنے سے زیادہ ذلیل و بے بس محتاجوں کے آگے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں بھی اس کو کوئی شرم نہیں لاحق ہوتی۔

ظاہر ہے کہ یہ حالت انسان کی اصلی فطرت نہیں بلکہ فطرت کا بگاڑ ہے۔ جس طرح گداؤں کی کثرت کے باوجود ہم یقین رکھتے ہیں کہ انسان کی اصلی فطرت خودداری اور عزتِ نفس ہے، اسی طرح مشرکوں کی کثرت کے باوجود انسانی فطرت کا اصلی تقاضا توحید ہے۔ ایک عورت اپنے آپ کو ایک مرد کے حوالہ اس لیے کرتی ہے کہ وہ اپنے اندر ایک خلا محسوس کرتی ہے جو ایک قوام کی قوامیت کے بغیر نہیں بھر سکتا۔ اب اگر کوئی عورت ایسی ہے جو اس خلا کو بھر لینے کے باوجود دوسروں سے آشنائی کرتی پھرتی ہے تو وہ چھنال ہے جس نے اپنا جوہرِ عفت اور جمالِ غیرت بالکل کھو دیا ہے۔

پس جو شخص خدا کو مانتا ہے وہ اس لیے نہیں مانتا کہ اسے خدا بنانے کا شوق ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اس لیے مانتا ہے کہ اسے خدا کی احتیاج ہے۔ وہ تمام قوتوں اور قابلیتوں کے باوجود اپنے اندر ایک خلا محسوس کر رہا ہے جو ایک خدا کو مانے بغیر نہیں بھر سکتا۔ اس کو مان لینے کے بعد وہ خلا پر ہو گیا اب اگر کوئی اس سے یہ کہتا ہے کہ اس ایک کے سوا کچھ اور بھی ہیں جو بندگی کے مستحق ہیں تو وہ تو یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا کہ میرے لیے ایک خدا بس ہے اگر تمہیں دوسرے آستانوں پر بھی پیشانی رگڑنے کی تمنا ہے تو تم یہ ذلت گوارا کرو، مجھے اس سے معاف رکھو۔

انسانی فطرت کی اسی بلندی کی طرف حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے قیدخانہ کے ساتھیوں کے سامنے کی ہے :

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ	اور میں نے اپنے بزرگوں، ابراہیم اور
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ط مَا كَانَ	اسحاق اور یعقوب کے مذہب کی پیروی کی۔
لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط	ہمیں حق نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک
ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا	ٹھہرائیں۔ یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل
وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ	ہے، لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔
النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَیِ	اے میرے جیل کے دونو ساتھیو! کیا الگ الگ
السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ	بہت سے رب بہتر ہیں، یا اکیلا اللہ ہی سب
خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝	پر حاوی و غالب؟ تم اس کے سوا نہیں پوجتے
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ	ہو مگر چند ناموں کو جو تم نے اور تمہارے باپ
اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ	دادوں نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ نے ان کی
وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اختیار و اقتدار صرف
بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنِ الْحُكْمُ	اللہ ہی کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس
اِلَّا لِلّٰهِ ط اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ	کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو۔ یہی دین
اِيَّاهُ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ	قیم ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(یوسف - ۱۲ : ۳۸ - ۴۰)

اس تقریر کے ابتدائی حصہ کی روح یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے سوا کسی کی عبادت وبندگی کا حکم نہیں دیا اور انسان کے اندر برتری اور سربلندی کا جو احساس ودیعت فرمایا اس کی حرمت وعزت کا خود اس درجہ لحاظ فرمایا کہ غیر کے آگے جھکنے کی ذلت سے اس کو بچایا اور صرف اپنے ہی آگے جھکنے کا حکم دیا، لیکن انسان نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا نہیں کیا اور بلا کسی سبب کے اس نے اپنی نفس کی حرمت کو بٹہ لگایا اور اپنے سے زیادہ حقیر وذلیل مخلوقات کی پرستش کی۔اس کے بعد فرمایا کہ خدا کو ماننا ایک ضرورت ہے اور انسان، اپنے نفس کے علوّ کے باوجود، اس لیے خدا کو مانتا ہے کہ اس کے مانے بغیر اس کی فطرت کا خلا پر نہیں ہوتا۔اب سوال یہ ہے کہ بہتر کیا ہے؟ کیا یہ کہ بہت سے الگ الگ آقا اور رب ہوں اور ان سب کی غلامی کی جائے یا یہ کہ صرف ایک ہی خدائے واحد وتنہا کی اطاعت کی جائے۔ظاہر ہے کہ خود دار انسان کے لیے ایک ہی رب کی غلامی بہت ہے، وہ بہت سے ارباب کیوں تراشے گا! رہی یہ بات کہ اسی ایک نے بعض دوسروں کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہو تو اس کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے اور اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔اس کے بالکل برعکس اس کا حکم یہ ہے کہ تنہا اسی کی بندگی کی جائے اور یہی فطری دین ہے۔یعنی انسان کی فطرت بھی اس ایک کی شہادت اپنے اندر اور باہر پا رہی ہے، لیکن بہتوں نے اپنے اس فطری دین کو نہیں پہچانا اور شرک کی وادیوں میں بھٹک گئے۔

انسانی فطرت کے اسی علوّ کی بنا پر موحّد ومشرک کی ایک تمثیل بھی بیان ہوئی ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ انسان بالطبع توحید کو پسند کرتا ہے، نہ کہ شرک کو:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ	اللہ تمثیل بیان کرتا ہے ایک غلام کی
شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا	جس میں کئی مختلف الاغراض آقا شریک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿
(الزمر - ۳۹ : ۲۹)

ہیں اور ایک دوسرے غلام کی جو پورے کا پورا ایک ہی آقا کی ملک ہے۔ کیا ان دونوں کا حال یکساں ہوگا؟ سزاوارِ شکر صرف اللہ ہے لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں سمجھتی۔

یعنی بہت سے مختلف المزاج اور مختلف الاغراض آقاؤں کی غلامی کو اپنی پسند سے کون گوارا کرسکتا ہے؛ تو جب کوئی غلام اس ذلت پر راضی نہیں ہوتا تو پھر انسان یہ کیوں گوارا کرتا ہے کہ ایک خدا کے ساتھ اپنے جی سے دوسرے بہت سے خداؤں کو شریک کرلیتا ہے۔ کیا ایک آقا کے غلام اور بہت سے آقاؤں کے غلام کا حال یکساں ہوگا؛ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اس کے بعد فطرتِ انسانی کی صدائے حال بتائی کہ الحمدللہ، یعنی شکر کا سزاوار صرف اللہ ہی ہے کوئی اور اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

انسان کے اسی علوئے فطرت کو مخاطب کرکے سوال کیا گیا ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ
(الزمر - ۳۹ - ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے!

یہی علوئے نفس ہے۔ جس کو انسان شرک میں آلودہ ہوتے ہی کھو بیٹھتا ہے اور دفعتہً رفعت وعزت کے اس آسمان سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو سرفراز فرمایا ہے، انتہائی ذلت کی پستی میں گرجاتا ہے:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔
(الحج - ۲۲ : ۳۱)

اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ وہ آسمان سے گرے اور چڑیاں اس کو اچک لیں یا ہوا اس کو کسی دور دراز جگہ میں لے جا پھینکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ اس سے زیادہ واضح لفظوں میں فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (السجدۃ) (الحج - ۲۲ : ۱۸)	کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی کے آگے جھکتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت اور چوپائے اور لوگوں میں سے بہتیرے ایسے ہیں جن پر خدا کا عذاب لازم ہو چکا ہے اور جن کو خدا ذلیل کر دے تو ان کو کوئی دوسرا عزت دینے والا نہیں بن سکتا۔ بے شک اللہ ہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اس آیت میں انسان کی جس ذلت کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ تمام اشیائے کائنات صرف اللہ واحد کو سجدہ کرتی ہیں اور باوجود یکہ اللہ تعالیٰ نے ان ساری چیزوں کو انسان کی خدمت گزاری اور نفع رسانی میں سرگرم کر رکھا ہے، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی یہ ننگ گوارا نہیں کرتی کہ انسان کی بندگی کرے۔ البتہ انسان ہے کہ ان ساری چیزوں پر فضیلت رکھنے اور ان کا مخدوم ہونے کے باوجود ان میں سے اکثر چیزوں کا پرستار بنا ہوا ہے۔

۴۔ انسان کا ضعف و افتقار:

چوتھی چیز انسان کا ضعف و افتقار ہے۔ ضعف و افتقار انسان کی صفتِ ذاتی ہے جو اس سے کبھی منفک نہیں ہوتی۔ بے شبہ انسان قوتوں اور قابلیتوں کا ایک بہت بڑا خزانہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ اپنی ان قوتوں کی بدولت زمین کے مدفون خزانے اگلوا لیتا ہے۔ فضاؤں میں اپنا تختِ حکومت بچھاتا ہے۔ پہاڑوں کا سینہ چاک کر ڈالتا ہے۔ سمندروں پر اپنے جہاز دوڑاتا ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود وہ اپنی ناتوانی کو جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ وہ خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ نہیں ہے کیونکہ وہ علانیہ دیکھتا ہے کہ جن قوتوں اور قابلیتوں کے ذریعہ سے وہ یہ سارے تصرفات کر رہا ہے ان میں سے کسی قابلیت کو بھی وہ وجود میں نہیں لایا ہے اور نہ جن چیزوں پر وہ تصرف کرتا ہے ان میں کسی چیز کو اس نے پیدا کیا ہے۔ یہ ساری چیزیں کسی اور ہی کی بخشی ہوئی ہیں اور اسی کے بنائے ہوئے قانونِ طبیعی کی پابند بھی ہیں۔ انسان کے اختیار میں جو کچھ ہے وہ بس اتنا ہے کہ کوشش کرکے ان کے قوانین کو سمجھے اور پھر ان قوانین کے مطابق ان سے کام لے اور فائدہ اٹھائے اور یہ تمتع بھی بس ایک ہی مدت تک ہے، جس کے پورے ہو جانے کے بعد وہ لاکھ چاہے، لیکن ان میں سے کسی چیز سے ایک پل کے لیے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ چیز انسان میں فطری طور پر ایک اَن دیکھی ہستی کی احتیاج پیدا کرتی ہے جس نے اس کو اور ان ساری چیزوں کو وجود بخشا ہے اور جس کے جاری کیے ہوئے قوانین کے مطابق یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ انسان کا یہی ضعف و افتقار ہے جس کی وجہ سے فرمایا گیا ہے: "اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ" (فاطر - ۳۵ : ۱۵) (تمہی اللہ کے محتاج ہو) دوسری جگہ فرمایا ہے: "وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ" (محمد - ۴۷ : ۳۸) (اور اللہ بالکل بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو)۔

جو عاقل ہیں وہ زندگی کے ہر دور اور اس کے ہر تغیر میں اپنی احتیاج کو محسوس کرتے رہتے ہیں اور کبھی خدا سے مستغنی اور بے پروا نہیں ہوتے، بلکہ ان پر نعمتوں کی فراوانی جس قدر بڑھتی جاتی ہے خدا سے ان کا تعلق اسی قدر بڑھتا جاتا ہے۔ اس کی بہترین مثال حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، ذوالقرنین اور فاروق اعظمؓ ہیں۔ لیکن جو کم ظرف اور بلید ہوتے ہیں، وہ بسا اوقات اپنے اردگرد دولت کی فراوانی، خدم و حشم کی کثرت اور طاقت و قوت کے کرشمے دیکھ کر بے خود ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو خدائی میں شریک سمجھنے لگتے ہیں۔ قرآن میں اس کی مثال کے لیے فرعون، ہامان، قارون اور ابولہب، وغیرہ کے نام پیش کیے گئے ہیں جو اس عہد کے فرعونوں ہامانوں، قارونوں اور بولہبوں کے ائمۂ ضلالت ہیں۔

جن لوگوں پر اس طرح کی خیرگی طاری ہوتی ہے ان کے لیے قرآن نے جگہ جگہ انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فطری ضعف وافتقار کو مختلف تمثیلوں سے واضح فرمایا ہے کہ انسان کتنی ہی رعونت اور خدا سے غفلت و بے پروائی کا اظہار کرے، لیکن اس کی زندگی میں بارہا ایسے حالات پیش آتے ہیں جو اس کی بے بسی اور ناتوانی کا راز کھول ہی دیتے ہیں اور اس وقت اس کے منہ سے وہ چیخ نکل ہی پڑتی ہے جو اس کی فطرت کی پکار ہے۔ اس حالت میں اس کے تمام شرکا خواہ اپنی ذات ہو یا اس کے لاؤ لشکر یا اس کے غیبی شرکا روانداد، سب اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور صرف ایک ہی ذات بچ رہتی ہے جس کا دامنِ رحمت اس کو پناہ دیتا ہے۔ یہ دلیل قرآن مجید میں مختلف اسلوبوں سے بیان ہوئی ہے۔ ہم صرف چند مثالوں پر اکتفا کریں گے۔ فرمایا ہے،

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ (الانعام - ۶ : ۶۳-۶۴)	ان سے پوچھو، خشکی اور تری کی تاریکیوں سے تم کو کون نجات دیتا ہے، جب کہ اسی کو تم پکارتے ہو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے کہ اگر اس نے ہم کو نجات دے دی اس مصیبت سے تو ہم اس کے شکرگزار بندوں میں سے بن جائیں گے؟ کہہ دو، اللہ ہی تم کو نجات دیتا ہے اس مصیبت سے بھی اور دوسری ہر تکلیف سے، لیکن تم پھر شرک کرنے لگتے ہو۔

دوسری جگہ فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَھُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ	وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں سفر کراتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور کشتیاں ہوا ئے موافق سے چل رہی ہوتی ہے اور وہ اس میں مگن ہوتے ہیں کہ دفعۃً ایک باد تند آتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موجیں اٹھنے لگتی ہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ (یونس - ۱۰ : ۲۲ - ۲۳)	وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ ہم ہلاک ہوئے تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں، خالص اسی کی اطاعت کا عہد کرتے ہوئے کہ اگر تُو نے ہمیں اس آفت سے نجات دی تو ہم تیرے شکرگزار بندوں میں سے ہو کر رہیں گے تو جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے وہ نجات پاتے ہی زمین میں، بلا کسی حق کے سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ لوگو، تمہاری سرکشی کا وبال تمہارے ہی اوپر آنے والا ہے۔ چند دن دنیا کی زندگی کا نفع اٹھالو، پھر تمہاری واپسی ہماری طرف ہے، پھر ہم تمہیں تمہاری کرتوتوں سے آگاہ کریں گے۔

سرکش انسان کی سرکشی اور اس کے تمرّد و استکبار کی یہ کتنی سچی مثال ہے۔ دنیا کے سمندر میں جب اس کی زندگی کی کشتی بغیر کسی رکاوٹ کے چلتی رہتی ہے، وہ اپنی کشتی کے استحکام اور اپنے حسنِ انتظام پر مغرور رہتا ہے، اپنی تدبیر و دانش کو بڑی چیز سمجھتا ہے، اپنے وسائل و ذرائع پر اتراتا ہے اور خدا کی اطاعت و شکرگزاری سے باہر ہو کر بغیر کسی استحقاق کے اپنی خدائی کا اعلان کرتا ہے، غرور سے اکڑتا ہے، گھمنڈ سے اتراتا ہے، فخر کے نشہ سے بدمست ہو جاتا ہے، لیکن جب دفعتہً ساز گار ہوا طوفانی بن جاتی ہے۔ کشتی ڈانوا ڈول ہونے لگتی ہے، اور موجوں کے تھپیڑے کشتی کو ایک پرِ کاہ اور اس کے سارے تدبیر و نظام کو بے حقیقت ثابت کر دیتے ہیں، اس کے منہ سے بے تحاشا چیخ نکل پڑتی ہے کہ اے خدا! اگر اس ورطۂ ہلاکت سے تو نے نجات بخشی تو اب کبھی تجھ سے غفلت نہ ہوگی، اب کبھی گھمنڈ نہ کروں گا اور کبھی تیری خدائی میں ساجھی بننے کی جرأت نہ کروں گا۔ بلکہ تیرا شکرگزار بندہ بنوں گا اور تیری ہی اطاعت کروں گا، نہ اپنی اطاعت کروں گا نہ کسی اور کی۔ لیکن جوں ہی اس آفت سے نجات پا جاتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر وہی غفلت اور سرمستی عود کر آتی ہے۔ اور اپنے جس سروسامان اور جس گھمنڈ کو اس نے اتنا بے حقیقت پایا تھا ان ہی کے نشہ میں مخمور ہو کر پھر خدا کا باغی اور مشرک بن جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو خدا نے 'ختّار' اور 'کفور'؛ عہد شکن اور ناشکر گزار کہا ہے۔ کیونکہ فطرت کے جس عہد کو مصائب کے تازیانے آکر یاد دلاتے ہیں اور انسان اس کی تجدید کرتا ہے، حالات کے بدلتے ہی اس عہد کو توڑ کر پھر کفرانِ نعمت کی حالت اختیار کر لیتا ہے۔

اس تفصیل سے مقصود یہ دکھانا ہے کہ انسان کے اندر افتقار و احتیاج کا احساس بالکل فطری ہے اور یہ افتقار اسے دھکیل کر ایک ایسی ہستی کی طرف لے جاتا ہے جو اس کے لیے مامن و ملجا ہو۔ اگر انسان پر اس کا یہ افتقار آشکارا رہے تو وہ کبھی انانیت، خودسری، رعونت اور بغی و استکبار کے شرک میں مبتلا نہ ہو۔ لیکن وہ اکثر خدا کی نعمتیں پا کر اپنے ضعف و احتیاج کو بھول جاتا ہے لیکن بس بھول جاتا ہے، اس کی فطرت بدل نہیں جاتی چنانچہ جوں ہی اس پر کوئی ایسی مصیبت آتی ہے جو اس کے فریبِ اطمینان کی بنیادوں کو متزلزل کر دیتی ہے، اس کی دبی ہوئی فطرت پھر جاگ اٹھتی ہے اور وہ خدا کی طرف بھاگتا ہے اور اس کے سوا سب کو بھول جاتا ہے۔

سرکش سے سرکش انسانوں میں ہم اس فطرت کو جاگتے اور ابھرتے دیکھتے ہیں۔ مغرور سے مغرور انسان جو 'اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ' (القصص - ۲۸ : ۷۸) (مجھے یہ جو کچھ ملا ہے میرے ذاتی علم کی بدولت ملا ہے) کے گھمنڈ میں خدا کو بھول گئے تھے۔ جنہوں نے بغیر کسی استحقاق کے خدا کی زمین میں اپنی خدائی کے علم گاڑ دیے تھے، جن کو اپنی تدبیروں اور اپنے استحکامات پر اتنا ناز تھا کہ خدا کے نام پر ہنستے تھے، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان کی تدبیروں کی ناکامی اور ان کے استحکامات کے بودے پن نے ان پر انسان کی بے بسی کا راز کھول دیا ہے اور وہ خدا کا نام لینے لگے ہیں: 'لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا' (الطلاق - ۶۵ : ۱) (شاید اللہ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

توحید کے خصوصی دلائل

دلائل بلحاظ مسلّمات مخاطب

اوپر کے دو ابواب میں ہم نے الوہیت اور توحید کی وہ دلیلیں بیان کی ہیں جن کی حیثیت عام دلائل کی ہے۔ ان کی اساس اس کائنات کے نوامیس وسنن اور فطرتِ انسان کے اذعانات ومسلّمات پہ ہے۔ اس وجہ سے ہر چند ان کے مخاطبِ اوّل عرب ہیں، لیکن ان کی حجت تمام بنی آدم پر بلا امتیاز عرب وعجم اور بلالحاظ کافر ومومن، یکساں اور عام ہے۔ یہ صحیفۂ کائنات ہر شخص کے سامنے کھلا ہوا ہے اور فطرت کی شہادتیں بھی ہر قلبِ سلیم کے اندر سے بول رہی ہیں۔ صرف وہی لوگ ان حقائق کے انکار کی جرأت کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھیں پھوڑ لی ہوں اور اپنے کان بہرے کر لیے ہوں، ایسے لوگوں کو دنیا کی کوئی چیز بھی قائل نہیں کر سکتی۔ اب ہم اُن دلائل کی توضیح کریں گے۔ جن کی بنیاد مخالف کے اعترافات پر قائم ہے ان کی حیثیت خصوصی دلائل کی ہے۔ یعنی مخاطب جن صحیح اصولوں کو تسلیم کرتا ہے قرآن نے ان کو اپنا لیا ہے اور ان کی اساس پر ان کے مقتضیات ولوازم کی تشریح کر کے مخاطب سے ان کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور ساتھ ہی جو باتیں ان مسلّمات سے متناقض ہیں ان کی نفی کا مطالبہ کیا ہے۔ استدلال کا یہ اسلوب بالکل عقلی وفطری ہے۔ اس پر یہ اعتراض کرنا کہ اس میں اساسِ استدلال بے ثبوت رہ گئی ہے بالکل لغو بات ہے۔ استدلال کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ اس اصل کو بھی مدلّل ومبرہن کرنے پر وقت ضائع کیا جائے جو حریف کے نزدیک مسلّم ہے۔ انہی دلائل کی وجہ سے ہمارے بعض فلاسفہ ومتکلمین کو یہ غلط فہمی ہو گئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قرآن کے سارے دلائل الزامی قسم کے ہیں اور ایسے برہانیات سے قرآن بالکل خالی ہے جن کی حجت تمام انسانوں پر عام ہو سکے۔ یہ خیال قرآن سے بے خبری پر مبنی ہے۔ یہ تو قرآنی استدلال کی ایک خاص قسم ہے، جس کی بنیاد ایک طرف مخاطب کے اعتراف پر ہے اور دوسری طرف ان برہانیات پر ہے جن کی شرح ہم پچھلے دو ابواب میں کر آئے ہیں۔ اب ہم اس کی توضیح کی کوشش کریں گے۔

۱۔ شرکاء کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے:

اس بات میں قرآن نے عربوں پر سب سے بڑی حجت یہ قائم کی ہے کہ جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو ان کے لیے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ خدا کا سوال تو خارج از بحث ہے کیونکہ اسے تو تم مانتے ہی ہو اور اس کی شہادت آفاق وانفس سے بھی مل رہی ہے، لیکن اس کے سوا جن کو تم نے خدائی میں شریک بنا رکھا ہے ان کی دلیل لانا تمہارا فرض ہے۔ بغیر دلیل کے کسی معمولی بات کو بھی ماننا انسان کی فطرت کے خلاف ہے چہ جائیکہ کسی کو خدا کا دست و بازو قرار دینا۔ پس اگر اس کی کوئی عقلی دلیل ہے تو اس کو پیش کرو اور اگر کوئی نقلی دلیل ہے تو اس کو سامنے لاؤ۔ رہی یہ بات کہ تم نے اپنے بزرگوں کو ان کی پرستش کرتے دیکھا ہے تو یہ کوئی سند نہیں ہے۔ اتنے بڑے دعوے کے ثبوت کے لیے مجرد یہ بات کافی نہیں ہو سکتی۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا	اور جو کوئی اللہ کے سوا کسی اور اللہ کو
اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ	بھی پکارے گا، جس کے حق میں اس
فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ	کے پاس کوئی نہیں، تو اس کا حساب
(المؤمنون - ۲۳ : ۱۱۷)	اس کے رب کے ہاں ہو گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

تم اس کے سوا نہیں پوجتے ہو مگر چند ناموں کو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔

(یوسف - ۱۲ : ۴۰)

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝

کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل اتاری ہے جو ان چیزوں کی شہادت دے رہی ہو، جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں!

(الروم - ۳۰ : ۳۵)

اہل عرب اس کے جواب میں یہ کہتے کہ ہمارے بزرگوں نے جو شرک اختیار کیا وہ خدا کے حکم سے کیا اور یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم ہے۔ قرآن نے اس کا جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ خدا نے کبھی شرک کا حکم نہیں دیا ہے۔ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا کوئی ایسی سند پیش کرو جس کی بنیاد علم پر ہو:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(الاحقاف - ۴۶ : ۴)

ان سے کہو کہ کبھی تم نے غور بھی کیا ان چیزوں پر جن کو اللہ کے سوا تم پوجتے ہو۔ مجھے دکھاؤ کہ زمین کی چیزوں میں سے انہوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے یا ان کا آسمانوں میں کون سا ساجھا ہے! میرے سامنے اس سے پہلے کی کوئی کتاب پیش کر دیا کوئی ایسی روایت جس کی بنیاد علم پر ہو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی یہ بات کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی تعلیم ہے تو یہ بھی بالکل جھوٹ اور افترا ہے۔ ابراہیم (علیہ السلام) کی زندگی کا ایک نمایاں کارنامہ تو ہجرت کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اللہ واحد کے لیے اپنے خاندان و وطن، سب کو چھوڑ دیا اور ہجرت کے وقت انہوں نے شرکاء و شفعاء سے جس طرح اپنی علیحدگی کا اعلان کیا اور براءت کا جو یادگار کلمہ کہا آج تک ان کی ذریّت کی ایک شاخ، بنی اسرائیل میں اس کی روایت موجود ہے، جو ان کے تمام اخلاف کے لیے ہمیشہ نشان راہ کا کام دے سکتا ہے۔ سورۂ زخرف میں اس استدلال اور قرآن کے جواب کی پوری تفصیل موجود ہے:

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا	اور کہتے ہیں کہ اگر خدائے رحمان چاہتا تو
عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ	ہم ان کو پوجنے والے نہ بنتے۔ ان کو اس بارے
مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ؕ	میں کوئی علم نہیں ہے۔ یہ محض اٹکل کے تیر
اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ	چلا رہے ہیں۔ کیا ہم نے ان کو اس سے
فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝ بَلْ	پہلے کوئی کتاب دی ہے تو وہ اس کی سند پکڑتے
قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا	ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو
عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے نقش قدم
مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ مَآ	پر راہ یاب ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے جس بستی
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ	میں بھی تم سے پہلے کوئی منذر بھیجا تو اس کے
قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ	خوش حالوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو
مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَا	ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم
اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى	پر چلتے رہیں گے۔ منذر نے کہا: کیا اگر میں
اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ قٰلَ اَوَلَوْ	اس سے زیادہ ہدایت بخش طریقہ لے کر تمہارے
جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ	پاس آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا	کو پایا ہے جب بھی تم انہی کے نقش قدم کی پیروی
بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝	کرو گے! انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس سارے
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ	کے منکر ہیں جو دے کر تم بھیجے گئے ہو! تو ہم نے ان
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝	سے انتقام لیا تو دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ	کا۔ اور یاد کرو جب کہ ابراہیم نے اپنے باپ اور
وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا	اپنی قوم سے کہا کہ میں ان چیزوں سے بالکل بری
تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ	ہوں جن کو تم پوجتے ہو۔ میں صرف اسی کو پوجتا
فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا	ہوں جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ پس بے شک وہی میری
كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ	رہنمائی فرمائے گا اور اس کو اس نے ایک پائدار
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝	روایت کی حیثیت سے چھوڑا اپنے اخلاف میں
(الزخرف - ۴۳ : ۲۰ - ۲۸)	تاکہ لوگ اسی کی طرف رجوع کریں۔

ان آیات کے مطالب کا تجزیہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اہل عرب شرک کی حمایت میں جو روایات پیش کرتے تھے وہ بالکل بے بنیاد اور بے سروپا تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کی مدوّن سرگزشت، جس کو ایک علمی سند کی حیثیت دی جا سکتی تھی اور جو بنی اسرائیل کے صحیفوں میں موجود تھی، عربوں کے ان من گھڑت فسانوں کی تردید کے لیے بالکل کافی تھی۔ خصوصیت کے ساتھ ان کی ہجرت کا واقعہ تو توحید و اخلاص کا ایک یادگار کارنامہ تھا۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ذریتِ ابراہیم کی دونوں شاخوں میں سے کسی نے بھی اس کلمۂ باقیہ کی روح نہیں پہچانی۔ یہود اس نشانِ راہ کے باوجود بارہا بھٹکے اور بالآخر توحید کے صراطِ مستقیم سے وہ اس قدر دور ہو گئے کہ ان کے لیے اس کی طرف لوٹنا ناممکن ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کر دی اور عربوں نے تو اپنی روایات کے دفتر سے سرے سے یہ سرگزشت ہی گم کر دی اور اس کے بالکل برعکس ایسی روایات گھڑ کے کھڑی کر دیں جن سے دینِ بت پرستی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تائید نکلے۔

عربوں کے ان اوہام کی تردید میں قرآن نے جگہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختلف واقعات زندگی کا، نیز خانۂ کعبہ کی تعمیر اور مقصدِ تعمیر کی ابتدائی تاریخ کا اور تمام انبیاء کرام کی دعوت کے مشترک مقصود کا حوالہ دیا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جس سے تمہارے اس دعوے کی تائید نکلتی ہو کہ خدا نے شرک و بت پرستی کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو جاننے کا ذریعہ انبیاء ہیں اور انبیاء کی دعوتیں اگلے صحیفوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی کی دعوت کو بھی تم شرک کی حمایت میں نہیں پیش کر سکتے۔ انبیاء کی تاریخ کا مدوّن سرمایہ قرآن کے دعوے کی تصدیق کر رہا ہے اور جہاں کہیں اس تاریخ میں کوئی بات ملائی گئی ہے اس کی تردید خود اسی کے اندر موجود ہے۔

۲۔ لوازم سے استدلال:

قرآن کے استدلالِ خصوصی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اہل عرب خدا کی جن صفتوں کو تسلیم کرتے تھے۔ قرآن نے ان کے لوازم کو بھی تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ لوازم دو طرح کے ہیں: ایک وہ صفات جو ان مانی ہوئی صفات سے متفرع ہوتی ہیں۔ نیز ان صفات کی نفی جن سے مانی ہوئی صفات کی نفی لازم آتی ہے۔ دوسرے وہ حقوق و فرائض جو ان صفات کے اقرار سے لازمی نتیجہ کے طور پر اقرار کرنے والے پر عائد ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان اعمال و عقائد کی نفی جن سے خدا کے مسلّمہ حقوق کی نفی لازم آتی ہے۔

اہل عرب کے متعلق یہ بات معلوم ہے کہ وہ نہ صرف خدا کے وجود کے قائل تھے، بلکہ آسمانوں اور زمین کا خالق، روزی رساں، قویٰ اور قابلیتوں کا بخشنے، موت اور زندگی کا مالک اور مدبّر امر خدا ہی کو مانتے تھے، لیکن رب یعنی مالک و حاکم خدا کے سوا اوروں کو بھی قرار دیتے تھے۔ قرآن نے ان سے مطالبہ کیا کہ جس کے لیے یہ ساری صفتیں تسلیم کرتے ہو لازم ہے کہ رب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کو مانو:

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

پس وہی اللہ تمہارا رب حقیقی ہے تو حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے تو کہاں تمہاری عقل الٹ جاتی ہے۔

(یونس - ۱۰ : ۳۲)

یعنی یہ ساری باتیں مان لینے کے بعد تو یہ لازم ہے کہ مالک و حاکم اور آمر و ناہی اسی کو مانو۔ اس حق کے بعد، جو ثابت ہے، اگر کسی اور کو بھی مانتے ہو جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو یہ بھی ضلالت و گمراہی ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف میں فرمایا کہ جس کو خالق ارض و سما مانتے ہو لازم ہے کہ اسی کو رب بھی مانو۔ اس کے سوا کسی اور مالک و حاکم نہ بناؤ۔ جو خالق ہے امر و حکم کا حق اسی کو پہنچتا ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...... اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ

بے شک تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا... آگاہ کہ خلق اور امر اسی کے لیے خاص ہے

(الاعراف - ۷ : ۵۴)

جس اللہ کو آسمان و زمین کا خالق مانتے ہو، اسی کو رب بھی مانو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ خالق کوئی ہو اور رب کوئی بن جائے۔ جس نے خلق کیا ہے امر اسی کا حق ہے جب ایک جزیرہ کا انکشاف کرنے والا اور ایک چیز کا ایجاد کرنے والا محض اپنے کشف و ایجاد کی بدولت یہ حق رکھتا ہے کہ اس کی ملکیت اور اس پر تصرف کا حق اسے حاصل ہو تو خدا کے اس حق سے کیوں انکار کرتے ہو، درآنحالیکہ اس کا حق کشف و ایجاد سے بدرجہا زیادہ ہے!

اسی طرح خالق کے لیے صفتِ علم کو لازم قرار دیا۔ یعنی جس ذات کو آسمان و زمین کا خالق مانتے ہو لازم ہے کہ اس کے علم کو محیطِ کل مانو: 'اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الملک - ۶۷ : ۱۴) (کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے)۔

اسی طرح یہ لازم ہے کہ جس خدا کو خلق و تدبیر پر قادر مانا ہے تمام نفع وضرر اسی کے اختیار میں تسلیم کیا جائے: وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الانعام - ۶ : ۱۷) (اور اگر اللہ تجھ کو کسی دکھ میں مبتلا کرے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس کا دور کرنے والا بن سکے اور اگر کسی خیر سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

اسی طرح تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے بری قرار دیا گیا جو الوہیت کے منافی ہیں یا جن کو تسلیم کرنے سے ان صفات کی نفی لازم آتی تھی جن کو اہل عرب خدا کے لیے تسلیم کرتے تھے۔ یہ باب نہایت وسیع ہے اور اس پر ایک حد تک ہم 'حقیقتِ شرک' کے تحت بحث کر چکے ہیں۔ یہاں صرف اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں اصولی بات یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صرف اچھی صفتیں سزاوار ہیں۔ کوئی بری صفت الوہیت کے تصور کے منافی ہے۔ اس کائنات کا معمہ حل ہی ایک ایسی ذات کو ماننے سے ہوتا ہے جو تمام صفاتِ جمال و کمال کی جامع ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی ایسی صفت لگا دی جائے جو جمال و کمال کے منافی ہو تو یہ حل شدہ معمہ پھر معمہ بن کے رہ جاتا ہے اور اس کائنات پر وہی ظلمت پھر طاری ہو جاتی ہے جس سے خدا کے صحیح تصور نے نکالا تھا:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى	اور اللہ کے لیے تو صرف اچھی ہی صفتیں ہیں
فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ	تو انہی سے اس کو پکارو اور ان لوگوں کو
يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ	چھوڑو جو اس کی صفات کے باب میں
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝	کج روی اختیار کر رہے ہیں وہ جو کچھ کر
(الاعراف - ۷ : ۱۸۰)	رہے ہیں عنقریب اس کا بدلہ پائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ذیل میں سب سے زیادہ اہمیت شرکا روشفعاء کے اعتقاد کو حاصل ہے۔ اس عقیدہ سے خدا کی تمام اصولی صفات کی نفی ہو جاتی ہے۔ قرآن نے ان کے ان تناقضات کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ شفعاء کو ذریعۂ تقرب بنانے سے لازم آتا ہے کہ خدا کا علم محیط نہیں ہے، کیونکہ اگر اس کا علم محیط ہے تو یہ شفعاء اس کے علم میں کیا اضافہ کریں گے؟ اور اگر وہ اپنے علم کے خلاف محض ان کی سفارش کی بنا پر، لوگوں کو نیکوکار اور بدکار ٹھہرائے گا تو اس سے اس کے عدل وحکمت کی نفی لازم آتی ہے۔ اگر یہ خیال ہے کہ اس کی عنایت حاصل کرنے کے لیے تنہا عمل واطاعت کافی نہیں ہے، بلکہ کسی کا وسیلہ بھی ناگزیر ہے تو اس سے ہر بندہ کے ساتھ اس کی قربت، اس کی رحمتِ عام اور اس کے غفور و کریم ہونے کی نفی ہوتی ہے اور یہ ایک بدترین سوءِ ظن ہے جس میں ایک بندہ اپنے پروردگار کے متعلق مبتلا ہو سکتا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس کسی کو خدائی کے انتظام میں ساجھی ٹھہرانا یا تو خدا کے کمالِ قدرت کی نفی ہے یا کمالِ غیرت کی، کیونکہ کسی اور کی حصہ داری وہی خدا گوارا کر سکتا ہے جس کے لیے آسمان و زمین کا سنبھالنا مشکل ہو۔ یا پھر وہ بے غیرت ہو کہ اسے اپنے حدود و حقوق میں دوسروں کی مداخلت سے کوئی ننگ نہ لاحق ہو اور الوہیت کا تصور ان تمام عیوب و نقائص سے بالکل پاک ہے۔ قرآن نے جگہ جگہ عربوں کو ان تناقضات کی طرف توجہ دلائی ہے اور ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی ایسی صفت نہ مانیں جو خدائی کے برتر مفہوم سے بے جوڑ یا جس سے ان صفات کی نفی لازم آتی ہے جن کو وہ تسلیم کر چکے ہیں۔

قرآن مجید میں یہ الزامی اور تنزیہی پہلو بالکل ساتھ ساتھ نمایاں ہوتے ہیں اور اندازِ کلام عموماً مجادلہ کا نہیں، بلکہ ایک مسلمہ حقیقت کے بیان کا ہوتا ہے؛ کیونکہ ایک امر کے اقرار کے ساتھ اس کے لوازم کا اقرار اور اس کے اضداد کا انکار ایک امرِ بدیہی ہے جس سے صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی لوگ گریز کر سکتے ہیں جو ہٹ دھرم ہوں:

مندرجہ ذیل آیات پر مذکورہ بالا پہلو سے غور کرنا چاہیے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۔ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔	اور کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے۔ اس کی شان ان باتوں سے ارفع ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اس کے لیے فرما دیتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔

(البقرۃ - ۲ : ۱۱۶ - ۱۱۷)

یہاں 'سُبْحٰنَهٗ' (وہ پاک ہے) کا لفظ ایک دلیل کے طور پر آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے لیے اولاد کا تصور الوہیت کے تصور کے منافی ہے۔ الوہیت کا تصور مقتضی ہے کہ وہ ہر طرح کی احتیاج اور ہر قسم کے کفو و برادری کی نسبت سے ارفع و منزّہ ہو۔ وہ آسمان اور زمین کا موجد ہو، ان کو عدم سے وجود میں لایا ہو، اور اس کی قدرتِ کاملہ کا یہ حال ہو کہ جب چاہے مجرّد اپنے حکم سے جس چیز کو چاہے وجود میں لا دے۔ ایک ایسی ہی ذات خدا ہو سکتی ہے اور تم کو خدا کے لیے ان صفات سے انکار نہیں ہے۔ لیکن ان کے ساتھ تم بعض ایسی صفتیں بھی مان لیتے ہو جو ان سے بالکل متناقض ہیں، جو نہ تو مفہومِ الوہیت کے شایانِ شان ہیں اور نہ تمہاری مانی ہوئی صفتوں کے ساتھ وہ کوئی مطابقت رکھتی ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا ہے:

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي	یہ کہتے ہیں کہ خدا کے اولاد ہے وہ ایسی باتوں سے پاک ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط اِنْ	اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب
عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ط	اسی کا ہے۔ تمہارے پاس اس بات کی کوئی
(یونس - ۱۰ : ۶۸)	دلیل نہیں ہے۔

ایک جگہ اوثان واصنام کے ضعف و بے چارگی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ الوہیت کے تصور کی یہ انتہائی تحقیر ہے کہ ایسے بے بس وجودوں کو اس خدا کا دست و بازو قرار دو جس کو قوی و عزیز مانتے ہو اور جس کی قوت و عزت کی سب سے بڑی شہادت یہ کائنات ہے :

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ	اے لوگو! ایک تمثیل بیان کی جاتی ہے تو
فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ط اِنَّ الَّذِيْنَ	اس کو توجہ سے سنو! جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ	ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا کرسکنے پر قادر نہیں
يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا	ہیں اگرچہ وہ اس کے لیے سب مل کر کوشش کریں۔
لَهٗ ط وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ	اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ
شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ط ضَعُفَ	اس سے اس کو بچا بھی نہیں پائیں گے۔ طالب
الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ٥ مَا قَدَرُوا	اور مطلوب دونوں ہی ناتوان! انہوں نے
اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ	اللہ کی، جیسا کہ اس کا حق ہے، قدر نہیں
لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ٥	پہچانی! بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔

(الحج - ۲۲ : ۷۳ - ۷۴)

ایک جامع مثال ملاحظہ ہو جس میں توحید کی مختلف الزامی، تنزیہی، آفاقی اور نفسی دلیلیں ایک ہی سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں :

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ	اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے
اَوْلِيَآءَ م مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ	کارساز بنا رکھے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم تو ان
اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط اِنَّ اللّٰهَ	کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ
كَفَّارٌ ۝ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ
يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى
مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ
هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى
النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى
الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ
كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا
هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ
مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ
يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ
خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ
ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

کو خدا سے قریب تر کر دیں، اللہ ان کے درمیان
اس بات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف
کر رہے ہیں۔ اللہ ان لوگوں کو بامراد نہیں
کرے گا جو جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔ اگر اللہ
اولاد ہی بنانے کا ارادہ کرتا تو وہ چھانٹ لیتا
ان چیزوں میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے جو
چاہتا۔ وہ پاک اور ارفع ہے۔ وہ اللہ واحد ہے
سب پر قابو رکھنے والا۔ اس نے آسمانوں
اور زمین کو غایت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ
رات کو دن پر ڈھانکتا ہے اور دن کو رات
پر اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔
ہر ایک وقتِ مقرر کی پابندی کے ساتھ گردش
کر رہا ہے۔ سن رکھو کہ غالب اور بخشنے والا
وہی ہے۔ اسی نے پیدا کیا تم کو ایک ہی جان
سے، پھر پیدا کیا اسی کی جنس سے اس کا جوڑا
اور تمہارے لیے (نر و مادہ) چوپایوں کی
آٹھ قسمیں اتاریں۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے
پیٹوں میں پیدا کرتا ہے، ایک خلقت کے بعد
دوسری خلقت میں، تین تاریکیوں کے اندر۔ وہی
اللہ تمہارا رب ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے،
اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں بھٹکا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ (الزمر - ۳۹ : ۳ - ۸)

دیے جاتے ہو۔ اگر تم ناشکری کرو گے تو خدا تم سے بے نیاز ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کا رویہ پسند نہیں کرتا اور اگر تم اس کے شکر گزار رہو گے تو اس کو پسند کرے گا۔ اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ پھر تمہارے رب ہی کی طرف تمہاری واپسی ہے تو وہ تمہیں ان کاموں سے آگاہ کرے گا جو تم کرتے رہے ہو۔ وہ سینوں کے بھیدوں سے بھی باخبر ہے اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس کی طرف متوجہ ہو کر، پھر جب وہ اپنی طرف سے اس کو فضل بخش دیتا ہے تو وہ اس چیز کو بھول جاتا ہے جس کے لیے پہلے پکارتا رہا تھا اور اللہ کے شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ اس کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کرے۔ کہہ دو، اپنے کفر کے ساتھ کچھ دنوں بہرہ مند ہو لو، تم دوزخ والوں میں سے بننے والے ہو

جو شخص ان آیات پر غور و تدبر کرے گا اس کے سامنے بالتدریج توحید کے اثبات اور شرک کی نفی کے مندرجہ ذیل پہلو آئیں گے:

(۱) جو لوگ کسی کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔ ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ خدا نے کسی کو اپنا شریک بنایا ہے۔ اگر ہے تو اس کو پیش کریں۔ اس دلیل کی تفصیل باب کے شروع میں گزر چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب) یہ خیال کہ خدا کی بیٹیاں ہیں، جو اس کے ہاں سفارشی ہوں گی، بالکل باطل ہے۔ خدا کے لیے اولاد کا تصور ہی سرے سے غلط ہے۔ خدا کو واحد اور قہار (کنٹرول (CONTROL) میں رکھنے والا) ہونا چاہیے۔ وہ ہر قسم کے احتیاج سے بالاتر ہے۔ اس کو بیٹوں اور بیٹیوں کی کیا ضرورت۔ پھر ستم یہ ہے کہ اہل عرب خدا کے لیے بیٹیاں مانتے تھے، حالانکہ خود بیٹیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دوہری غلطی کر رہے تھے۔ ایک یہ کہ خدا کے لیے اولاد تسلیم کر رہے تھے۔ دوسری یہ کہ اولاد میں سے بھی خدا کے حصہ میں وہ اولاد دیتے تھے، جس سے خود نفرت کرتے تھے۔

(ج) عالم کی خلقت عبث نہیں ہوئی ہے، بلکہ ایک غایت کے ساتھ ہوئی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جزا کا ایک دن ضرور آنے والا ہے اور عدلِ کامل کا ظہور یقینی ہے۔ اس تصور کے ساتھ شفاعت کا تصور نہیں جمع ہو سکتا، کیونکہ شفاعت کا تصور عالم کے بامقصد ہونے کی نفی کر دیتا ہے۔ شفاعت عدل کی نفی ہے۔

(د) اس کے بعد دلیل توافق اور دلیل تسخیر جو اوپر بیان ہو چکی ہے، سے یہ نتیجہ نکالا کہ اس کائنات کا خالق عزیز و غفار ہے۔ 'عزیز' یعنی سب پر غالب اور سب کی رسائی سے بالاتر۔ کوئی نہیں ہے جو اس کے اِذن کے بغیر اس کے ہاں ایک لفظ بول سکے۔ 'غفار' یعنی بخشنے والا اور گناہوں پر پردہ ڈالنے والا۔ اس لیے اس کے ہاں کسی سفارشی کی ضرورت نہیں ہے۔ آدمی کا اپنا عمل خود سفارشی ہے۔

(ھ) اس کے بعد خلقت اور ربوبیت کے دلائل سے اپنے علم کے احاطہ پر استدلال کیا اور پھر نتیجہ نکالا کہ جس نے پیدا کیا، جس نے پرورش کے وسائل مہیا کیے، جو ماؤں کے پیٹوں کے اندر، تہ بہ تہ پردوں کے پیچھے اپنی کاریگری کے کرشمے دکھاتا ہے وہ خدا مستحق ہے اس بات کا کہ اس کو رب مانو۔ اسی کے ہاتھ میں آسمان اور زمین کی بادشاہی ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ ہونا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(و) اس کے بعد قانونِ عدل بیان کر کے شفاعت کی ساری توقعات کی بنیاد ڈھا دی کہ خدا اپنے بندوں کی طرف سے نہ کفر کو پسند کرتا ہے، نہ شکر کو ناپسند۔ تو جو شخص چاہے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن کر اس کی رضا اور قرب حاصل کرے، اور جو چاہے ناشکری کر کے اس کے قہر و غضب میں اپنے تئیں مبتلا کر لے۔ ان دونوں باتوں کا انحصار آدمی کے اپنے عمل پر ہے، کوئی دوسرا نہ شکر کو کفر بنا سکتا، نہ کفر کو شکر: 'وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی' (الانعام - ۶ : ۱۶۴)۔

(ز) اس کے بعد اپنے احاطۂ علم کو بیان کر کے شفاعت کی ضرورت کی نفی کر دی کہ وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے، کوئی دوسرا اس کے علم میں کیا اضافہ کرے گا۔

(ح) آخر میں توحید کی وہ دلیل بیان کی ہے جو دلیلِ افتقار کے عنوان سے ہم دلائلِ انفس کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ان تمام لوازم اور تمام تر تنزیہات کے بعد خدا کا تصور جس شکل میں سامنے آیا اس کی ایک عمدہ مثال آیت الکرسی ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ	اللہ ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود
الْقَیُّوْمُۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا	نہیں ہے۔ وہ زندہ ہے۔ سب کا قائم
نَوْمٌؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ	رکھنے والا ہے، نہ اس کو اونگھ لاحق ہوتی
وَمَا فِی الْاَرْضِؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ	ہے نہ نیند، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ یَعْلَمُ	سب اسی کی ملکیت ہے۔ کون ہے جو اس
مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا	کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش
خَلْفَهُمْۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ	کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے
مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَۚ	اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کی معلومات
وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَۚ	میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا يَئُودُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ	مگر جو وہ چاہے اس کا اقتدار آسمانوں اور
الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝	زمین سب پر حاوی ہے اور ان کی حفاظت اس پر
(البقرۃ - ۲ : ۲۵۵)	ذرا بھی گراں نہیں اور وہ بلند اور عظیم ہے۔

دوسری نہایت عمدہ اور جامع مثال سورۃ حشر میں ہے اور اس میں تنزیہہ کی جگہ اثبات کا پہلو غالب ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ	وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں
عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ	غائب و حاضر کا جاننے والا، وہ رحمان و رحیم
الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ	ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں
الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ	بادشاہ، یکسر پاک، سراپا سکھ، امن بخش، معتمد،
الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ	غالب، زور آور، صاحب کبریا۔ اللہ پاک
الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ	ہے ان چیزوں سے جن کو لوگ اس کا شریک
الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا	ٹھہراتے ہیں۔ وہی اللہ ہے نقشہ بنانے والا،
یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ	وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا۔
الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ	اسی کے لیے ساری اچھی صفتیں ہیں۔ اسی
الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی	کی تسبیح کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ	زمین میں ہیں اور وہ غالب و حکیم ہے۔
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝	
(الحشر - ۵۹ : ۲۲ - ۲۴)	

اسی ذیل میں سورۃ اخلاص کو بھی سامنے رکھنا چاہیے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ	کہہ دو، وہ اللہ سب سے الگ ہے،
لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۙ وَلَمْ	اللہ سب کے ساتھ ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ — اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا کفو۔

(الاخلاص - ۱۱۲ : ۱-۴)

خدا کا یہ تصور ان مسلّمات کی اساس پر آراستہ ہوا جن کا اہلِ عرب کو اقرار تھا۔ قرآن نے یہ کہا کہ جن صفتوں کو اہلِ عرب مانتے تھے ان کے لوازم کو بھی اس نے ان کے سامنے رکھ دیا کہ ان کو بھی تسلیم کرو۔ علیٰ ہذا القیاس جن باتوں سے ان مسلّمات یا ان کے لوازم کی نفی لازم آتی تھی، مطالبہ کیا ان کا انکار کرو۔

اسی طرح ان صفات کو تسلیم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق عائد ہوتے تھے ان کو بھی بلا شرکتِ غیرے تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا۔

سورۂ اعراف میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ جس نے خلق کیا ہے لازماً وہی رب ہے اور امر و حکم کا حق اسی کو حاصل ہے یہ نتیجہ نکالا کہ خفیہ و علانیہ اور امید و بیم، ہر حال میں اسی کو پکارنا چاہیے، مشکلوں کو آسان کرنے والا، خطرات و مصائب کا دور کرنے والا اور امیدوں کو پورا کرنے والا وہی ہے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (الاعراف - ۷ : ۵۵) (اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے) وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (الاعراف - ۷ : ۵۶) (اور اسی کو پکارو بیم و رجا دونوں حالتوں میں)۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا کہ جس کو خالق مانتے ہو اسی کی بندگی اور اطاعت بھی کرو، دوسروں کو اس بندگی اور اطاعت میں شریک نہ کرو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ — اے لوگو! بندگی کرو اپنے اس خداوند کی جس نے تم کو بھی پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔

(البقرۃ - ۲ : ۲۱)

اسی بندگی کے لیے جگہ جگہ یہ شرط لگائی کہ خالص اطاعت کے ساتھ اس کی بندگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو: مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ' (الاعراف - ۷ : ۲۹) یعنی یہ جائز نہیں ہے کہ پوجا خدا کی ہو اور اطاعت کسی اور کی: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ' (المؤمن - ۴۰ : ۶۵) (اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو پکارو، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ)

اسی طرح فرمایا کہ جس رب کے لیے آسمان و زمین کی بادشاہی ثابت ہے، حمد و شکر کا سزاوار صرف وہی ہے: لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ' (التغابن - ۶۴ : ۱) (اسی کی بادشاہی ہے اور وہی سزاوار شکر ہے)۔

سورۂ بقرہ ہی میں خدا کو منعم حقیقی ثابت کرنے کے بعد فرمایا کہ اسی کو محبتِ حقیقی کا مرکز ہونا چاہیے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ' (۱۶۵) (اور جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھنے والے ہیں)۔ پھر اسی ذیل میں فرمایا کہ جب سب کچھ خدا ہی کی بخشش سے ملا ہے تو صرف خدا ہی کو ان کے حرام یا حلال کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسروں کے لیے ان کو حلال و حرام کرنے کا حق تسلیم کرنا یا دوسروں کا ان کو حلال و حرام کرنا شرک ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ	اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس
اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ	کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمان اور رحیم
فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی خلقت
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ	رات اور دن کی آمد و شد، اور ان کشتیوں میں
الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ	جو لوگوں کے لیے سمندر میں نفع بخش سامان
بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ	لے کر چلتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے
اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ	بادلوں سے اتارا اور جس سے زمین کو اس
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا	کی موت کے بعد زندگی بخشی اور جس سے
وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ	اس میں ہر قسم کے جاندار پھیلاتے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَتَصْرِيْفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ	ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ	جو آسمان وزمین کے درمیان مامور ہیں،
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ وَمِنَ	ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں
النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ	جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور لوگوں میں ایسے
اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ	لوگ بھی ہیں جو خدا کے ہمسر ٹھہراتے ہیں،
اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ	جن سے وہ اس طرح محبت کرتے ہیں جس
حُبًّا لِّلّٰهِ ط وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ	طرح خدا سے محبت کرنی چاہیے۔ لیکن جو خدا پر
ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ لا	ایمان رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ خدا سے
اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا لا وَّاَنَّ	محبت رکھنے والے ہیں اور اگر یہ اپنی جانوں
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ○ اِذْ	پر ظلم ڈھانے والے اس وقت کو دیکھ سکتے
تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا	جب کہ یہ عذاب سے دوچار ہوں گے تو ان پر یہ
الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ	حقیقت اچھی طرح واضح ہوجاتی کہ سارا زور اور
الْاَسْبَابُ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ	اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ بڑا ہی سخت
اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ	عذاب دینے والا ہے۔ اس وقت کا خیال کرو
مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ط	جب کہ مقتدا اپنے پیرووں سے اظہار برأت
كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ	کریں گے، اور وہ عذاب سے دوچار ہوں گے۔
حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ط وَمَا هُمْ	اور ان کے تعلقات یک قلم ٹوٹ جائیں گے اور
بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ○ يٰٓاَيُّهَا	ان کے پیرو بھی کہیں گے کہ لے کاش! ہمیں دنیا
النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ	میں ایک بار اور جانا نصیب ہوتا کہ ہم بھی ان
حَلٰلًا طَيِّبًا ز وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ	سے اسی طرح اظہار برأت کر سکتے" جس طرح
الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ	انہوں نے ہم سے اظہار برأت کیا ہے! اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُّبِیْنٌ ۝ اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(البقرۃ - ۲ : ۱۶۳ - ۱۶۹)

طرح اللہ ان کے اعمال ان کو سرمایۂ حسرت بنا کر دکھائے گا اور ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال طیب ہیں ان کو کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ تو بس تمہیں برائی اور بے حیائی کی راہ سوجھائے گا اور اس بات کی کہ تم خدا کی طرف وہ باتیں منسوب کرو جن کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں ہے۔

سورۂ نحل میں آسمان و زمین میں ایک ہی خدا کا تصرف ثابت کرنے کے بعد اس کا لازمی نتیجہ یہ قرار دیا کہ 'فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ' (۵۱) (تو مجھی سے ڈرو) اور غیر اللہ سے ڈرنے پر تعجب کا اظہار فرمایا: 'اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ' (۵۲) (تو کیا تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو):

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ وَھُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝ وَقَالَ اللّٰہُ

کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ خدا نے جو چیز بھی پیدا کی ہے ان کے سائے دہنے اور بائیں سے منقلب ہوتے ہیں، اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے اور ان پر فروتنی ہوتی ہے اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں جاندار ہیں اور فرشتے بھی، وہ سرتابی نہیں کرتے۔ وہ اپنے اوپر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ملتا ہے اور اللہ نے فرمایا کہ دو معبود نہ بنانا، وہ ایک ہی معبود ہے تو مجھی سے ڈرو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ج
اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج فَاِيَّايَ
فَارْهَبُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ط
اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ
مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا
مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ۝ ج
ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا
فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لا
لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ط فَتَمَتَّعُوْا
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ
لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا
رَزَقْنٰهُمْ ط تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا
كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ
لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ لا وَلَهُمْ
مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ
اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ
مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ج يَتَوَارٰى
مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ط
اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ
فِي التُّرَابِ ط اَلَا سَآءَ مَا

اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
اور اسی کی اطاعت ہمیشہ لازم ہے تو کیا تم
غیر اللہ سے ڈرتے ہو۔ اور تمہارے پاس جو
نعمت بھی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر
جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے تم
فریاد کرتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے تکلیف دور
کر دیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ اپنے رب
کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ ناشکری کریں اس
چیز کی جو ہم نے ان کو بخشی ہے تو چند روزہ عیش
کر لو، عنقریب تم جان لوگے، اور جن کے بارے
میں انہیں کوئی علم نہیں ان کا حصہ لگاتے ہیں
ان چیزوں میں سے جو ہم نے ان کو دی ہیں۔
خدا کی قسم! جو افترا تم کرتے ہو اس کی تم سے
پرسش ہونی ہے اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں
ٹھہراتے ہیں، وہ ان چیزوں سے پاک ہے،
اور ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں۔ اور جب
ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے
تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے ۔ اور وہ گھٹا
گھٹا رہتا ہے۔ وہ اس منحوس خبر
پر لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔ سوچتا ہے
کہ اس کو ذلت کے ساتھ رکھ چھوڑے یا اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَحْكُمُوْنَ ۝ کو مٹی میں دفن کر دے۔ افسوس! کیا ہی برا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں۔

(النحل - ١٦ : ٥٨ - ٥٩)

سورۂ انعام میں فرمایا کہ جو آسمان و زمین کا فاطر ہے لازم ہے کہ اسی کو یار و ناصر بنایا جائے اور اپنے تئیں بالکلیہ اسی کے حوالے کیا جائے:

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ

کہو کیا میں اللہ کے سوا، جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، کسی اور کو اپنا کارساز بناؤں اور وہ کھلاتا ہے کھاتا نہیں۔ کہہ دو مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا بنوں۔

(الانعام - ٦ : ١٤)

سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ کو ہادی ثابت کرنے کے بعد فرمایا کہ وہی اس بات کا سزاوار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے:

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝

پوچھو، کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو، کہہ دو، اللہ ہی ہے جو حق کی توفیق بخشتا ہے۔ تو کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ پیروی کیے جانے کا مستحق ہے یا وہ جو بغیر رہنمائی کے خود راہ نہیں پاتے؟ تو تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟

(یونس - ١٠ : ٣٥)

سورۂ فاتحہ میں عالم کے رب ہی کا حق یہ بتایا کہ شکر اسی کے لیے ہو، بندگی اسی کی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے، استعانت اسی سے ہو :

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔
(الفاتحۃ - ۱ : ۴)

الغرض جو شخص خدا کو ایک مانتا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ خدا کے حقوق میں کسی نوعیت سے کسی دوسرے کو شریک کر کے اس کی صفات کی نفی یا اس کے حقوق کا ابطال نہ کرے۔ مثلاً جو شخص خدا کو کھلے اور چھپے کا عالم مانتا ہے وہ کسی کو شفیع و سفارشی مان کر اس کی صفت علم کی نفی نہ کرے۔ جو شخص خدا کو رحمان و رحیم مانتا ہے وہ شفاعت کا عقیدہ رکھ کر خدا کے عدل سے بدگمان نہ ہو[1]۔ جو خدا کو بادشاہ تسلیم کرتا ہے وہ اس کی بادشاہی میں کسی دوسرے کی اطاعت نہ کرے۔ جو خدا کو پاک و پاکیزہ جانتا ہے وہ پاکیزگی کو اس کے ہاں تقرّب کا وسیلہ بنائے نہ کہ شرکاء و انداد کو۔ جو شخص خدا کو سلام یعنی سکھ اور چین تسلیم کرتا

---

[1] جس شفاعت کا عقیدہ مشرکین اپنے شفعاء کے متعلق رکھتے تھے اور جس سے خدا کی صفات کی شرکت اور اس کے علم اور عدل و حکمت کی نفی لازم آتی ہے وہ شرک اور کفر ہے اور ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس طرح کی شفاعت کا عقیدہ ملائکہ اور انبیاء و صالحین کے متعلق رکھا جائے۔ قرآن مجید میں اس بات کی صاف تصریح کر دی گئی ہے کہ کسی کو بھی خدا کے ہاں تدلّل کا مقام حاصل نہ ہو گا۔ سب اس کے سامنے عاجز و سرفگندہ کھڑے ہوں گے۔ نیز کوئی شخص بغیر اذنِ الٰہی کے اس کے حضور میں زبان نہ کھول سکے گا۔ نیز ایک حرف بھی حق کے خلاف نہ کہہ سکے گا اور کوئی شفاعت ایسی نہ ہوگی جس سے حق، باطل اور باطل، حق بن جائے۔ پس انبیاء و صالحین اور ملائکہ سے جو شفاعت ثابت ہے وہ اس مشرکانہ شفاعت سے بالکل مختلف ہے اور اس پر مفصل بحث ان شاء اللہ ہم اپنی کتاب 'حقیقتِ معاد' میں کریں گے اور بعض ضروری باتوں سے 'حقیقتِ رسالت' میں بھی تعرّض کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ سُکھ اور طمانیت اسی سے طلب کرے۔ جو اس کو امن دینے والا مانتا ہو وہ اسی کی پناہ میں چھپے۔ جو اس کو معتمد مانتا ہے وہ اسی پر بھروسہ کرے اور اسی سے طالبِ مدد ہو۔ جو اس کو غالب اور عالی جناب مانتا ہے وہ اس کے آگے سب کو یکساں عاجز و سرفگندہ مانے۔ جو اس کو غیور مانتا ہے لازم ہے کہ وہ کسی غیر کو سجدہ کر کے اس کی غیرت و کبریائی کو جوش نہ دلائے۔ جو خدا ہی کو خالق، وجود بخشنے والا اور صورت گری کرنے والا مانتا ہے لازم ہے کہ اس کے علم کو محیط اور اس کی قدرت کو کامل تسلیم کرے۔

۳- دلیلِ عدل :

توحید کے انفسی دلائل کے سلسلہ میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عدل انسان کی فطرت ہے اور یہ عدل انسان کو ایک خدا کی شکرگزاری اور اس کی بندگی پر مجبور کرتا ہے۔ اس شعورِ عدل کو قرآن نے عہدِ فطرت سے تعبیر کیا ہے اور اس کی ذمہ داری ہر انسان پر عائد کی ہے۔ وہاں یہ دلیل عام دلیل کی حیثیت سے بیان ہوئی تھی اور اس کی حجت اہلِ عرب اور تمام بنی آدم پر یکساں تھی۔ قرآن نے اسی اصل سے بعض خاص دلیلیں بھی پیدا کیں جن کی ترکیب میں فطرتِ انسانی اور مسلماتِ عرب، دونوں شامل ہیں۔ مثلاً اہلِ عرب تمام عالم کا خالق اور روزی رساں خدا ہی کو مانتے تھے، لیکن رب اور حاکم دوسروں کو بھی بنا لیتے تھے اور پھر ان کا رتبہ اس قدر بڑھاتے کہ ان کو خدا کے برابر لے جا کر بٹھا دیتے، بلکہ بسا اوقات خود خدا سے بھی بڑھا دیتے۔ قرآن نے ان کے اس مسلمہ اور انسانی فطرت کی عدل پسندی کی بنا پر ان سے یہ سوال کیا کہ جب تم اپنے لیے نہیں پسند کرتے کہ اپنے غلاموں اور مملوکوں کو درجہ اور روزی میں اپنے برابر کا شریک قرار دو تو پھر جن کو خدا کی مخلوق و مملوک مانتے ہو ان کو خدا کے اختیارات اور خدا کے حقوق میں کیوں شریک کرتے ہو؟ تمہاری فطرت جس بات سے اپنے لیے انکار کرتی ہے اسی چیز کو اللہ جل شانہٗ کے لیے کس طرح گوارا کر لیتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تے ہے۔ حالانکہ ہونا یہ تھا کہ خدا کے بارہ میں تم اس سے کہیں زیادہ نفرت کرتے۔ اس اصل کو سامنے رکھ کر مندرجہ ذیل آیتوں پر غور کرنا چاہیے۔ ان میں یہ دلیل مختلف طریقوں سے بیان ہوئی ہے:

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ	اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر
فِى الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا	رزق کے معاملہ میں برتری دے رکھی ہے
بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا	تو جن کو برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے
مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ	غلاموں کو نہیں دے دیتے کہ وہ اس میں
سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ	برابر ہو جائیں تو کیا وہ اللہ کے فضل کا انکار
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	کرتے ہیں اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری
اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ	ہی جنس سے بیویاں بنائیں اور تمہاری
اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً	بیویوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا
وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط	کیے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا کیا، تو کیا یہ
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ	باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت
بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ لا	کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے سوا ان چیزوں
وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	کو پوجتے ہیں جو نہ ان کے لیے آسمان سے
مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ	کسی رزق پر اختیار رکھتی ہیں، نہ زمین سے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّ	اور نہ وہ اس کی استطاعت ہی رکھتی ہیں۔
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ فَلَا تَضْرِبُوْا	تو تم اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔ بے شک
لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ط اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ	اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اللہ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	مثال بیان کرتا ہے ایک غلام مملوک کی
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا	جو کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(النحل - ۱۶ : ۷۱ - ۷۶)

کی جس کو ہم نے اپنی جانب سے اچھا رزق دے رکھا ہے جس میں سے وہ پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے، کیا یہ یکساں ہوں گے؟ شکر کا سزاوار اللہ ہے، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور اللہ مثال بیان کرتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک گونگا ہے، جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے اور وہ اپنے آقا پر ایک بوجھ ہے، جہاں کہیں بھی وہ اس کو بھیجتا ہے وہ کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا۔ کیا وہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور وہ ایک سیدھی راہ پر ہے، دونوں یکساں ہوں گے؟

. . .

یہی اساسِ استدلال سورۂ نجم کی اس آیت میں ہے:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝

(النجم - ۵۳ : ۲۱ - ۲۲)

تم اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اس کے لیے بیٹیاں! یہ تو بڑی ہی بھونڈی تقسیم ہوئی!

۴۔ اہلِ کتاب اور منافقین:

یہود و نصاریٰ اور منافقین، جیسا کہ ہم 'حقیقتِ شرک' میں بیان کر چکے ہیں، بالعموم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا تو خدا کی صفات کے صحیح تصور میں بھٹکے تھے یا ان سے متناقض چیزیں مانتے تھے یا ان صفات کے لوازم کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے تھے، اس وجہ سے وہ عمومی دلائل کی جگہ خصوصی دلائل کے مخاطب ہیں۔ ان کے سامنے ان کے مسلمات رکھ دیے گئے ہیں اور ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ جو باتیں ان سے متناقض انھوں نے مان رکھی ہیں ان کو ترک کریں اور جو باتیں ان سے لازم آتی ہیں، ان کو تسلیم کریں۔ ان کے سامنے توحید کی حقیقت جس طرح پیش کی گئی ہے اس کی تفصیل ہم 'حقیقتِ شرک' میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ محض استدلال کی نوعیت اور اس کی اساس واضح کرنے کے لیے چند باتوں کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہو گا۔

مثلاً اہلِ کتاب کے یہاں یہ چیز مسلم تھی کہ خدا کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ قرآن نے ان سے مطالبہ کیا کہ اگر یہ بات مانتے ہو تو مسیح (علیہ السلام) اور احبار و رہبان کو رب نہ بناؤ اور ساتھ ہی یہ امر بھی واضح کر دیا گیا کہ کسی کے لیے امر و نہی کا مطلق حق تسلیم کر لینا درحقیقت اس کو رب بنا لینا ہے، زبان سے اس کو رب کہو یا نہ کہو۔ اسی طرح یہود کو اپنی نسبت یہ گمان تھا کہ وہ اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں اور بندگی سے کچھ مافوق درجہ رکھتے ہیں۔ قرآن نے ان کی اس تاریخ سے، جس کو وہ مانتے تھے، ان پر ثابت کر دیا کہ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ ان کی تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی انھوں نے خدا کی بندگی و اطاعت سے باہر قدم نکالا ہے خدا نے ان کو نہایت عبرت انگیز سزائیں دی ہیں جو اس امر کا نہایت واضح ثبوت ہے کہ ان کا درجہ بشریت سے کچھ اونچا نہیں ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری سرگزشت ان کو سنا کر ان پر یہ حقیقت واضح فرمائی کہ ان کو خدا کے ہاں جو تقرب اور درجہ حاصل ہوا وہ بندگی اور اطاعت کا ثمرہ تھا تو انہی کی اولاد کو خدائی کا مقام کیسے حاصل ہو جائے گا؟

اسی طرح نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی خارقِ عادت پیدائش کو ان کی الوہیت کے ثبوت میں پیش کیا تو قرآن نے ان کے مسلمات سے ان کے خلاف حجت پیش کی کہ تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدم (علیہ السلام) اور یحییٰ (علیہ السلام) کی ولادت کو بھی خارقِ عادت مانتے ہو، لیکن ان کی الوہیت کے مدعی نہیں ہو؟ نیز حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کا کھانا کھانا بھی ان کی بشریت کے ثبوت میں پیش کیا۔ کیونکہ کھانا کھانا بھی یہود و نصاریٰ کے ہاں بشریت کی ایک مسلّم دلیل تھی اور اسی دلیل سے حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ میں اپنے شاگردوں کی ایک غلط فہمی دور کی تھی جس کی تفصیل 'حقیقتِ شرک' میں گزر چکی ہے۔ نیز حضرت مسیح علیہ السلام کے بعض اقوال کا جو غلط ترجمہ ہوگیا تھا قرآن نے اس کی تصحیح کر دی۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے انجیلوں میں بار بار یہ نقل ہوتا ہے: 'میرا باپ اور تمہارا باپ' ۔ قرآن نے اس کی تعبیر 'رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ' (میرا رب اور تمہارا رب) سے کی ہے اور یہ تعبیر انجیلوں کے دوسرے بیانات، نیز انجیلوں کی اصل زبان، یعنی عبرانی کے بالکل مطابق ہے۔

منافقین کی تمام ضلالت ان لوازم اور حقوق کے سمجھنے میں تھی جو خدا اور اس کی صفتوں پر ایمان لانے سے بندے پر عائد ہوتے ہیں اور اس ضلالت کا سبب یہ نہیں تھا کہ ان لوازم کے ادراک میں کوئی اشکال تھا۔ یہ ساری باتیں بالکل واضح تھیں اگر ان میں کوئی اشکال تھا تو وہ قرآن کی بار بار کی وضاحت سے دور ہوگیا تھا، لیکن منافقین کی بیماری عقلی نہیں قلبی تھی۔ ان کے دلوں کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ توحید کے مقتضیات کا ساتھ دے سکتے، اس لیے اگر اس راستہ سے خدا کے دین میں داخل ہوتے تھے تو دوسرے راستوں سے بھاگ کھڑے ہونے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان کی اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے قرآن نے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ان کرشموں کو بیان کیا جو مسلمانوں کی قلت و ضعف کے باوجود ان کی فتح و کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوئے اور دوسری طرف توحید کے تمام گوشوں کی پوری پوری توضیح کی۔ چنانچہ تقریباً ان تمام سورتوں میں جن میں منافقین مخاطب ہیں، یہ دکھایا گیا ہے کہ اس کائنات کی تمام چیزیں اللہ واحد کے آگے سرفگندہ اور اس کی حمد و تسبیح میں سرگرم ہیں تاکہ خدا کی حمد و تسبیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تمام کائنات کی اس ہم آہنگی کو دیکھ کر ان کے دلوں میں ہمت پیدا ہو اور اس خیال سے[1] اُن کے دل پست نہ ہوں کہ اس راہ پر چلنے والے تھوڑے ہیں بلکہ یہ دیکھ کر ان کا حوصلہ بڑھے کہ تھوڑے سے ناشکرے انسانوں کے سوا ساری کائنات اس راہ میں سرگرم سفر ہے اور قافلوں سے بھری ہوئی سڑک یہی ہے جو بظاہر سنسان نظر آ رہی ہے۔ قرآن میں جو لوگ مسبحات کی روح سمجھ گئے ہیں ان کو ہمارے اشارات کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔

---

[1] مسبحات سے ہماری مراد وہ سورتیں ہیں جو 'سَبَّحَ' اور 'یُسَبِّحُ' سے شروع ہوتی ہیں۔ ان سورتوں میں بالعموم روئے سخن ان منافقین کی طرف ہے جنہوں نے زبان سے اقرار پوری توحید کا کر لیا تھا، لیکن اس کی ذمہ داریوں کو اٹھانے میں تھڑدلے پن کا ثبوت دے رہے تھے اور مشرکینِ مکہ اور یہود کی جتھے بندی سے خائف تھے کہ ممکن ہے ان کی منظم طاقت کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ان کی قلتِ تعداد کی وجہ سے پسپا ہونا پڑے تو تقاضائے مصلحت یہی ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی رابطہ رکھا جائے اور یہود و مشرکین سے بھی ناتا نہ توڑا جائے۔ ان منافقین کے سامنے قرآن مجید نے بار بار یہ حقیقت واضح فرمائی کہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں۔ تسبیح کی اصل حقیقت ڈنڈوت اور جبیں رسائی (PROSTRATION) ہے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا کی ساری چیزیں خدا کے بنائے ہوئے قانون کی مطیع و فرماں بردار ہیں اور سرِ مُو اس کے حکم سے انحراف نہیں کر رہی ہیں اور اپنے عمل سے خلائق کو دعوت دے رہی ہیں کہ سب اسی کی اطاعت میں سرگرم ہوں۔ نیز کسی کو بھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ کے فرماں برداروں کی تعداد تھوڑی ہے، بلکہ حقیقتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے یعنی ساری کائنات خدا کی فرماں بردار اور مطیع ہے اس کی نافرمانی کرنے والے اگر ہیں تو بس انسانوں کے اندر ہیں، تو جو شخص خدا کی راہ میں قدم رکھے وہ یہ خیال نہ کرے کہ وہ تنہا ہے، بلکہ اسے یہ خیال کرنا چاہیے کہ تھوڑے سے بلید انسانوں کے سوا، جنہوں نے اپنے نفس کو یا دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے، آسمان سے لے کر زمین تک ایک ایک ذرہ اس کے ہم رکاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴

پچھلے مباحث کا خلاصہ

اوپر کے تین ابواب میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ہم ان کا اجمالی خلاصہ بھی پیش کر دیتے ہیں تاکہ یہ پھیلے ہوئے مطالب بسہولت پڑھنے والوں کی گرفت میں آجائیں۔

(ا) ان تفصیلات سے پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کے استدلال کی ساری عمارت الزامی اور خطیبانہ قسم کی دلیلوں پر قائم ہے اور وہ ٹھوس عقلی و فطری دلائل سے بالکل خالی ہے، وہ قرآن کے متعلق نہایت مکروہ قسم کے سوءِ ظن میں مبتلا ہیں۔ بلاشبہ قرآن مجید میں الزامی دلائل ہیں، لیکن یہ قرآنی استدلال کی ایک خاص قسم ہے اور اس کی مخاطب وہ جماعتیں ہیں جو بعض صحیح اصولوں کو تسلیم کرتی ہیں۔ قرآن نے ان کے ان مسلّمات سے ان پر حجت قائم کی ہے اور یہ استدلال کا ایک بالکل فطری اور عقلی طریقہ ہے جو تمام بنی آدم میں یکساں مسلّم ہے۔ باقی قرآن کے عام استدلال کی اساس فطرت اور کائنات کی آیات پر ہے۔ جن کی حجت عربی و عجمی اور عامی و فلسفی سب کے لیے یکساں ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن تمام بنی آدم کی ہدایت کے لیے نازل ہوا اور اب قیامت تک دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے کافی ہے۔

(ب) دوسری حقیقت یہ ثابت ہوئی کہ قرآنی استدلال ہمارے متکلمین و فلاسفہ کے استدلال سے بالکل مختلف ہے ان کی ساری کاوش کا خلاصہ زیادہ سے زیادہ صرف ایک علۃ العلل کا اثبات ہے جس سے نہ تو اس کائنات کا معمہ ہی حل ہوتا اور نہ وہ خلا ہی بھرتا جس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور جس کو بھرنے کی اس کے اندر اتنی شدید خواہش ہے کہ بسا اوقات اگر وہ صحیح چیز نہیں پاتا تو کسی غلط ہی چیز سے بھرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے برعکس قرآنی استدلال سے ایک ایسے خدا کا ثبوت ملتا ہے جو تمام اچھی صفتوں سے متصف ہے۔ جس نے اپنے ارادہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور حکمت و رحمت کے ساتھ دنیا کی تدبیر و پرورش فرما رہا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جس طرح سورج سے بالاضطرار خلق کو فائدہ پہنچ رہا ہے اسی طرح خدا سے یہ دنیا بالاضطرار وجود میں آگئی اور اس سے اضطراراً فیض پا رہی ہے۔ نیز یہ بھی نہیں ہے کہ وہ دنیا کو خلق کر کے اس کے روزمرّہ معاملات سے بے تعلق ہو گیا ہو، یہاں تک کہ اگر وہ غائب ہو جائے تو اس کے غائب ہو جانے سے دنیا کو کوئی نقصان نہ پہنچے، جیسا کہ یونانی فلسفیوں کا خیال تھا؛ بلکہ وہ تمام عالم کے تدبیر و نظام پر حاوی اور مسلّط ہے۔ اس کا علم جزئیات اور کلیات کو یکساں محیط ہے۔ زمین کے اندر جو کچھ داخل ہوتا ہے اور آسمان کے اوپر سے جو اترتا ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ تمام خیر و شر اس کے ہاتھ میں ہے۔ روشنی اور تاریکی، دونوں کا نکالنے والا وہی ہے۔ اس کے اذن کے بغیر نہ ایک ذرہ اپنی جگہ سے ٹل سکتا نہ ایک پتّہ اپنی شاخ سے گر سکتا۔ نیز وہ بے ہمہ اور باہمہ ہے جب کچھ نہیں تھا، تب وہ تھا اور جب کچھ نہ ہوگا تب بھی وہ ہوگا۔ وہ خالق ہے، باری ہے، مصوّر ہے، رزّاق ہے، علیم و قدیر ہے، رحمٰن و رحیم ہے، عزیز و حکیم ہے، غالب و قہّار ہے، مومن و مہیمن ہے، غفّار و ستّار ہے، قدوس و سلام ہے، ملک اور رب ہے، غفور و ودود ہے، ہادی و کریم ہے۔ وہ سب سے مستغنی اور سب کی پناہ ہے، نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے، نہ کوئی اس کی ذات برادری کا ہے۔

(ج) تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خدا کی ان صفتوں کے لوازم ہیں اور جس طرح وہ اپنی صفات میں یکتا اور بے شریک ہے اسی طرح ان لوازم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے مثلاً یہ کہ جب وہ خالق ہے تو اسی کو رب مانا جائے، اسی کے امر و حکم کی پیروی کی جائے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے ہر مرحلہ میں اسی کی اطاعت و بندگی ہو۔ جب وہی رزّاق ہے تو حقیقی شکرگزاری اور حقیقی محبت کا مرکز وہی ہے اور ساری شکرگزاریاں اور ساری محبتیں اس کی شکرگزاری اور محبت کے تابع ہیں۔ جب وہ مومن و مہیمن ہے تو اسی پر توکل کیا جائے، اسی سے استعانت ہو، اسی سے فریاد کی جائے۔ جب وہ عزیز و حکیم ہے تو حقیقی اعتماد کے لائق وہی ہے اور لازم ہے کہ رنج و راحت، دکھ سکھ، ہر حال میں اسی پر بھروسہ کیا جائے۔ جب وہ علیم و قدیر ہے تو تمام سرّ و علانیہ کو اس پر آشکارا مانا جائے۔ جب وہ ہادی ہے تو واجب ہے کہ اسی کی ہدایت کی پیروی کی جائے۔ نیز یہ بھی ضروری ہوا کہ ان تمام باتوں سے قول و فعل میں اجتناب کیا جائے جن سے ان لوازم کی نفی لازم آئے یا ان میں دوسروں کی حصہ داری ثابت ہو۔

رہا یہ سوال کہ خدا کی مرضی اور زندگی کے ہر شعبہ کے لیے اس کے احکام کے جاننے کا ذریعہ کیا ہے تاکہ انسان اس کی توحید کا پورا حق ادا کر سکے اور غیر اللہ کی اطاعت سے آلودہ نہ ہو تو اس پر تفصیل کے ساتھ ہم اپنی کتاب 'حقیقتِ رسالت' میں بحث کریں گے[1]۔ یہاں اس سوال سے تعرّض کا موقع نہیں ہے۔ یہاں تک ہم نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ کائنات اور فطرتِ انسانی کی کھلی ہوئی شہادت یہ ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق و مدبّر ہے جو تمام صفاتِ حسنیٰ سے متصف ہے اور اس کائنات پر آمر و متصرّف ہے۔ وہی ہمارا مولیٰ اور رب ہے جس کی عبادت اور اطاعت ہم پر واجب ہے۔ وہی ہماری تمام شکرگزاریوں، تمام نیازمندیوں اور تمام التجاؤں کا مرکز ہے۔

لا الٰہ الّا ھو ولا ربّ سواہ۔

---

[1] افسوس کہ یہ کتاب نہ میں اب تک لکھ سکا اور نہ اب بظاہر اس کی توقع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵

توحید کے اثرات

پچھلے ابواب میں توحید کی جو حقیقت پیش کی گئی اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ توحید مجرد ایک علمی حقیقت نہیں، بلکہ ایک نہایت اہم عملی حقیقت ہے۔ انسانی زندگی پر خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اس کے نہایت گہرے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی طرف ہم یہاں اشارہ کریں گے۔

انفرادی زندگی پر اس کا سب سے زیادہ نمایاں اثر یہ پڑتا ہے کہ یہی عقیدہ انسان کو آزادی و حریت کا وہ بلند مقام بخشتا ہے جس کا، وہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے مستحق ہے۔ تمام کائنات انسان کے لیے پیدا ہوئی ہے، لیکن جب تک انسان توحید سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی دناءت و رذالت کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں سے ڈرتا اور کانپتا ہے، جو چیزیں اس کی تابعداری اور اطاعت کے لیے پیدا ہوئی ہیں وہ خود ان کی تابعداری اور اطاعت کرتا ہے۔ اپنے ہی جیسے انسان کو اپنا رب اور آقا بناتا ہے، غلاموں کی طرح ان کے آگے جھکتا ہے، ان کو "ان داتا" خداوند نعمت، غریب پرور وغیرہ خطابات سے مخاطب کرتا ہے۔ ان کے لیے ہر طرح کے امر و نہی کا حق تسلیم کرتا ہے۔ یہاں تک کہ زندوں سے گزر کر مردوں کی قبروں پر بھی اپنی درخواستیں اور التجائیں پیش کرتا ہے ان کو امور کائنات میں متصرف، عالم الغیب اور نافع و ضار سمجھتا ہے۔ بالآخر ہر چکنے پتھر اور ہر اونچے درخت کو معبود بنا لیتا ہے اور ہر گھنی جھاڑی، ہر سنسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام، ہر بہتا دریا، ہر اونچا پہاڑ اور ہر ضرر رساں قوت اور نفع بخش طاقت اس کو بندگی کی دعوت دیتی ہے اور ان میں سے کسی کے سامنے بھی اس کو اپنے نفس کو ذلیل کرنے میں کوئی غیرت نہیں لاحق ہوتی۔ وہ ایک مرتبہ اپنے مقامِ عزت سے گر کر برابر گرتا ہی چلا جاتا ہے اور اس شرف کو بالکل کھو دیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو سرفراز کیا تھا۔ یہی حقیقت ہے جو سورۂ حج کی اس آیت میں بیان ہوئی ہے:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا	اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے اس
خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ	کی مثال یوں ہے کہ وہ آسمان سے
اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ	گرے اور چڑیاں اس کو اچک لیں یا ہوا
مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝	اس کو کسی دور دراز جگہ میں لے جا پھینکے۔

(الحج - ۲۲ : ۳۱)

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت گزاری میں لگایا وہ اس کی خدمت گزار ہونے کے باوجود ننگ گوارا نہیں کرتیں کہ اس کو سجدہ کریں۔ ان کا سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، لیکن انسانوں کی دناءت کا یہ عالم ہے کہ ان سب کا مقصود ہونے کے باوجود ان میں سے ہر ایک کے در کا نقشِ سجدہ اس کی پیشانی پر ثبت ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ	کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی کے آگے جھکتے
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي	ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں
الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ	اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ،
وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ	درخت اور چوپائے اور لوگوں میں سے بہتیرے
وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ	اور بہتیرے ایسے ہیں جن پر خدا کا عذاب
النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ	لازم ہو چکا ہے اور جن کو خدا ذلیل کر دے
الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا	تو ان کو کوئی دوسرا عزت دینے والا نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ ط اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ؕ السجدۃ — بن سکتا۔ بے شک اللہ ہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

(الحج - ۲۲ : ۱۸)

لیکن توحید کا چمکارا پاتے ہی دفعتًہ اس کی حالت میں ایسا انقلابِ عظیم واقع ہو جاتا ہے کہ وہی انسان جس کو ہم نے اس حال میں دیکھا تھا کہ وہ اس دنیا کی ہر چیز سے نیچے تھا اس قدر بلند ہو جاتا ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز اس سے نیچے آجاتی ہے۔ اس تغیرِ حال کی بہترین مثال ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے مقابلہ کرنے والے ساحروں کی سرگزشت میں ملتی ہے۔ جن جادوگروں کو فرعون نے اکٹھا کیا تھا گھڑی بھر پہلے ان کی دناءتِ طبع کا یہ حال تھا کہ میدانِ مقابلہ میں اترنے سے پہلے اپنی مزدوری کی طرف سے اطمینان کر لینا چاہتے ہیں اور نہایت ذلیل خوشامدانہ انداز میں التجا کرتے ہیں: 'اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ' (الشعرآء - ۲۶ : ۴۱) (کیا ہمارے لیے کوئی صلہ بھی ہے اگر ہم ہی غالب رہنے والے ہوئے!) لیکن زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ توحید کا ایک پرتو پڑتے ہی ان کی طبیعت میں ایسا تغیرِ عظیم رونما ہو جاتا ہے کہ فرعون ان کو ایمان لانے پر سخت سے سخت سزا کی دھمکی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو سولی پر لٹکا دوں گا، لیکن ان پر اس دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ بے دھڑک جواب دیتے ہیں: کچھ پروا نہیں، ہم اپنے رب کے پاس ہی جائیں گے، تمہیں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ تمہارا زور بس اسی دنیا کی زندگی پر چل سکتا ہے:

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ۝ — تم ہمارے درپے آزار صرف اس غصہ میں ہو رہے ہو کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر جب کہ وہ ہمارے پاس آئیں، ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الاعراف - ۷ : ۱۲۶) اور ہمیں وفات اسلام پر دے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک موحد پر یہ راز کھل جاتا ہے کہ دکھ ہو یا سکھ، زندگی ہو یا موت ہر ایک کے آنے اور جانے کا راستہ ایک ہی ہے۔ پس وہ امید و بیم، ہر حال میں ایک ہی سے امید رکھتا ہے اور اسی سے ڈرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ دنیا مختلف دیوتاؤں اور کارفرماؤں کی رزم گاہ نہیں ہے، ایک ہی عزیز و حکیم ہے جو اپنی قدرت و حکمت سے اس کارخانہ کو چلا رہا ہے اور ممکن نہیں ہے کہ اس کی مشیّت کے خلاف اس عالم کے معاملات میں کوئی ایک ذرہ برابر دخل دے سکے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس عالم کا خالق حق اور محبِ حق ہے، اس وجہ سے اس عالم میں باطلِ مجرّد کا وجود نہیں ہے۔ باطل کی حیثیت اس دنیا میں طفیلی کی ہے جو حق کے ساتھ لگ جاتا ہے اور بالواسطہ وہ بھی حق ہی کی خدمت کرتا ہے۔ جس پر یہ راز کھل گیا اس نے دنیا جہان کی دولت پالی۔ اس کا خزانہ لازوال اور اس کی زندگی غیر فانی ہے۔ وہ نہ تو کبھی ہراساں ہوتا نہ کبھی اس کو تنہائی دکھ دیتی۔ وہ ایک سدا بہار درخت سے کھاتا اور ایک ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے سے آسودہ حال رہتا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا	کیا تم نے غور نہیں کیا، کس طرح تمثیل
كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ	بیان فرمائی ہے اللہ نے کلمہ طیبہ کی۔ وہ
اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا	ایک شجرہ طیبہ کی مانند ہے جس کی جڑ
فِى السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِىٓ اُكُلَهَا	زمین میں اتری ہوئی ہے اور جس کی شاخیں
كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا	فضا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنا پھل ہر
وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ	فصل میں اپنے رب کے حکم سے دیتا
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝	رہتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے تمثیلیں
(ابراھیم - ۱۴ : ۲۴ - ۲۵)	بیان کرتا ہے تاکہ وہ یاد دہانی حاصل کریں

یہی لوگ ہیں جن کا دماغ مصیبت و راحت، ہر حال میں متوازن رہتا ہے اور تنگی و فراخی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوئی حالت ان کے دل کے اطمینان کو درہم برہم نہیں کرتی۔ نہ وہ گھبراتے نہ مایوس ہوتے نہ اکڑتے اور نہ فخر کرتے، جس خندہ جبینی کے ساتھ وہ آرام کی گھڑیوں کا استقبال کرتے ہیں اسی شادمانی کے ساتھ آزمائشوں اور مصیبتوں کا بھی خیر مقدم کرتے ہیں:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿﴾ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿﴾ (الفجر - ۸۹ : ۲۷ - ۲۸)

اے وہ جس کا دل (اپنے رب پر) جما رہا، چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔

یہ ایک موحّد کا باطن ہے۔ وہ اپنے باطن میں بالکل یکسو اور حنیف ہو جاتا ہے اور پھر یہی یکسوئی اور حنیفیت اس کے ظاہر پر بھی طاری ہو جاتی ہے۔ وہ جس طرح قوانین طبیعی کے آگے بے بس اور مسلوب الاختیار ہوتا ہے وہی بے بسی اور مسلوب الاختیاری وہ اللہ تعالیٰ کے احکام واوامر کے آگے اختیار کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو آزادی بخشی ہے اپنی خوشی سے اللہ کی مرضی کے ماتحت کر دیتا ہے۔ سورج اور چاند، ابر و ہوا، دریا اور پہاڑ مجبورانہ خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ مہاروں میں بندھی ہوئی اونٹنیوں کے مانند اپنے متعین راستوں پر چلتے ہیں۔ لیکن مومن انسان خود اپنے ہاتھوں سے اپنی ناکوں میں نکیل ڈال کر اس قافلہ میں شامل ہو جاتا ہے اور یہی انسان کا اصلی شرف ہے۔ یہی اختیاری انقیاد واطاعت توحید کی اصلی روح ہے اور جو اس انقیاد میں جتنا ہی کامل ہے وہ اسی قدر توحید میں کامل ہے۔ راہِ توحید کے سلوک کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی بندگی سے چھوٹ کر اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دیتا ہے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ قوم، ملک، وطن اور تمام رسوم وقیود سے آزاد ہو کر خدا کی طرف بھاگتا ہے۔ آخری درجہ یہ ہے کہ خوشی خوشی اس زندگی پر اللہ کے قریب اور اس کی معیت کو ترجیح دیتا ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿﴾

کہہ دو، میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العلمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ — کے لیے ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں
وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ — اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں پہلا
(الانعام - ۶ : ۱۶۲ - ۱۶۳) — مسلم ہوں۔

اسی طرح توحید کا اجتماعی اثر بھی نہایت گہرا ہے۔ انسانی معاشرت کی بنیاد کامل عدل اور صحیح مساوات پر قائم ہے اور کامل عدل اور صحیح مساوات وحدتِ اللہ اور وحدتِ آدم کے بغیر ناممکن ہے۔ دنیا کی موجودہ ابتری اور تباہی کا اصل سبب یہ ہے کہ جس رفتار سے دنیا کی سائنس نے ترقی کی ہے اس رفتار سے اس کے تمدّنی شعور نے ترقی نہیں کی ہے۔ سائنس کی ترقیوں کا تو یہ عالم ہے کہ انسان نے ساری جغرافیائی حدبندیاں توڑ ڈالیں اور اپنی ایجادوں اور مشینوں کے زور سے اس وسیع زمین کو ایک مکان کے صحن کی طرح بنا دیا ہے، لیکن دلوں اور دماغوں کی تنگی کا یہ حال ہے کہ ہر قوم کا خدا بھی الگ ہے اور ہر ایک اپنا آدم بھی الگ بنائے ہوئے ہے۔ اگر اس طرح کے انسان کسی طرح اپنی حدبندیوں کو توڑ کر ایک دوسرے کے حدود میں گھس جائیں تو ان میں اس طرح کا جدال و قتال متوقع ہے جس کا ہم آج دنیا کی قوموں میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ان کی صورتیں انسانوں کی سی ہیں، لیکن ان کے دل درندوں کے ہیں۔ ان کو قدرت نے دریاؤں، پہاڑوں اور جنگلوں کی حدبندیوں کے ذریعہ سے الگ الگ کر رکھا ہے، لیکن سائنس نے یہ حدیں توڑ دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک دوسرے پر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑے ہیں اور ساری دنیا کا امن تاراج ہو گیا ہے۔ جو لوگ ان مشکلات پر غور کر رہے ہیں وہ اس نتیجہ تک پہنچ تو گئے ہیں کہ جن اصولوں پر ہمارے موجودہ تمدّن و معاشرت کی عمارت قائم تھی وہ اصول موجودہ دنیا کے لیے ناکافی ہیں۔ یہ بچپن کی لنگوٹی پورے قد کے انسان کے لیے نہایت تنگ ہے، اب ضرورت ہے کہ اس کے قامت کے لحاظ سے اس کے لیے نیا جامہ تراشا جائے۔ نسل اور رنگ، وطن اور سرزمین کی اساسات پر جن تمدّنوں کی اٹھان ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی اور جو سیاسی تنظیمات وجود میں آئی تھیں ان کے خاتمہ کا وقت آگیا۔ اب دنیا کو ایک نئے نظم (NEW ORDER) کی تلاش ہے۔ لیکن وہ نیا نظم کیا ہو؟ اس سوال کا کوئی صحیح جواب اب تک نہیں دیا جا سکا۔ بعض کہتے ہیں کہ اب دنیا کو قومی اور ملکی حکومتوں کی جگہ ایک عالم گیر حکومت (WORLD STATE) ہے۔ جس کی بنیاد عالمگیر انسانیت کے تصور پر ہو۔ لیکن وہ یہ نہیں بتاتے کہ یہ عالمگیر انسانیت کا مبارک تصور وجود میں کس طرح آئے جبکہ قوموں کی افراتفری کا یہ عالم ہے کہ نہ ان میں خدا مشترک ہے نہ آدم؟ ہر قوم کا دعویٰ یہ ہے کہ اَنَا وَلَا غَیْرِیْ۔ ہر ایک کا خدا الگ ہے، اس کی نسل الگ ہے، اس کا باوا آدم الگ ہے، وہ اپنی تہذیب میں، اپنے معتقدات میں، اپنے اخلاق میں بالکل علیٰحدہ ہے اور اس علیٰحدگی کو نہ صرف باقی رکھنا چاہتی ہے، بلکہ دوسروں پر اس کو بالجبر مسلط بھی کرنا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک دماغوں میں یہ گرہ موجود ہے ان قوموں میں اتحاد کے لیے کوئی مشترک سررشتہ موجود نہیں ہے۔ مشترک سررشتہ صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی خدا کو سب اپنا خدا مانیں، اسی کے اتارے ہوئے قانون کو سب اپنے لیے شریعت بنائیں اور ایک ہی آدم کے مشترک گھرانے کا سب اپنے آپ کو فرد سمجھیں۔ اس اساس پر بلاشبہ ایک عالمگیر قومیت اور ایک عالمگیر سیاسی تنظیم کی عمارت قائم ہو سکتی ہے اور دنیا کی موجودہ مصیبتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا جتنی تدبیریں بھی اس مشکل کو حل کرنے کی اختیار کی جائیں گی وہ رشتہ میں ایک اور گرہ کا اضافہ کریں گی۔ کسی مشکل کو حل نہیں کریں گی۔

یہی راز ہے کہ قرآن نے ـــــ سورۂ نساء کے شروع میں ـــــ انسانی معاشرے کی بنیاد دو چیزوں پر قائم کی ہے: مذہب اور خاندان۔ پھر مذہب کی بنیاد توحید پر رکھی، یعنی صرف اللہ کو رب اور قانون دینے والا مانا جائے، دوسروں کے لیے اس میں کسی طرح کی حصہ داری نہ ہو۔ اور خاندان کی بنیاد وحدتِ آدم کے تصور پر رکھی، یعنی تمام نسلِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی ایک ہی آدم سے ہے، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں حاصل ہے مگر دین اور تقویٰ کی وجہ سے۔ پہلی چیز نے خداؤں اور الٰہوں کے تعدّد اور قانون سازی اور حکمرانی کے مدّعیوں کے تزاحم سے دنیا کو نجات دی اور دوسری چیز نے خاندان اور نسل و نسب کے سارے گھمنڈوں کو باطل کر دیا۔ سارے انسان ایک خدا کے بندے اور ایک آدم کے بیٹے بن گئے۔ کالے اور گورے، عربی اور عجمی میں کوئی فرق نہیں رہا۔ سب کے لیے ایک ہی قانون اور ایک ہی نظام ہے۔ سب کے لیے یکساں امن ہے، یکساں عدل ہے، یکساں جدوجہد کا میدان ہے، یکساں استحقاق ہے اور یکساں ذمہ داری ہے۔ یہاں کسی نسل کے متعلق یہ خیال قائم کر لینا کہ وہ پیدائشی غلام ہے شدید گناہ ہے۔ یہاں ایرین اور سامی نسل کے درمیان کسی قسم کا امتیاز فساد فی الارض ہے۔ یہاں ریڈ انڈین کو محض رنگ کی بنیاد پر حقوق سے محروم کرنا ظلمِ کبیر ہے۔ اس نظام میں صرف وہ لوگ مساویانہ حقوق سے محروم ہیں جو ان اصولوں کے منکر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ انسانیت کے، امن و عدل کے دشمن ہیں۔ وہ زمین میں فساد چاہتے ہیں اور انسانی معاشرے کی ان اساسات کو ہدم کر دینا چاہتے ہیں جن سے محروم ہو کر دنیا کبھی چین نہیں حاصل کر سکتی۔

آج جو لوگ دنیا کے لیے نئے نظم کی تلاش میں سرگرداں ہیں وہ جب تک توحید کی حقیقت نہ سمجھ لیں، وہ کوئی ایسی اساس نہیں قائم کر سکتے جس پر تمام عالمِ انسانی کی اخوّت کی عمارت قائم ہو سکے۔ انسان کے لیے یہ بات تو بالکل فطری ہے کہ وہ خدا کی بندگی و اطاعت کرے۔ یہ بات ایسی ہے جس کی دعوت تمام بنی آدم کو یکساں دی جا سکتی ہے اور ہر سلیم الفطرت انسان، خواہ وہ کسی قوم و نسل سے تعلق رکھتا ہو بغیر کسی عصبیت کے، اس دعوت کو قبول کر سکتا ہے، اس کے اندر فطرتِ انسانی کے لیے ایک قدرتی کشش ہے۔ آفاق و انفس، دونوں میں اس کی ناقابلِ انکار شہادتیں موجود ہیں۔ باقی اس کے سوا جتنے بھی دعوے ہیں سب دعاوی جاہلیت کے حکم میں داخل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطرتِ انسانی کے اندر ان کے لیے نہ تو کوئی اپیل ہے نہ کائنات کے نظام سے ان کو ہم آہنگی حاصل ہے۔ اگر ان میں سے کسی نظریے کو بھی بالجبر دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو لازماً دنیا کا مزاج اس کو اگلنے کی کوشش کرے گا اور اس کا نتیجہ یا تو یہ ہوگا کہ کوشش ناکام ہوگی یا کامیاب ہوگی تو اس کی حیثیت حلق کی پھانس کی ہوگی اور زمین کے ادیانِ باطلہ میں ایک دینِ باطل کا اور اضافہ ہو جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۶

توحید کی اہمیّت دین میں

پچھلے مباحث کو جن لوگوں نے غور سے پڑھا ہے ان سے یہ حقیقت مخفی نہیں رہی کہ نظامِ دین میں توحید کو وہی جگہ حاصل ہے جو جسمِ انسانی میں دل کو حاصل ہے۔ اگر دل بیمار ہے تو سارا جسم بیمار ہے اور اگر دل تندرست ہے تو سارا جسم تندرست ہے۔ توحید کے بغیر آدمی کا کوئی عمل مقبول نہیں ہے اور توحید کے ساتھ ہر غلطی کے بخشے جانے کی توقع ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے سوا جو کچھ ہے، جس کے لیے چاہے گا، معاف فرمائے گا۔

توحید کی اس اہمیّت کی وجہ یہ ہے کہ سارے دین کی عمارت تین چیزوں پر قائم ہے: توحید، رسالت اور معاد۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ توحید سارے دین کا ایک ثُلث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ اخلاص کو، جو خالص توحید کی سورہ ہے، ثلثِ قرآن کہا گیا ہے، لیکن اگر مزید غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ رسالت اور معاد بھی توحید کے تحت آتے ہیں۔ رسالت کا جزوِ توحید ہونا یوں ثابت ہے کہ خدا ہی کو شارع اور قانون ساز ماننا بھی توحید کے مقتضیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام و قوانین اپنے رسول کے ذریعہ سے بھیجتا ہے۔ اس مسئلہ پر ہم مفصل بحث اپنی کتاب 'حقیقتِ رسالت' میں کریں گے[1] اور وضاحت کے ساتھ

---

[1] افسوس کہ یہ کتاب میں اب تک نہ لکھ سکا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَآ اِلٰہَ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے تعلق کی تشریح کریں گے۔ وہاں یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور زندگی کے ہر شعبہ میں واجب الاطاعت ماننا توحید کا جزوِ لاینفک ہے۔ جو شخص اللہ کو واحد کہتا ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی سے منحرف ہے، وہ قطعی مشرک ہے۔ اس کو توحید سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

باقی رہا معاد کا مسئلہ تو وہ توحید کے تحت مختلف پہلوؤں سے داخل ہے۔ ہم اپنی کتاب 'حقیقتِ معاد'[1] میں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے کہ معاد خدا کے صفات کا لازمی اقتضاء ہے۔ یہاں صرف اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ معاد کی ساری روح توحید ہے۔ جو لوگ معاد کے قائل ہیں، لیکن ساتھ ہی شرکاء و شفعاء کو بھی مانتے ہیں، جو ان کے زعم کے مطابق ان کو بخشوا لیں گے، ان کے لیے معاد کا عقیدہ بالکل بے جان ہے۔ وہ خدا کے سامنے جواب دہی کی ذمہ داری اور اس کے قانون عدل کے ظہور سے ویسے ہی بے خوف ہو جاتے ہیں جیسے معاد کے منکرین۔ چنانچہ اہلِ عرب اور یہود و نصاریٰ کا یہی حال تھا۔ انہوں نے معاد کی ساری اہمیت شفاعت و کفارہ کے عقیدہ سے باطل کر دی تھی اور یہی حال مسلمانوں کے مبتدع گروہوں کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں توحید اور معاد کا بیان اکثر ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ معاد کی ساری حقیقت ہوا ہو جائے اگر توحید کے تصور میں ذرا بھی خلل واقع ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کا سارا نظام توحید سے روشن ہے۔ اس جسم کی روح اور اس آنکھ کی پتلی توحید ہی ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی عقیدہ مؤثر ہے نہ کوئی عمل مثمر۔ یہیں سے دین کا پہلا قدم اٹھتا ہے اور پھر یہیں اس کا آخری قدم پڑتا ہے۔ یہ دین کا دائرہ ہے اور دین اسی وقت تک محفوظ ہے جب تک اس دائرہ کے اندر ہے۔

---

[1] افسوس ہے کہ یہ کتاب بھی میں اب تک نہ لکھ سکا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی نکتہ ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل میں جہاں دینِ فطرت کے احکام و قوانین کی تعلیم دی ہے اس کا آغاز 'لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ' (بنی اسرائیل-۱۷: ۲۲) (اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو شریک نہ کر) اور پھر ساری باتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ 'ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ' (بنی اسرائیل-۱۷: ۳۹) (یہ ان باتوں میں سے ہیں جو تمہارے رب نے حکمت میں سے تمہاری طرف وحی کی ہیں اور خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو شریک نہ کرو)۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کا آغاز اور دین کی انتہا دونوں توحید ہے اور شرائع و احکام درحقیقت توحیدِ کامل تک پہنچنے کے وسائل و ذرائع ہیں۔

توحید کی اسی اہمیت کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جتنے انبیاء آئے سب نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا اور اس نقطہ پر اس طرح جمے کہ کسی حال میں اس سے بال برابر سرکنے پر راضی نہ ہوئے۔ مخالفین نے لاکھ چاہا کہ پیغمبر اس معاملہ میں تھوڑی سی مداہنت گوارا کرے، ذرا اپنے رویّہ میں نرم ہو جائے، کم از کم ان کے بتوں کی تحقیر ہی سے باز آجائے تو آگے بڑھ کر اس سے سمجھوتہ کر لیں؛ 'وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ' (القلم-۶۸: ۹) (یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا تم نرم پڑو تو یہ بھی نرم پڑ جائیں گے)۔ لیکن پیغمبر نے ایک لحہ کے لیے اس میں کسی قسم کی نرمی گوارا نہیں کی۔ انہوں نے مخالفتوں سے اس کو ڈرانا چاہا اور وہ سب کچھ کر ڈالا جو ان کے بس میں تھا، لیکن اس کو اس کی جگہ سے ہلا نہ سکے۔ انہوں نے ترغیب کے پھندے ڈالے اور رشوت میں وہ سب کچھ پیش کیا جو کر سکتے تھے، لیکن اسے رام نہ کر سکے۔ معزز ترین گھرانے میں شادی، دولت کے ڈھیر، سروری و سرداری، ساری ہی چیزیں پیش کی گئیں، لیکن ان ساری ترغیبوں کے جواب میں ان کے سامنے وہی توحید کی دعوت پیش کی گئی۔ جب ان تدبیروں میں ناکام رہے تو مخالفین نے آخری حربہ اٹھا لیا اور پیغمبر اور اس کے ساتھیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے گھر کو، اپنے اعزہ کو، اپنے خاندان کو، اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

املاک و جائداد کو اور اپنے وطن کو چھوڑ دیں۔ خدا کے ہر نبی نے اس کو بھی گوارا کر لیا۔ قرآن ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس میں تمام انبیائے کرام کی ہجرت کی سرگزشتیں بیان کی گئی ہیں، ان کو پڑھو۔ ہر نبی کی زبان پر اپنی قوم کو چھوڑتے وقت جو آخری کلمہ جاری ہوتا ہے وہ توحید کا کلمہ ہوتا ہے۔ یہی چیز ہے جس کے لیے وہ سب کچھ چھوڑتا ہے اور سب کو چھوڑ کر تنہا یہی چیز ہے جس کو اپنی معیت و رفاقت کے لیے منتخب کرتا ہے۔ غور کرو، ایسا کیوں ہے؟ کیا بات ہے کہ انسان سب کو چھوڑ دے مگر توحید پر حرف نہ آنے دے؟ بدر میں باپ نے بیٹے پر، چچا نے بھتیجے پر، ماموں نے بھانجے پر، بھائی نے بھائی پر توحید کی خاطر تلوار چلائی۔ اس کے لیے بیویوں نے شوہروں سے اور شوہروں نے بیویوں سے جدائی اختیار کر لی۔ عزیز سے عزیز قرابتوں اور محکم سے محکم روابط پر قینچی چل گئی اور ان لوگوں کے ہاتھوں سے چل گئی جو انسانیت کے گل سرسبد تھے، جو رحم و محبت اور اخلاص و وفا کے پیکر تھے، جن سے بڑھ کر اپنی قوم سے، اپنے قبیلہ سے، اپنے عزیزوں سے اور پھر عام انسانوں سے محبت کرنے والے لوگ اس زمین پر پیدا نہیں ہو سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کچھ لوگ جب گوسالہ پرستی کے مرتکب ہوتے ہیں تو وہ حکم دیتے ہیں کہ جس قبیلہ کا مجرم ہے اسی قبیلہ کے لوگ اسے قتل کر دیں: ﴿ وَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ﴾ (البقرۃ -۲: ۵۴) (تو اپنے مجرموں کو اپنے ہاتھوں قتل کرو)۔ اور بدر کے قیدیوں کے متعلق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ہر شخص اپنے عزیز پر خود اپنے ہاتھ سے تلوار چلائے۔ اللہ اکبر! توحید کا حق یہ ہے کہ آدمی کا ایک ہاتھ اگر اس کی حرمت کو بٹہ لگائے تو اس کا دوسرا ہاتھ اس سے انتقام لینے میں ذرہ برابر رحم و مروّت کو دخل نہ دے۔

توحید کی اس عظمت کی وجہ وہی ہے جو اوپر کے مختلف ابواب میں بیان ہو چکی ہے۔ توحید سب سے بڑے حق یعنی خدا کے حق کا اقرار ہے۔ یہی عدل و قسط کی بنیاد ہے جو شخص اس حق کو نہیں پہچانتا وہ کسی کے بھی حق کو نہیں پہچان سکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفس کے حق کو بھی نہیں پہچانتا۔ اس سے اسی طرح کی ناانصافیاں اور تعدیاں ظہور میں آئیں گی جیسی کہ موجودہ زمانہ کے ظالم اور ناشکرگزار انسانوں سے ظہور میں آرہی ہیں، اور جس کی طرف ہم نے پچھلے باب میں اجمالی اشارہ کیا ہے۔ پس انبیائے کرام، جو کیسر حق اور انصاف کی دعوت ہوتے ہیں، وہ توحید کے معاملہ میں کسی قسم کی مداہنت کیونکر گوارا کر سکتے ہیں، جب کہ توحید ہی تمام حقوق کی بنیاد ہے۔ وہ اس معاملہ میں نہ باپ کو معاف کر سکتے، نہ چچا کو، نہ بیٹے کو، نہ بیوی کو۔ جو چیز بھی اس حق کی ادائیگی میں مانع ہو، وہ ایک پتھر ہے اور ضروری ہے کہ اس پتھر کو راہ سے ہٹا دیا جائے۔

پس انبیائے کرام کی ساری جدّوجہد کا مقصود توحید خالص کا قیام ہے۔ وہ دنیا میں اسی لیے آتے ہیں کہ خدا کے بندوں کو دوسروں کی بندگی سے چھڑا کر خالص خدا کا بندہ بنا دیں، وہ اسی کو خالق مانیں، اسی کو بادشاہ کہیں، اسی کی بندگی کریں، اسی کی اطاعت کریں، اسی پر اعتماد و توکل کریں۔ اسی سے طالب مدد ہوں۔ نعمت ملے تو اسی کا شکر ادا کریں، مصیبت آئے تو اسی سے استغاثہ کریں۔ طمع ہو یا خوف، امید ہو یا بیم، ہر حال میں ان کی نظر اسی کی طرف ہو، وہ اپنے تئیں بالکلیہ اس کے حوالہ کر دیں۔ ان کی محبت اس کی محبت کے تابع ان کی پسند اس کی پسند کے تحت ہو۔ اس کی ذات میں، اس کی صفات میں، اس کے حقوق میں۔ اس کی یکتائی تسلیم کریں اور کسی پہلو سے ان چیزوں میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نہ کسی فرشتے کو، نہ کسی جن کو، نہ کسی نبی کو، نہ کسی ولی کو، نہ کسی اور کو، نہ اپنی ذات کو۔

توحید کی یہ حقیقت واضح ہو جانے کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ اصل حقیقت کے اعتبار سے توحید دین کا صرف ایک جزو نہیں ہے، بلکہ یہ سارے دین کو محیط ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہیں کہ توحید سے باہر دین کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کے انبیاء یہیں سے اپنا کام شروع کرتے ہیں اور اسی پر ختم کرتے ہیں۔ یہی راز ہے کہ قرآن مجید توحید سے شروع ہوتا ہے اور توحید پر ہی ختم ہوتا ہے۔ قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پہلی سورہ، سورۂ فاتحہ ہے جس کی اصلی روح خدا کی خالص شکر گزاری اور کامل تفویض و تسلیم ہے اور آخر میں سورۂ نصر میں فتح مکہ کی بشارت اور سورۂ لہب میں باطل کی شکست کی پیشین گوئی کے بعد سورۂ اخلاص رکھی گئی جو خالص توحید کی سورہ ہے۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ دین کا مرکزی نقطہ توحید ہے اور اب دین اپنے مرکز پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد معوذتین: 'قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ' اور 'قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'۔ رکھ دی گئی ہیں، جو شیطان کی آفتوں سے اس خزانۂ توحید کی حفاظت کر رہی ہیں کیونکہ یہ معلوم ہے کہ شیطان کو بنی آدم سے جو حسد ہے اس حسد کے جوش میں اس کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ انسان کو توحید کے نقطہ سے ہٹا دے، چنانچہ اسی وجہ سے اس نے کہا: 'لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ' (الاعراف - ۷: ۱۶) (میں تیری سیدھی راہ پر ان کے لیے گھات میں بیٹھوں گا)۔ یعنی ان کو توحید کے رستہ پر قائم نہ رہنے دوں گا: 'وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ' (الاعراف - ۷: ۱۷) (اور تو ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہ پائے گا) یعنی وہ شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔

جامعة لاهور الاسلامية
دار المطالعة
کتاب نمبر 1988
91

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست کتب

تالیفات امام حمید الدین فراہی (علیہ الرحمۃ)

۱ مجموعہ تفاسیر فراہی
۲ تفسیر قرآن کے اصول
۳ حکمت قرآن
۴ اقسام القرآن
۵ ذبیح کون ہے

تالیفات مولانا امین احسن اصلاحی (علیہ الرحمۃ)

۱ تدبر قرآن — کامل (۹ جلد)
۲ قرآن حکیم
مع ترجمہ اور اخذ و تلخیص تفسیر تدبر قرآن
۳ تدبر حدیث — شرح موطا امام مالک
۴ مبادئ تدبر قرآن
۵ مبادئ تدبر حدیث
۶ حقیقت شرک و توحید
۷ حقیقت نماز
۸ حقیقت تقویٰ
۹ تزکیۂ نفس — کامل
۱۰ دعوتِ دین اور اس کا طریق کار
۱۱ اسلامی قانون کی تدوین
۱۲ اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل
۱۳ اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام
۱۴ قرآن میں پردے کے احکام
۱۵ فلسفے کے بنیادی مسائل — قرآنِ حکیم کی روشنی میں
۱۶ تفہیم دین
۱۷ مقالاتِ اصلاحی
۱۸ اسلامی ریاست

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فاران فاؤنڈیشن